

پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصابات :

عصری تناظر میں تجزیاتی مطالعہ
(مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

مصباح عبدالغفور خان

ایم فل علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 55-Mphil/IS/F23



شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جولائی 2025

پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصابات :

عصری تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

(مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

نگران تحقیق

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

اسسٹنٹ پروفیسر و صدر شعبہ

اسلامی فکر و ثقافت نمل اسلام آباد

تحقیق کار

مصباح عبدالغفور خان

ایم فل علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 55-Mphil/IS/F23



شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن: 2023-2025

منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مندرجہ ذیل مقالہ کو پڑھا اور دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز سے اس مقالہ کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصابات: عصری تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Religious Studies Curricula in Pakistani Universities: An Analytical Study with Reference to the Contemporary Era.

ایم فل علوم اسلامیہ

نام ڈگری:

مصباح عبدالغفور خان

نام مقالہ نگار:

55-MPhil/IS/F23

رجسٹریشن نمبر:

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

(نگران مقالہ)

دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

(صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت)

دستخط صدر شعبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)

دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ:

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں: مصباح الغفور خان

رجسٹریشن نمبر: 55-MPhil/IS/F23

رول نمبر: MP-IS-F23-124

طالب علم، ایم فل، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ

مقالہ بعنوان: پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصابات: عصری تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Religious Studies Curricula in Pakistani Universities: An Analytical Study with Reference to the Contemporary Era.

ایم فل کی ڈگری کی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا اور ڈاکٹر ریاض احمد سعید کی زیر نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کا اصل کام ہے اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے اور نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی ڈگری کے حصول کے لیے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارہ کو میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔ میں اس بات کو جانتی ہوں کہ ایچ ای سی (HEC) اور نمل (NUML) علمی سرقت (Plagiarism) کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہیں۔ اس لیے بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقت شدہ نہیں ہے۔ میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو اپنے مقالہ میں شامل کیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں باقاعدہ اقرار کرتی ہوں کہ اگر میرے مقالہ میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقت پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے \ واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

مصباح عبدالغفور خان

نام مقالہ نگار:

دستخط مقالہ نگار:

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد

"Religious Studies Curricula in Pakistani Universities: An Analytical Study with Reference to the Contemporary Era"

Abstract

This study analyzes the curriculum of Religious Studies in Pakistani universities, particularly in the context of contemporary educational, social, and cultural needs. Pakistan is a country with deep-rooted religious, historical, and cultural foundations, where education, society, and national ideology are closely linked with religion. It is a multi-religious state where, alongside Muslims, communities such as Hindus, Christians, Sikhs, Parsis, Baha'is, Buddhists, and Kalash also reside. Within this context, it becomes increasingly important for universities to design curricula that not only reflect national values but also align with international academic standards.

The central question of this research is whether the current Religious Studies curriculum is capable of addressing modern challenges such as interfaith harmony, religious tolerance, human rights, sectarianism, and extremism. It is therefore crucial to examine whether the curriculum provides balanced knowledge about different religions, considers the academic and cultural needs of minority students, and creates an environment conducive to peaceful coexistence. This research employs a mix methodology, analyzing university curricula, teaching frameworks, and relevant scholarly literature. The findings suggest that while some positive aspects exist, the curriculum still requires both intellectual and practical reforms to adequately address issues of interfaith harmony, religious tolerance, minority needs, sectarianism, and extremism. Hence, universities can play a constructive and effective role in addressing these growing challenges through improvements in curriculum development, teaching methods, teacher training, and research initiatives.

In this academic and social context, it is essential to evaluate the curricula, teaching methodologies, research trends, and co-curricular activities related to Religious Studies in Pakistani universities. This paper is presented to fulfill this academic and intellectual need.

Keywords: Interfaith Studies, Pakistani Universities, Educational Curriculum, Minorities.

ملخص

یہ تحقیق پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب کا تجزیہ پیش کرتی ہے، خاص طور پر عصر حاضر کی تعلیمی، سماجی اور ثقافتی ضروریات کے تناظر میں۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کی جڑیں مذہبی، تاریخی اور ثقافتی طور پر نہایت گہری ہیں اور جہاں تعلیم، معاشرہ اور قومی نظریہ مذہب کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ یہ ایک کثیر المذاہب ریاست ہے جس میں نہ صرف مسلمان رہتے ہیں بلکہ ہندو، عیسائی، سکھ، پارسی، بہائی، بدھ مت اور کالاں جیسی اقلیتیں بھی آباد ہیں۔ اسی سیاق و سباق میں یہ بات مزید اہمیت کی حامل ہو جاتی ہے کہ جامعات ایسے نصاب ترتیب دیں جو قومی اقدار میں کردار ادا کرنے کے ساتھ عالمی علمی معیار کو بھی پیش نظر رکھیں۔

لہذا اس امر کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ آیا نصاب دیگر مذاہب کے بارے میں متوازن علم فراہم کرتا ہے، اقلیتی طلبہ کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اور پر امن بقائے باہمی کے فروغ کے لیے بہتر ماحول پیدا کرتا ہے یا نہیں، کیا عصر حاضر کے چیلنجز جیسے بین المذاہب ہم آہنگی، مذہبی رواداری، انسانی حقوق، فرقہ واریت اور انتہا پسندی جیسے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ اس تحقیق میں مکس میتھڈ جس میں معیاری اور مقداری طریقہ کار دونوں کو استعمال کیا گیا ہے، جس کے تحت جامعات میں پڑھائے جانے والا مضامین، تدریسی خاکوں اور تحقیقی لٹریچر کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ نتائج سے یہ بات سامنے آئی ہے نصاب میں بین المذاہب ہم آہنگی، مذہبی رواداری اور اقلیتی طلبہ کی ضروریات، فرقہ واریت اور انتہا پسندی جیسے جدید سماجی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے نصاب میں عملی اور فکری دونوں سطحوں پر اصلاحات کی مزید گنجائش موجود ہے۔ لہذا، جامعات نصاب سازی، تدریسی طریقہ کار، اساتذہ کی تربیت اور تحقیقی کاوشوں کی مزید بہتری کے ذریعے سے معاشرے میں بڑھتے ہوئے مسائل کے حل میں مثبت اور مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔

اس علمی، اور سماجی پس منظر میں یہ بات نہایت اہم ہے کہ جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصاب، تدریسی طریقے اور تحقیقی رجحانات سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے۔ یہ مقالہ اسی علمی اور فکری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔

کلیدی الفاظ: بین المذاہب مطالعہ، پاکستانی جامعات، تعلیمی نصاب، اقلیتیں

فہرست عنوانات

III	منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ
IV	حلف نامہ
V	Abstract
VI	ملخص
4	اظہارِ تشکر
5	انتساب
7	مقدمہ
7	موضوع تحقیق سے متعلق بنیادی مباحث
19	باب اول
19	مطالعہ مذاہب کی عصری، سماجی اور ثقافتی ضرورت
21	فصل اول
21	مطالعہ مذاہب کا تعارف اور دائرہ کار
31	فصل دوم
31	مطالعہ مذاہب قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کی روشنی میں
44	فصل سوم
44	مطالعہ مذاہب کی عصری، سماجی اور ثقافتی ضرورت
58	باب دوم
58	پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصابات

59	فصل اول
59	پاکستانی جامعات میں سامی مذاہب سے متعلق نصابات
95	فصل دوم
95	پاکستانی جامعات میں غیر سامی مذاہب سے متعلق نصابات
111	فصل سوم
111	پاکستانی جامعات میں اقلیتوں سے متعلق نصابات
130	باب سوم
130	عصری تقاضوں کے مطابق مطالعہ مذاہب کے نصاب میں بہتری کے لیے تجاویز و سفارشات
131	فصل اول
131	مطالعہ مذاہب کا نصاب اور عصری تقاضے
142	فصل دوم
142	مطالعہ مذاہب سے متعلق نصاب میں درپیش چیلنجز
164	فصل سوم
164	مطالعہ مذاہب کے نصاب میں بہتری کے لیے مجوزہ اقدامات
168	خلاصہ
173	نتائج
175	سفارشات
174	فہارس
177	فہرست آیات

178 فهرست احادیث
179 فهرست اعلام
180 فهرست مصادر و مراجع

اظہار تشکر (Acknowledgments)

سب سے پہلے رب کریم کا شکر ادا کرتی ہوں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ جس نے مجھ ناچیز کو تحقیق جیسے اہم کام کے لیے قلم اٹھانے کی توفیق بخشی اور بھرپور طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے صلاحیت بھی عطا کی۔ اسی کے ساتھ میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بے حد درود و سلام بھیجتی ہوں، جن کی تعلیمات انسانیت کے لیے مشعل راہ اور علم و تحقیق کا سرچشمہ ہیں۔ اس کے بعد میں ڈاکٹر ریاض احمد سعید صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت کی بے حد ممنون و مشکور ہوں، جنہوں نے مقالے کی تکمیل تک اپنی تمام تر مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انتہائی شفقت سے سپر وائز کیا۔ اس تحقیقی کام کو میں نے انہی کی زیر نگرانی میں سرانجام دیا۔ تحقیق کے اصول انہی سے سیکھے۔ اس کے ساتھ میں ڈیپارٹمنٹ کے دیگر اساتذہ اکرام جن میں ڈاکٹر نور حیات خان، ڈاکٹر نور ولی شاہ، ڈاکٹر مستفیض علوی، ڈاکٹر عبدالرؤف کی بے حد شکر گزار ہوں، جنہوں نے دوران تحقیق میری رہنمائی اور مدد کی۔

علاوہ ازیں میری والدہ، میرے بہن بھائی سب میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جن کی دعاؤں، نیک تمناؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا اور ہر تعاون اور حوصلہ افزائی سے نوازا۔

میں ان تمام لائبریریوں کے عملہ کے تعاون کی ممنون ہوں، جنہوں نے دوران تحقیق ہر طرح کا تعاون کیا۔ بالخصوص نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، پبلک لائبریری اسلام آباد کی انتظامیہ کی جنہوں نے کتب تک رسائی میں میری مدد کی۔

اس کے علاوہ میں اپنے مہربان و شفیق دوستوں، جن میں اقراء مبین، محمد ریحان خان کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ جنہوں نے قدم قدم پر مفید مشوروں اور بے لوث تعاون سے مستفیض کیا۔ اور آخر میں ہر اس شخص کے لیے دعا گو ہوں، جنہوں نے اس تحقیقی کام کو سہل بنانے میں میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہر کام میں آسانیاں پیدا فرمائے۔ آمین

مصباح عبدالغفور خان

انتساب (Dedication)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ درود و سلام ہو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر، جو علم، ہدایت، اور انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے، جن کی تعلیمات ہر طالب علم کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔ میں اپنی حقیر کاوش کو اپنے والدین بالخصوص اپنے محروم والد محترم کی طرف منسوب کرتی ہوں۔ جنہوں نے ہمیشہ علم و تعلیم کو زندگی کی اصل دولت اور کنجی قرار دیا۔ ان کی دعائیں، نصیحتیں ہمیشہ میری زندگی کا حصہ رہیں گئی۔ اگرچہ وہ میرے ساتھ موجود نہیں مگر ان کے دیکھے گئے خواب ہمیشہ مجھے آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ میری یہ تحقیقی کاوش ان کی یاد، محبت اور تعلیم سے وابستہ خوابوں کو خراج عقیدت ہے۔

مقدمہ: موضوع تحقیق سے متعلق تعارفی مباحث

باب اول: مطالعہ مذاہب بطور فکری، سماجی اور ثقافتی ضرورت

باب دوم: پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصابیات

باب سوم: عصری تقاضوں کے مطابق مطالعہ مذاہب سے متعلق نصاب میں بہتری کیلئے

تجاویز و سفارشات

مقدمہ

۱۔ موضوع تحقیق کا تعارف: (Introduction of the study)

مطالعہ مذاہب عالم سے مراد مختلف مذاہب کے بنیادی عقائد، عبادات اور رسوم کا ایسا ناقدانہ اور عادلانہ جائزہ لینا جس سے ہر ایک مذہب کی قدر و قیمت، خوبیاں، خامیاں اور ان کے مسائل پوری طرح روشن ہو جائیں۔ اگر کسی دین و مذہب میں کوئی خوبی ہے تو اس کا کھلے عام اعتراف کیا جائے۔ اگر کوئی نقص ہے تو اس پر مثبت تنقید کی جائے یا پھر اس کا مدلل رد کیا جائے۔ کسی بھی انصاف پسند، مستحکم، ترقی پسند اور پرامن معاشرے کی علامت یہ ہے کہ ریاست کے ہر شہری اور اس میں پائے جانے والے معاشرے کے فرد کو نسل، رنگ، مذہب اور عقیدہ سے بالاتر ہو کر حقوق دیئے جائیں۔ تاکہ کوئی بھی شخص یہ نہ سوچے کہ اس کی نسل یا مذہب کی وجہ سے اسے حقوق نہیں ملیں گے۔ اس کا خیال ہو کہ اس سمیت اس کے خاندان کے ہر فرد کی جان و مال، عزت و آبرو اور یہاں تک کہ ان کے مذہبی عقائد کو بھی اتنی ہی اہمیت دی جائے گی جتنی اس معاشرے میں طاقتور لوگوں کو ملتی ہے۔ یعنی پرامن اور کامیاب معاشرہ وہ ہے جس میں ہر فرد کو مکمل ثقافتی، مذہبی، سماجی، سیاسی، انتظامی اور آئینی حقوق حاصل ہوں۔

تعلیم انسان کی زندگی میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ نہ صرف فرد کی شخصیت کو نکھارتی ہے بلکہ معاشرتی ترقی اور بہتری کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ تعلیم کے ذریعے انسان کو اپنے حقوق اور فرائض کا شعور ملتا ہے۔

پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصابات: عصری تناظر میں تجزیاتی مطالعہ "ایک اہم موضوع ہے جو ملک کے تعلیمی نظام میں اقلیتی کمیونٹیز کی حیثیت اور ان کے حقوق کی عکاسی کرتا ہے۔ اس تحقیق میں مختلف جامعات کے نصاب کا تجزیہ کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ پاکستان میں بسنے والی مختلف کمیونٹیز سے متعلق مضامین اور مواد کو کس طرح سے پیش کیا جاتا ہے۔ کیا نصاب میں اقلیتوں کے مسائل اور ان کی تاریخ کو مناسب طریقے سے شامل کیا گیا ہے؟ کیا طلبہ کو مختلف مذاہب کے بارے میں باقاعدہ سے آگاہی دی جاتی ہے کہ اقلیتوں کی موجودہ صورتحال اور ان کے حقوق کے بارے میں آگاہ کیا جاتا ہے؟ اور کس حد تک موجودہ دور کے علمی و معاشرتی تقاضوں سے ہم آہنگ کرتا ہے؟ اس تحقیق میں نصاب کی ساخت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی، یہ دیکھا جائے گا کہ کن موضوعات پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے اور کیا یہ نصابات مذہبی رواداری، بین المذاہب مکالمے اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں کامیاب ہیں یا نہیں؟

یہ جائزہ اس بات کی بھی کوشش کرے گا کہ کیا نصاب میں موجود مواد کس حد تک مختلف مذاہب کے بارے میں مثبت تصویر کشی کرتا ہے یا ان کے بارے میں منفی تاثر پیدا کرتا ہے۔ اس تحقیق کے نتائج سے پاکستانی جامعات میں کمیونٹیز سے متعلق تعلیم کے معیار اور مواد کی بہتری کے لئے سفارشات فراہم کی جائیں گی، جو کہ تعلیمی نصاب میں اصلاحات کے لئے مفید ثابت ہوں گی اور پاکستان کے تعلیمی نظام میں بین المذاہبی ہم آہنگی اور امن کو فروغ دینے میں بھی مدد ملے گی۔

ایک جامع نصاب ہی تعلیمی معیار کو بہتر بناتا ہے اور طلبہ کو متنوع نقطہ نظر اور مختلف ثقافتوں کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے اور علمی میدان میں بھی تحقیق و جستجو کے نئے دروازے کھولنے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ ضرورت و اہمیت: (Significance of the study)

زیر نظر موضوع کی اہمیت کئی پہلوؤں سے نمایاں ہوتی ہے، جنہیں ذیل میں پیش کیا گیا ہے۔

چونکہ تعلیم ایک ایسی طاقت ہے جو غربت، جہالت، اور عدم مساوات جیسے مسائل کا حل فراہم کرتی ہے۔ ایک جامع اور متوازن تعلیمی نصاب کی تشکیل یقینی بناتی ہے کہ تمام کمیونٹیز کی نمائندگی اور حقوق کی پاسداری ہو مسلم معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق کا احترام اور ان کی مساوی حیثیت کو فروغ ملے جو کہ کسی بھی جمہوری معاشرے کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔

پاکستان ایک کثیر المذاہب ملک ہے۔ جہاں مختلف مذاہب اور عقائد کے پیروکار بستے ہیں۔ ایسی صورت حال میں مطالعہ مذاہب کا جامع اور متوازن نصاب مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ اگر جامعات کے نصاب میں مختلف مذاہب کی تفہیم، مکالمہ کی ضرورت، اور باہمی احترام کو فروغ دیا جائے تو یہ معاشرتی امن و امان اور باہمی برداشت کے لیے مددگار ثابت ہو گا۔

یہ تحقیق اس لیے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ عالمی سطح پر مذہب سے متعلق تنازعات اور مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے، جن میں دہشت گردی، انتہا پسندی اور مذہبی عدم برداشت شامل ہیں۔ ایسے میں پاکستان جیسے ملک میں، جہاں مذہب معاشرتی زندگی میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، جامعات کا نصاب ان مسائل کو حل کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔ یہ نصاب طلباء کو مذہب کے بارے میں علمی اور عملی نقطہ نظر فراہم کر کے انہیں بہتر شہری بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

اقلیتوں سے متعلق جامع تعلیمی مواد طلبہ کو مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے بارے میں آگاہی فراہم کرتا ہے، جس سے مذاہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ ملنے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں امن کے ماحول کی تشکیل ہوتی ہے۔

۳۔ بیان مسئلہ: (Statement of the problem)

پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب ایک ابھرتا ہوا علمی و تحقیقی میدان ہے جو بین المذاہب ہم آہنگی، مکالمے اور عصر حاضر کے جدید سماجی مسائل کو سمجھنے اور ان کے حل میں بنیادی کردار ادا کر سکتا ہے۔ لیکن موجودہ نصابات کئی چیلنجز کا سامنا کر رہا ہے۔ ایک طرف مختلف جامعات میں پڑھائے جانے والے کورسز میں یکسانیت اور قومی سطح کے معیاری فریم ورک کا فقدان ہے اور زیادہ تر مضامین روایتی اور تاریخی نوعیت کے ہیں۔ جو عصر حاضر کے تقاضوں جیسے انتہا پسندی، مذہبی تنافر، عدم برداشت گلوبلائزیشن اور عالمی تعلقات کو خاطر خواہ طور پر شامل نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی جامعات کے نصابات کے مقابلے میں پاکستانی نصابات میں تنقیدی، تحقیقی اور تجزیاتی پہلو بھی کمزور ہیں جو طلبہ کو جدید سوشالوجی، فلسفہ، پولیٹیکل سائنس اور ہیومنٹیز سے مربوط انداز میں تربیت سے محروم کرتے ہیں۔ مزید برآں، پاکستان جیسے کثیر المذاہب معاشرے میں موجودہ نصاب سماجی ہم آہنگی اور بین المذاہب افہام و تفہیم کے فروغ میں بھی اپنی مؤثر حیثیت قائم کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ انہی وجوہات کی بنا پر ایک جامع اور تجزیاتی مطالعہ ضروری ہے تاکہ موجودہ نصابات کا جائزہ لے کر انہیں عصر حاضر کے تقاضوں اور بین الاقوامی معیار سے ہم آہنگ بنایا جاسکے۔

موضوع تحقیق سے متعلق سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ: (Literature Review)

محقق نے زیر بحث موضوع کا انتخاب کیا تو مختلف کتب خانوں، لائبریریوں، علمی شخصیات سے استفادہ اور انٹرنیٹ پر موجود مختلف ریسرچ پیپرزدیکھے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ پیش کرنے کے لیے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

الف: (بین المذاہب مطالعہ)

1۔ عشرت حسین بصری، مقالہ، پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن و سنت کی روشنی میں، پی۔ ایچ۔ ڈی، شعبہ علوم

اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، ۲۰۰۸ء

پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق سے متعلق اس مقالہ میں پہلے باب میں اقلیت کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں کیا رائے ہے، پاکستان میں مختلف کمیونٹیز کب سے آباد ہیں، کون کون سے ان کو حقوق یہاں انہیں دے جاتے ان موضوعات سے متعلق تفصلاً بحث کی گئی ہے۔

2۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام" شیخ احمد دیدات کی کتاب 625 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی مترجم مصباح اکرم ہیں۔ سن 2012ء میں اعتقاد بلبلیش ہاؤس نے اسے شائع کیا۔ اس کتاب میں مطالعہ تقابل ادیان اور اس کی اہمیت، دین اور اس کا مفہوم، مذاہب کی بنیادی اقسام کے ساتھ ساتھ تین بڑے مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام پر بات کی گئی ہے۔ غیر مسلموں کی تعلیم اور ان کے حوالے سے بھی بات کی گئی ہے۔ مصنف نے مختلف مذاہب کی تعلیمات کا موازنہ کرتے ہوئے غیر مسلموں کی تعلیم، ان کے عقائد، اور ان کی مذہبی کتابوں کے اندر پائے جانے والے تضادات پر روشنی ڈالی ہے۔

3. Abdul yusuf Farjan, Perception of Interfaith Dialogue In Pakistan: A Study Of The Past Twenty Five Years. MS thesis, Faculty Of Usooludin (Is) Department Of Comparative Religion, International Islamic University ISB, Aug 2013

عبد ایوسف فرجان کا یہ مقالہ جو کہ انگریزی زبان میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں اصول الدین کے شعبہ عالمی مذہب میں 2013 میں لکھا گیا ہے۔ اس مقالے کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان میں بین المذاہب مکالمے کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، خاص طور پر پاکستان کے تناظر میں پچھلے پچیس سالوں میں اس کے اثرات اور رجحانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مصنف نے بین المذاہب مکالمے کی ترقی کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ کس طرح یہ مکالمہ مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان افہام و تفہیم پیدا کر سکتا ہے اور مذہبی تعصبات کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے اور مزید یہ کہ مکالمے کی شمولیت اور اس کی اہمیت کو صرف مذہبی رہنماؤں تک محدود نہیں رکھا جانا چاہیے بلکہ اسے تعلیمی نظام میں بھی شامل کیا جانا چاہیے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد اس مکالمے کا حصہ بن سکیں۔ اس مقالہ میں مصنف نے اقلیتی نصاب کے حوالے سے تجویز دی ہے کہ اقلیتوں کے نصاب میں نہ صرف ان کے اپنے مذاہب کی تعلیم دی جائے، بلکہ دیگر مذاہب کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی جائیں تاکہ طلباء ایک جامع فہم حاصل کر سکیں۔ جبکہ جو زیرِ نظر تحقیق ہے اس میں یہ دیکھا گیا ہے کہ کیا مختلف جامعات کے اندر جو نصاب پڑھایا جاتا ہے وہ اقلیتوں کے مسائل کو حل کرنے میں مدد کرتا ہے کیا اقلیتوں کے عقائد، مذہبی و سماجی اور ثقافتی انداز کے مطابق بنایا گیا ہے۔

4۔ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب" عماد احسن فاروقی کی یہ کتاب 532 صفحات پر مشتمل ہے۔ جون 2013 میں مکتبہ جدید پریس لاہور نے پبلش کیا ہے۔ اس میں مختلف عالمی مذاہب کا تعارف اور ان کی بنیادی تعلیمات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دنیا کے معروف مذاہب جیسے کہ اسلام، عیسائیت، ہندو مت، بدھ مت، یہودیت، اور دیگر بڑے مذاہب کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کتاب میں ہر مذہب کی تاریخ، فلسفہ، عقائد، عبادات، اور اخلاقیات پر جامع تبصرہ کیا گیا ہے۔ مصنف نے ہر مذہب کے بنیادی اصولوں کا موازنہ بھی پیش کیا ہے کہ کس طرح مختلف مذاہب میں انسانی زندگی اور روحانی فلاح کے بارے

میں نظریات پائے جاتے ہیں۔ یہ کتاب مذہبی ہم آہنگی اور بین المذاہب مکالمے کے حوالے سے بھی اہم ہے، کیونکہ اس میں مختلف مذاہب کی مماثلتوں اور اختلافات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے قارئین کو مختلف ثقافتوں اور عقائد کے بارے میں زیادہ فہم حاصل ہوتا ہے اور انہیں ایک وسیع تر نقطہ نظر ملتا ہے جس سے عالمی امن اور بھائی چارے کا فروغ ممکن ہو سکتا ہے۔

5۔ محمد طاہر اقبال، پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے مسائل اور ان کا حل، مقالہ برائے ایم۔ فل جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، 2017

اس سلسلے میں دوسرا مقالہ محمد طاہر اقبال کا ہے جو کہ غیر مسلموں کے مسائل اور ان کے حل کے بارے میں ہے۔ یہ مقالہ پانچ ابواب میں مشتمل ہے اور اس میں غیر مسلم اقلیتوں کے مسائل پر تحقیق کی گئی ہے۔

6۔ مطالعہ مذاہب کی اسلامی روایت: اس کتاب کے مصنف پروفیسر سعود عالم قاسمی ہیں۔ 2019ء میں شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نے اسے پبلش کیا ہے۔ یہ کتاب 303 صفحات پر مشتمل ہے۔ ابواب کی صورت میں اسے مرتب کیا گیا ہے اور 10 ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مطالعہ مذاہب کی اہمیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات وغیرہ پر بحث کی گئی ہیں۔

ب: (پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب)

7۔ محمد ریاض محمود، پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں جامعات کی کارکردگی کا جائزہ، جلد 4، شمارہ 2، جولائی ستمبر 2023ء

ڈاکٹر محمد ریاض محمود کا مضمون "پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں جامعات کی کارکردگی کا جائزہ" یہ مقالہ چوبیس صفحات پر مشتمل اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں جامعات کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر اقلیتوں کے حقوق کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، جو انسانیت اور مساوات پر زور دیتی ہیں۔ مزید برآں، ڈاکٹر محمد ریاض نے اس میں یہ بتایا ہے کہ پاکستانی جامعات کو صرف تعلیم فراہم کرنے کے بجائے اقلیتوں کے حقوق کی ترویج میں بھی فعال ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ موجود چیلنجز، جیسے سماجی تناؤ اور تعصبات، کے مقابلے کے لیے مؤثر حکمت عملیوں کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ آخر میں تعلیمی نصاب میں اقلیتوں کے حقوق کی آگاہی کو شامل کرنے اور بین الثقافتی مکالمے کو فروغ دینے کی تجاویز پیش کی ہیں۔

جبکہ زیر نظر موضوع میں اقلیتوں کے نصابات کے حوالے سے کام کیا گیا ہے۔

8.Dr.Riaz Ahmad Saeed,Irfan Saghir,Waqar Ahmad,Academic Research On Non Muslim Religious Minorities:content Analysis Of The Research Papers from a Pakistani Perspective,Journal of world religions and interfaith , publisher,dept of world religion and inter faith Harmony ,The islamia University of Bahawalpur, Published on:(20 feb 2023),JWRIH02:01(2023).

ڈاکٹر ریاض احمد سعید، عرفان صغیر، اور وقار احمد کا یہ مقالہ جو کہ انگریزی میں اکتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مقالہ میں علمی ادب میں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ سلوک اور ان کی نمائندگی کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس میں مختلف تحقیقی مقالوں کا تجزیہ کیا گیا ہے تاکہ مروجہ موضوعات، مسائل اور اقلیتوں کے حقوق اور حیثیت سے متعلق مجموعی گفتگو کی نشاندہی کی جاسکے۔ اس کے علاوہ بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو درپیش سماجی، سیاسی اور مذہبی حرکیات پر جامع تحقیق کا فقدان ہے۔ مصنفین کا استدلال ہے کہ موجودہ ادب اکثر ان گروہوں کے باریک بین تجربات کو نظر انداز کر دیتا ہے، جس سے ان کے حقوق اور حیثیت کو بہتر بنانے کے لیے پالیسی سفارشات بتائی گئی ہیں اور مزید جامع تعلیمی انکوائری کا مطالبہ، نصاب کی بہتری و غیرہ پر بات کی گئی ہے جو ان خلا کو دور کر کہ ملک میں مذہبی اقلیتوں کو درپیش چیلنجوں کی بہتر تفہیم کو فروغ مل سکے۔ اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ نصاب تعلیم صرف علمی نہیں بلکہ سماجی اور اخلاقی ہم آہنگی پیدا کرنے کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ ایک متوازن اور منصفانہ نصاب ہی وہ ذریعہ ہے جو اقلیتوں کے مثبت تصور کو اجاگر کرے اور معاشرے میں پرامن بقائے باہمی کو فروغ دے۔

یہ مقالہ زیرِ نظر موضوع کے لیے اس طرح سے مفید ہو سکتا ہے کہ اس مقالہ میں مختلف مقالات کا تجزیہ کیا گیا ہے جن میں اقلیتوں کے نصاب کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ مثلاً تعلیم اور معاشرے میں اس کے اثرات وغیرہ۔

9.Mohammad Amir Hayat , Tariq Ramzan ,An Appraisal on curriculum of Islamic learning in Higher Education with perspective of pegham –e-pakistan, Journal of Religious and social studies,(2022)

محمد عامر حیات اور طارق رمضان نے اس تحقیقی مضمون میں پاکستانی جامعات کے نصابِ اسلامیات اور مطالعہ مذہب کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے یہ نکتہ واضح کیا کہ موجودہ نصاب طلبہ کو مذہبی معلومات تو فراہم کرتا ہے لیکن امن، رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے اعتبار سے ناکافی ہے۔ ان کے مطابق، پیغامِ پاکستان کے قومی بیانیے کو مؤثر طور پر نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نصاب کو از سر نو تشکیل دیا جائے اور اس میں Pluralism، Peace Education اور Interfaith Dialogue کو باقاعدہ طور پر شامل کیا جائے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نصاب ایسا ہونا چاہیے جو مختلف علوم (جیسے سماجیات، فلسفہ، تاریخ وغیرہ) سے جڑا ہوا ہو اور طلبہ کو عملی طور پر تحقیق اور تنقید کے عمل میں شامل کرے۔ مزید برآں، انہوں نے اساتذہ کی تربیت، نصابی مواد کی ریویو، اور تحقیقی و تنقیدی پہلوؤں کے فروغ پر زور دیا تاکہ طلبہ میں

تنقیدی سوچ، مکالمے کی صلاحیت اور سماجی ہم آہنگی کی اقدار پروان چڑھ سکیں۔ اس کے علاوہ یہ تحقیق یہ نتیجہ پیش کرتی ہے کہ ایم ایس / ایم فل سطح پر نصاب کی تشکیل کو جدید خطوط پر استوار کرنا لازمی ہے تاکہ جامعات انتہا پسندی اور عدم برداشت کے رویوں کا مؤثر توڑ پیش کر سکیں۔

ج: (مطالعہ مذاہب کا نصاب)

11. Mark Tennant, Cathi McMullen and Dan Kaczynski, Teaching, Learning and Research in Higher Education: A Critical Approach, Routledge, New York, (2009)

مارک ٹیننٹ، کیتھی میک ملن اور ڈین کاکزینسکی کی کتاب Teaching, Learning and Research in Higher Education: A Critical Approach (2009) اعلیٰ تعلیم میں تدریس، سیکھنے اور تحقیق کے باہمی تعلق کو اجاگر کرنے والی ایک اہم علمی کاوش ہے۔ اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اعلیٰ تعلیم کا مقصد صرف معلومات فراہم کرنا یا روزگار کے مواقع پیدا کرنا نہیں بلکہ طلبہ میں تنقیدی سوچ، تحقیقی صلاحیت اور خود مختاری سیکھنے کی عادت پیدا کرنا ہے۔ یہ اس تصور کو پیش کرتی ہے کہ تدریس، اور تحقیق الگ الگ نہیں بلکہ ایک مربوط عمل ہیں، تدریس تحقیق کو فروغ دیتی ہے، تحقیق نصاب سازی کو تقویت بخشتی ہے، اور طلبہ کا سیکھنے کا عمل اس وقت مؤثر بنتا ہے جب وہ تحقیقی و تنقیدی سرگرمیوں میں شامل ہوں۔ مصنفین نے لرننگ تھیوریز، ریسرچ میتھڈالوجی اور بین الڈسپلنری نصاب کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ تحقیق محض اعداد و شمار جمع کرنے کا عمل نہیں بلکہ ایک تنقیدی اور تجزیاتی سرگرمی ہے جو سماجی اور تعلیمی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس میں اساتذہ، محققین اور پالیسی سازوں کے لیے رہنمائی فراہم کی گئی ہے کہ اعلیٰ تعلیم کو محض معاشی ترقی تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے انسانی ذہن کو تخلیقی، آزاد اور تحقیقی بنانے کا ذریعہ بنایا جائے تاکہ ایک ایسا نصاب تشکیل دیا جاسکے جو تنقیدی فکر، تحقیق اور سماجی شعور کو فروغ دے۔

12. Hashim Raza The Education Policy And Religious Minorities, Published by: South Asia Partnership – Pakistan, 2020.

یہ تحقیقی رپورٹ 31 صفحات پر مشتمل "تعلیمی پالیسی اور مذہبی اقلیتوں" سے ہے۔ اس تحقیقی رپورٹ میں پاکستان میں اقلیتوں کی آبادی اور ان کے مسائل، تعلیمی پالیسی اور نصاب پر بات کی گئی ہے اس کے علاوہ اور بھی مختلف پہلوں کو اجاگر کیا گیا ہے جیسا کہ پاکستانی معاشرے میں اقلیتی طلبہ کے ساتھ امتیازی سلوک پایا جانا، تعلیمی اداروں میں ان کے حقوق کو نظر انداز کیا جانا، اسلامیات کی جگہ متبادل مضامین کی اجازت نہ دی جانا اور انہیں شہریت اور اخلاقیات جیسے مضامین پڑھنے کے محدود مواقع وغیرہ پر بات کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ نصاب میں اقلیتوں کے خلاف متعصبانہ مواد اور تحریک پاکستان میں اقلیتوں کے کردار کا

نصاب میں ذکر نہیں کیا جانا، جیسے کہ سر ظفر اللہ خان اور پنڈت جگن ناتھ آزاد کا ذکر جو اہم شخصیات انکا حوالہ دے کربات کی گئی ہے۔ مزید، پاکستان میں ان حقوق کی فراہمی میں بڑے پیمانے پر خلا موجود ہے۔ تعلیمی پالیسی میں غیر مسلم طلبہ کے لیے چیلنجز کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اردو نصاب میں کہا جاتا ہے کہ "اچھا شہری بننے کے لیے اچھا مسلمان بننا ضروری ہے"، جو غیر مسلموں کے لیے سوالات پیدا کرتا ہے۔

13- حبیب الرحمان، اصغر شہزاد، اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق اور پر امن بقائے باہمی: عدالت عظمیٰ کے فیصلے کا

علمی جائزہ، فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، جلد، 57، شمارہ، 4، اپریل 2020ء

اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق اور پر امن بقائے باہمی "اس مقالے میں تفصیل کے ساتھ جن امور میں بات کی گئی ہے ان میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے سماجی اور مذہبی سطح پر رواداری پیدا کرنا، مذہبی آزادی کا حق، مذہبی عقائد کی غلط تعبیر و تشریح کی وجہ سے تشدد اور تعصبات کا پیدا ہونا؛ عبادت گاہوں کا قیام، تحفظ اور تبلیغ و اشاعت مذہب، تعلیمی نصاب میں تبدیلی نفرت انگیز مواد اور تقریروں پر پابندی؛ اقلیتوں کے حقوق کی قومی سطح کی ایک کونسل بنانا وغیرہ شامل ہیں اس کے علاوہ یہ بتایا گیا ہے کہ عدالت کے فیصلے کے تحت، ہائیر ایجوکیشن کمیشن کی کمیٹی نے تعلیمی نصاب میں ایسی اصلاحات کی تجویز دی جن سے طلبہ مختلف مذاہب کے بارے میں سمجھ بوجھ پیدا کر سکیں اور مذہبی تعصب سے بچ سکیں گے اور نصاب کو اس طرح ترتیب دینے کی سفارش کی گئی کہ طلبہ مذہب کی تشریح کرتے ہوئے لبرل اسلام سیکھیں، جو تمام عقائد کا مشترکہ پیغام دیتا ہے اور انسانیت کی فلاح پر زور دیتا ہے۔ اس اصلاحات کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ میں رواداری اور سماجی برداشت کا کلچر فروغ پائے تاکہ ایک پر امن اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل دیا جاسکے۔

یہ مقالہ زیر نظر موضوع کے لیے اس طرح سے مفید ہے کہ اس میں اقلیتوں کے نصاب کے حوالے سے بات کی گئی ہے جو کہ عدالت عظمیٰ نے مختلف اقلیتوں کی رائے جاننے کے بعد اپنے فیصلہ سنایا تھا۔

10. Camilla Hadi Chaudhary (university of cambridge), Farid panjwani (Agha khan university), Towards a rights based multi religious curriculum? The case of pakistan, Human rights Education Review ISSN-2535-5406 (Published on: 3 october 2022).

کیملہادی چوہدری اور فرید پنچوانی کا تحریر کردہ یہ مقالہ جو کے انگریزی میں اکیس صفحات میں مشتمل ہے۔ اس میں پاکستان کے تعلیمی نظام میں کثیر مذہبی، حقوق پر مبنی نقطہ نظر کو ضم کرنے کی پیچیدگیوں اور چیلنجز کا جائزہ لیا گیا ہے کہ پاکستان میں موجودہ نصاب کس طرح ایک واحد مذہبی نقطہ نظر سے گھیرا ہوا ہے جو کہ بنیادی طور پر اسلام پر توجہ مرکوز کرتا ہے، جو اکثر مذہبی اقلیتوں اور ان کے عقائد کو پس پشت ڈال دیتا ہے جو نہ صرف انسانی حقوق کے اصولوں کی خلاف ورزی ہے بلکہ معاشرے کی

ترقی میں بھی رکاوٹ بنتا ہے۔ اور اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ موجودہ نصاب کس طرح سماجی تقسیم میں حصہ ڈالتا ہے اور غیر مسلموں میں مذہبی عدم برداشت کو بڑھاتا ہے۔ مصنفین ایسے نصاب کو اپنانے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں جو ملک کے مذہبی تنوع کی عکاسی کرتا ہو اور انسانی حقوق کے معیارات کو برقرار رکھتا ہو۔

اس کے علاوہ جامع حقوق پر مبنی تعلیمی فریم ورک تیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور تجاویز کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسانی حقوق کے اصولوں پر مبنی کثیر مذہبی نصاب مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان زیادہ سماجی ہم آہنگی اور باہمی احترام کو فروغ دے سکتا ہے اس کے علاوہ نصابی اصلاحات کی ضرورت پر زور دیا ہے جو تنقیدی سوچ، تنوع کے احترام اور انسانی حقوق کے عالمی اصولوں کی سمجھ کو فروغ دیں۔

14۔ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض "ڈاکٹر یوسف قرضاوی کی یہ تصنیف ہے جو کہ عربی زبان میں لکھی گئی ہے اور اس کتاب کا ترجمہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد میں شائع ہوا ہے۔ اس کتاب میں غیر مسلموں کے بنیادی حقوق مثلاً مذہب، عقائد، حق آزادی، حق اظہار رائے وغیرہ پر بات کی گئی ہے اور اس کے علاوہ اس کتاب کے دو حصے ہیں ایک میں غیر مسلموں کے حقوق جبکہ دوسرے حصے میں ان کے فرائض کو بیان کیا گیا ہے۔

اس زیر نظر لٹریچر کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں بین المذاہب مطالعات، تقابلی ادیان، غیر مسلم کمیونٹیز، اور مختلف مذاہب کے عقائد و تعلیمات پر متعدد علمی کام موجود ہے۔ کتابوں اور تحقیقی مقالات میں مذاہب کے تاریخی، اعتقادی اور معاشرتی پہلوؤں پر بھرپور بحث کی گئی ہے، اور مختلف مذاہب کے مابین مکالمے، برداشت اور باہمی احترام کے اصولوں کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ تاہم پاکستانی جامعات میں تقابلی ادیان یا "مطالعہ مذاہب" کے نصاب (Curriculum) کا جامع اور تجزیاتی مطالعہ ابھی تک نہیں کیا گیا۔ موجودہ لٹریچر میں یہ سوال غیر واضح رہتا ہے کہ یونیورسٹی سطح پر پڑھایا جانے والا نصاب کس حد تک عصری ضروریات، سماجی و ثقافتی تقاضوں، اور بین المذاہب ہم آہنگی میں مؤثر کردار ادا کر رہا ہے۔ اسی طرح نصاب میں موجود خامیاں، کمیائیں، اور بہتری کے امکانات پر بھی کوئی باقاعدہ تحقیق نہیں ملتی۔ چنانچہ نصاب مطالعہ مذاہب کے حوالے سے ایک واضح تحقیقی خلا (Research Gap) موجود ہے جسے یہ تحقیق پورا کرنے کی کوشش کرے گی۔

جوازِ تحقیق: (Rational of the study)

اس موضوع سے متعلق سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ لینے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ تقابل ادیان کے مختلف پہلوں پر کام تو ہوا ہے لیکن اس خاص موضوع مثلاً نصابات کے تجزیاتی انداز میں کام نہیں ہوا۔ لہذا، اس تحقیق کے ذریعے پاکستان میں رہنے والے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو ان کے نصاب میں درپیش مشکلات کو جانچ کر نصاب کو ان کے مذہبی انداز میں بہتر طور تشکیل دیا جاسکے۔

اس مطالعہ کا مقصد یہ جانچنا ہے کہ کیا موجودہ نصابات مذہبی ہم آہنگی، بین المذاہب مکالمے، اور اقلیتوں کے حقوق کو بہتر انداز میں پیش کر رہا ہے؟ مزید یہ کہ ایسے نصابات میں مختلف مذاہب کے حوالے سے کیا تعصبات اور محدود نظریات موجود ہیں، اور انہیں کس طرح جامع انداز میں بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

مقاصدِ تحقیق: (Objective of the study)

- جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب میں عصری، سماجی اور ثقافتی ضروریات کا جائزہ لینا۔
- عصر حاضر کے سماجی و تعلیمی مسائل جنہیں انتہا پسندی، مذہبی عدم برداشت اور فرقہ واریت وغیرہ کے حل میں پاکستانی جامعات کے موجودہ نصاب کی موثریت کا جائزہ لینا۔
- مطالعہ مذاہب کے نصاب کو عصری تقاضوں کے مطابق بہترین طور پر پیش کرنے کے لیے اقدامات پیش کرنا۔

سوالاتِ تحقیق: (Research Questions)

- پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب میں عصری، سماجی اور ثقافتی ضروریات کا کس قدر احاطہ کیا گیا ہے؟
- موجودہ مطالعہ مذاہب کا نصاب عصر حاضر کے تعلیمی اور سماجی مسائل، انتہا پسندی اور عدم برداشت کے سدباب میں کیسے موثر کردار ادا کر سکتا ہے؟
- مطالعہ مذاہب کے نصاب کو عصری تقاضوں کے مطابق کس طرح بہتر کیا جاسکتا ہے؟

تحدید اور دائرہ کار: (Delimitation of the study)

زیر نظر مقالہ میں صرف راولپنڈی اور اسلام آباد سے منتخب جامعات کے تعلیمی نصاب کا جائزہ لیا جائے گا نہ کہ تمام تر جامعات۔ منتخب جامعات میں اسلام آباد اور راولپنڈی میں سے سرکاری اور نجی چار جامعات کو شامل کیا گیا ہے۔ جن میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، کو شامل کیا گیا ہے۔

منہج تحقیق: (Research Methodology)

۱۔ پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصاب کو جانچنے کے لیے مکس میتھڈ (Mix method) یعنی معیاری اور مقداری طریقہ تحقیق کو شامل کیا گیا ہے۔

۲۔ کمیونٹیز سے متعلق مختلف مقالات، ریسرچ پیپرز، اردو انگریزی کتب اور قرآن و سنت سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ جدید تحقیق کے ذرائع، مثلاً علمی ویب سائٹس، لائبریریز، ای کتب، تحقیقی مجلات اور آرکیو سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۳۔ نصاب کی ساخت اور مواد کا تجزیہ کرنے کے لیے منتخب جامعات سے متعلق (Official websites) اور متعلقہ اداروں کے صدر شعبہ سے آؤٹلائنز لی گئی ہیں۔

۴۔ بین الاقوامی یونیورسٹی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز میں انٹر فیتھ اسٹڈیز سے متعلق پڑھائی جانے والے آؤٹ لائنز میں سامی مذاہب، غیر سامی مذاہب اور پاکستان میں بسنے والی دیگر اقلیتوں کے بارے میں جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں ان کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ اساتذہ کے انٹرویوز کے ذریعے معیاری مواد (Qualitative Data) اکٹھا کیا گیا ہے۔ جس میں جامعات کے نصاب، درسی مواد، اور تعلیمی نصابی پالیسیوں کے بارے میں سوالات کیے گئے ہیں تاکہ مواد اور ساخت کا تفصیلی جائزہ لیا جاسکے۔ اس تجزیے کا مقصد یہ جانچنا تھا کہ آیا یہ نصاب پاکستان میں رہنے والے مختلف مذاہب کے لوگوں کو ان کے بنیادی تعلیمی حقوق اور ان کے دیگر مسائل عصری، سماجی اور ثقافتی ضروریات کو پورا کرتا ہے یا نہیں۔

۶۔ سروے کے ذریعے مقداری مواد (Quantative Data) اکٹھا کیا گیا ہے۔ منتخب جامعات کے طلبہ سے انہیں پڑھائے جانے والے نصاب کے بارے میں سروے کے ذریعے سے سوالات پوچھے گئے، کہ کیا ان نصاب سے ان کی ضروریات پوری

ہو رہی ہیں کیا یہ نصاب جدید سماجی مسائل اور اقلیتوں سے متعلق مسائل اور عصر حاضر سے متعلق بڑھتے ہوئے دیگر مسائل کی عکاسی کرتا ہے یہ نہیں۔

۷۔ سروے کا ڈیٹا ایس پی ایس (Spss) سافٹ ویئر کے ذریعے سے (Analysis) کیا گیا ہے۔

۸۔ اس کے علاوہ نصاب کے مواد کا تجزیہ کرتے ہوئے اس بات پر توجہ دی گئی ہے کہ آیا یہ انتہا پسندی، عدم برداشت، اور مذہبی تنافر جیسے مسائل کا بھی حل پیش کرتا ہے یا نہیں اور انسانی حقوق، مذہبی رواداری، اور کثیر الثقافتی معاشرت کے موضوعات کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے کہ نہیں۔

۷۔ نمل کے مجوزہ فارمیٹ کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

باب اوّل: مطالعہ مذاہب بطور فکری، سماجی اور ثقافتی ضرورت

فصل اول: مطالعہ مذاہب کا تعارف اور دائرہ کار

فصل دوم: مطالعہ مذاہب قرآن اور حدیث کی روشنی میں

فصل سوم: مطالعہ مذاہب بطور فکری، سماجی، ثقافتی ضرورت

باب اول:

مطالعہ مذاہب بطور فکری، سماجی اور ثقافتی ضرورت

عصر حاضر میں تعصب و تنگ نظری، مذہبی منافرت، مذہبی و نسلی گروہ بندی کا بول بالا ہے۔ اس ضمن میں ہمارے معاشرے میں مطالعہ مذاہب سے متعلق شعور اور آگاہی کی اشد ضرورت ہے۔ اعتدال پسند معاشرے اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے مذہبی ہم آہنگی کا فروغ بہت ضروری ہے تاکہ تمام افراد مساوی سطح پر ملکی ترقی، قومی سالمیت اور قومی یکجہتی کے حصول کے لیے کردار ادا کر سکیں۔ لہذا، مطالعہ مذاہب ایسا موضوع ہے جو نہ صرف انسان کے فکر و شعور میں کردار ادا کرتا ہے بلکہ سماجی اور ثقافتی ترقی میں بھی اہمیت کا حامل ہے۔ انسان ہمیشہ سے خالق اور مخلوق کے تعلق، مقصد حیات، اور اجتماعی نظام، اخلاقی اصولوں سے متعلق جوابات تلاش کرنے میں لگا رہا ہے۔ انہی جوابات نے مختلف مذاہب کو جنم دیا ہے اور مزید انسانی تہذیب، ثقافت اور سماجی ڈھانچے کی بنیاد رکھی۔

مطالعہ مذاہب کا بنیادی مقصد مذاہب کے بنیادی عقائد، عبادات، اور رسومات کا اس طرح سے جائزہ لینا ہے کہ اس مذہب کے بارے میں تمام خوبیاں اور خامیاں کھل کر سامنے آسکیں اور سچائی تک پہنچا جاسکے۔ اس کے علاوہ رواداری، صبر و تحمل، مخالف نقطہ نظر کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف مذاہب کے درمیان جو مشترکہ تعلیمات پائی جاتی ہیں ان سے متعلق بھی مفید معلومات حاصل ہو سکے۔ اس کے ذریعے انسان کو اس چیز کا بھی پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی جو زندگی ہے یہ ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی نہیں ہے اور یہاں حق پرستوں کے لیے مخالفت اور صرف آزمائش ہی ہے۔

اس باب میں سب سے پہلے مطالعہ مذاہب کا تعارف اور اس کا دائرہ کار کو واضح کیا جائے گا تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ اس کی وسعت کن پہلوؤں پر محیط ہے۔ اس کے بعد قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں مذاہب کی اہمیت، اور اس کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں بات کی جائے گی کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مطالعہ مذاہب نہ صرف ایک علمی عمل ہے بلکہ ایک دینی ذمہ داری بھی ہے۔ جو نہ صرف یہ کہ مختلف قوموں و ان کے مذاہب کی سچائی کو جاننے میں مدد کرتا ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتا ہے، اور آخر میں مطالعہ مذاہب کس طرح سے دور جدید میں فکری بیداری، سماجی ہم آہنگی اور ثقافتی تعلقات کو بہتر بنانے میں مدد فراہم کر سکتا ہے اس بارے میں بات کی جائے گی۔

فصل اول:

مطالعہ مذاہب کا تعارف اور دائرہ کار

انسانی تاریخ کو دیکھا جائے تو اس میں مذہب ہمیشہ فکر و عمل کی تشکیل کا بنیادی محرک رہا ہے۔ مختلف تہذیبیں اور معاشرتی ڈھانچے اپنے اندر جس تنوع اور رنگارنگی کو سمیٹے ہوئے ہیں، اس کی جڑیں دراصل مذہبی تصورات میں پیوست ہیں۔ مطالعہ مذاہب ایک ایسا علمی شعبہ ہے جو مختلف ادیان کی بنیادوں، ان کے عقائد، رسومات اور معاشرتی اثرات کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ یہ علم نہ صرف بین المذاہب تفہیم کو فروغ دیتا ہے بلکہ ایک ایسی فکری وسعت بھی پیدا کرتا ہے جس سے انسان اپنے اور دوسروں کے اعتقادی پس منظر کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ مطالعہ مذاہب کا دائرہ کار صرف عقائد یا رسومات کے بیان تک محدود نہیں رہتا، بلکہ اس میں تاریخ، فلسفہ، ثقافت، معاشرت اور اخلاقیات کے مختلف پہلو بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس کے ذریعے یہ جانچنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مذاہب نے انسانی تہذیب و تمدن کی تشکیل میں کس طرح کردار ادا کیا اور آج کے عالمی تناظر میں ان کا اثر کس حد تک نمایاں ہے۔ جدید دور میں یہ مطالعہ ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے جو مختلف معاشروں اور قوموں کو باہمی احترام، رواداری اور مکالمے کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔

مذہب کے لغوی معنی

اردو کی مشہور ڈکشنری "فیروز الغات" میں مذہب کے معنی "راستہ، طریقہ، ایمان، عقیدہ، دین کی اشاعت، وغیرہ کے ہیں۔" (1) جبکہ انگریزی زبان میں مذہب کو "Religion" کہتے ہیں جس کے معنی پوجا چاٹ اور پرستش کے ہیں۔ (2)

مذہب کے معنی مذہب کے معنی "راستہ، طریقہ، نظریہ، رائے وغیرہ کے ہیں۔"

مذہب کی تعریف: مذہب سے مراد مقدس، بالاتر اور ان دیکھی ذات پر ایسا اعتقاد، جو اس مقدس ذات کی محبت و رغبت اور

ڈروڈلت کے ساتھ اطاعت پر ابھارتا ہو۔ (3)

1 افریقی، ابن منظور، لسان العرب (دار صادر - بیروت، الطبعة الثانية 1414) فصل المیم، ج، 7، ص، ۱۱۶

2 محمود الرشید حدوٹی، مطالعہ مذاہب، مکتبہ حیات، اشاعت اول: دسمبر ۲۰۰۵ء، ص: ۱۸

3 انیس احمد فلاحی، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، مکتبہ قاسمی علوم، ص: ۲۱

مذہب کا مطلب راستہ یا طریقہ کے ہیں اور مذہب ایک ایسے عقیدہ کو کہتے ہیں جو انسان کو ایک مقدس اور بالاتر ذات پر ایمان لانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس میں محبت، رغبت، خوف اور ذلت کے جذبات شامل ہوتے ہیں، جو انسان کو اس مقدس ذات کی عبادت اور اطاعت کی طرف مائل کرتے ہیں اور اس کے علاوہ انسان کی روحانی رہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاقی اصولوں پر چلنے کی بھی ہدایت دیتا ہے۔

قدیم مسلم مفکرین کو دیکھا جائے، تو انہوں نے مذہب کو ”ملت“ اور ”شریعت“ کے معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔ چنانچہ عبدالکریم شہرستانی اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الملل والنحل“ میں لکھتے ہیں:

”ولما كان نوع الإنسان محتاجاً إلى اجتماع مع آخر من بني جنسه في إقامة معاشه، والاستعداد لمعاده؛ وذلك الاجتماع يجب أن يكون على شكل يحصل به التماثل والتعاون حتى يحفظ بالتماثل ما هو أهله، ويحصل بالتعاون ما ليس له؛ فصورة الاجتماع على هذه الهيئة هي الملة، والطريق الخاص الذي يوصل إلى هذه الهيئة هو المنهاج، والشرعة، والسنة: والاتفاق على تلك السنة هي الجماعة.“⁽⁴⁾

ترجمہ: چونکہ انسان اپنی معاش کی تکمیل اور اپنے آخرت (معاد) کی تیاری کے لیے اپنی جنس (یعنی دوسرے انسانوں) کے ساتھ اجتماع کا محتاج ہے، اور یہ اجتماع ایسی شکل پر ہونا چاہیے جس میں باہمی روک ٹوک (التماثل) اور باہمی تعاون (التعاون) حاصل ہو۔ تاکہ روک ٹوک کے ذریعے ہر شخص اپنے حق کو محفوظ رکھ سکے، اور تعاون کے ذریعے وہ امور حاصل کر سکے جو اس کے بس سے باہر ہیں۔ پس اس ہیئت (یعنی اس نظام اجتماع) پر قائم اجتماع کو ملت کہا جاتا ہے، اور اس اجتماع تک پہنچانے والے مخصوص طریقے کو منہاج، شریعت اور سنت کہا جاتا ہے۔ اور اس سنت پر اتفاق کو جماعت کہا جاتا ہے۔

یعنی شہرستانی کے نزدیک انسانوں کے نظام اجتماع کو ملت اور اس اجتماع تک پہنچنے والے مخصوص راستے کو شریعت و مذہب کہا جاتا ہے۔ اس رو سے شہرستانی کے نزدیک مذہب سے مراد ایسا راستہ ہے، جو انسانوں کے کسی بھی نظام اجتماع تک پہنچنے کی راہ فراہم کرتا ہو، جس میں مخصوص طریقے اور نظریات شامل ہوں، جو اس نظام اجتماع کی تکمیل کرتے ہوں۔

⁴ شہرستانی، عبد الکریم، الملل والنحل (مؤسسة الحلبي) ج ۱، ص: ۳۸

جرمنی فلسفی کانٹ کے مطابق مذہب:

"ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا مذہب کہلاتا ہے"⁵

علامہ فرید وجدی صاحب نے مذہب کی تعریف اس انداز میں کی ہے کہ مذہب ان معقول خیالات کے مجموعہ کا نام ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتہ میں منسلک ہو جائیں اور وہ جسمانی فائدے سے اس طرح سے بہرہ یاب ہوں جس طرح قوت عقلیہ سے وہ ہدایت حاصل کرتے ہیں مذہب نوع انسانی کے لیے ایک ابدی چیز ہے۔⁶

مذہب کے لغوی اور اصطلاحی مفہیم پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مذہب محض ایک رسمی یا خارجی نظام نہیں بلکہ انسانی فکر، روح اور اخلاقیات کو متاثر کرنے والا جامع تصور ہے۔ اردو لغات میں مذہب کے معنی راستہ، طریقہ، عقیدہ اور ایمان بیان کیے گئے ہیں جبکہ انگریزی میں "Religion" کے تحت پرستش اور عبادت کے پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ یہ تنوع دراصل اس بات کی علامت ہے کہ مذہب مختلف زبانوں اور ثقافتوں میں اپنے اپنے زاویے سے سمجھا جاتا ہے، تاہم بنیادی طور پر یہ انسان کو کسی اعلیٰ و مقدس ہستی کی اطاعت، محبت اور خوف کے ساتھ وابستہ کرنے والا نظام ہے۔ فلسفیوں اور علما کی آرا سے بھی مذہب کا ہمہ جہتی تصور نمایاں ہوتا ہے۔ جرمن مفکر کانٹ کے نزدیک مذہب ہر عمل کو خدائی حکم سمجھنے کا نام ہے، جبکہ علامہ فرید وجدی مذہب کو ایسے معقول افکار کا مجموعہ قرار دیتے ہیں جو انسانیت کو باہمی رشتوں میں جوڑنے اور عقلی رہنمائی فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان دونوں آرا سے واضح ہوتا ہے کہ مذہب محض عقیدے تک محدود نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور اجتماعی قوت ہے جو انسان کو روحانی و فکری اعتبار سے سنوارتا اور سماجی زندگی کو با مقصد بناتا ہے۔

⁵ ایضاً، ص: ۱۸

امانوئل کانٹ 1724 (Immanuel Kant) ء میں پروشیا کے شہر کونیگس برگ میں پیدا ہوئے اور جدید مغربی فلسفے کے اہم ترین مفکرین میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اخلاقیات، علیات (Epistemology) اور مابعد الطبیعات (Metaphysics) میں بنیادی نظریاتی تبدیلیاں پیدا کیں۔ ان کی فکر کا مرکزی نکتہ "ذمہ داری پر مبنی اخلاقیات" اور "Categorical Imperative" کا نظریہ ہے، جس کے مطابق اخلاقی عمل کا معیار نیت اور اصول کی آفاقیت ہے۔ کانٹ کی نمایاں تصانیف میں "Critique of Pure Reason"، "Critique of Practical Reason" اور "Critique of Judgment" شامل ہیں۔ 1804ء میں وفات پانے والے کانٹ نے فلسفے میں ایک نئی سمت متعین کی، جس نے جدید دور کی فکری بنیادوں پر گہرا اثر ڈالا۔ (Copleston, Frederick. A History of Philosophy Volume VI — Wolff to Kant. Continuum, 2003)

⁶ محمود الرشید حدوٹی، مطالعہ مذاہب، مکتبہ حیات، اشاعت اول: دسمبر ۲۰۰۵ء، ص: ۱۹-۱۸

مطالعہ مذاہب:

مطالعہ مذاہب سے مراد مختلف مذاہب کے بنیادی عقائد، عبادات اور رسوم کا ایسا ناقدانہ اور عادلانہ جائزہ لینا جس سے ہر مذہب کی قدر و قیمت، خوبیاں اور خامیاں پوری طرح سے معلوم ہو سکیں۔ مطالعہ مذاہب کے دوران اگر کسی دین کی خوبی سامنے آئے تو اسے بلا تکلف سراہا جائے اور اگر کوئی خامی ہے تو اسے دلیل اور برہاں کے ساتھ رد کیا جائے تاکہ حق تک رسائی ممکن ہو۔ دین اسلام کی فضیلت کو دلائل عقلی اور اس کی حقانیت کو تاریخی شواہد کے ساتھ ثابت کیا جائے تاکہ نئی نسل اور تعلیم یافتہ طبقہ اس پر شعوری ایمان لائے، اسے شرح صدر کے ساتھ قبول کرے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنی زندگیوں میں مطلوبہ پسندیدہ تبدیلیاں لائے۔ مطالعہ مذاہب کے ذریعے سے اسلامی عقائد کی دیگر مذاہب کے مقابلے میں حقانیت اور صداقت، اسلامی مصادر کی دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ کے مقابلے میں سلامتی اور نقص و اضافہ سے محفوظ ہونا کھل کر واضح ہو جاتا ہے۔⁷

مطالعہ مذاہب کا آغاز و ارتقاء:

مطالعہ مذاہب کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں دو بنیادی نظریات ملتے ہیں۔ پہلا مذہبی نظریہ یہ ہے کہ مذاہب کا سرچشمہ براہ راست الوہی رہنمائی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعے انسانوں کو دین و ہدایت عطا کی اور مختلف ادوار میں یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے مطابق مذاہب انسانی ذہن یا سماجی عوامل کی پیداوار نہیں بلکہ وحی کی بنیاد پر ہے۔ دوسرا ارتقائی نظریہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ مذاہب کا آغاز انسانی معاشرتی و فکری ترقی کے ساتھ ہوا، ابتدائی ادوار میں لوگ فطری مظاہر مثلاً سورج، چاند، درخت یا جانوروں کی پرستش کرتے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ یہ تصورات بتدریج ارتقا پاتے ہوئے منظم مذہبی شکل اختیار کر گئے۔ یوں ایک طرف مذہبی نظریہ وحی کو اصل مانتا ہے تو دوسری جانب ارتقائی نظریہ انسانی تجربات اور شعور کو مذاہب کا ماخذ قرار دیتا ہے۔

⁷ عبدالحلیم شرر، مطالعہ مذاہب عالم اور اس کے بنیادی اصول، ستمبر 2017ء، 12 جنوری 2025ء، 12:39pm

ارتقائی نظریہ:

ارتقائی نظریہ کی رو سے جب انسان پیدا ہوا تو وہ مذہب کے تصور سے بالکل نا آشنا تھا اور مذہب کی ابتداء مظاہر پرستی سے شروع ہوئی، سب سے پہلے زمین کی پرستش شروع ہوئی۔ سوسائٹی کا اولین نظام امہاتی نظام تھا اور مرد کے مقابلہ میں عورت کو زیادہ عزت دی جاتی تھی اور زمین جس پر انسان بود و باش رکھتا تھا، ماں ہی کی طرح اسکی پرورش اور ربوبیت کا سامان فراہم کرتی تھی۔ اس لیے سب سے پہلے زمین کی پرستش شروع ہوئی اور اسے دھرتی ماما کہنے لگے۔ اس کے بعد جب معاشرہ میں مرد کی اہمیت بڑھی تو امہاتی نظام کی جگہ ابوی نظام آگیا۔ توالوہیت کے تصور میں تبدیلی رونما ہوئی اور دھرتی ماما کے مقابلہ میں "آسمان باپ" کی اہمیت بڑھ گئی تو اس سلسلہ میں سورج اور چاند کی پرستش ہو گئی۔⁸

مطلب دنیا کی قدیم اقوام نے فطرت کے مختلف مظاہر جیسے سورج، چاند، ستارے پہاڑ، درخت، آگ، ہوا، پانی اور دیوتا مانا اور ان کی پرستش کی۔ سورج کو قدیم تہذیبوں میں اہم معبود سمجھا جاتا تھا۔ جیسے مصر، بابل، یونان، اور جاپان میں۔ چاند کی پرستش سورج کی نسبت کم ہوئی لیکن بابلیوں اور دیگر اقوام نے اسے اہمیت دی۔ ستاروں کی عبادت نے علم نجوم اور علم فلکیات کی بنیاد رکھی۔ اور قطب ستارے کو دیوتا تصور کیا گیا۔ اسی طرح سے پہاڑوں کو زرخیزی اور قدرتی فوائد کی وجہ سے مقدس سمجھا گیا، درختوں کو بھی دیوتا کے طور پر پوجا گیا۔ ہوا اور مٹی کو بھی مختلف تہذیبوں میں دیوتا کا درجہ دیا گیا۔ جنسی اعضاء کی پرستش بھی کئی تہذیبوں جیسے کہ، مصر، عراق، ہندوستان، یونان، اور روم وغیرہ میں کی جاتی تھی۔ اسی طرح سے حیوان پرستی ابتداء میں خوف پر مبنی تھی بعد میں اسے بھی روحانی عقائد کے ساتھ جوڑا گیا۔ مصر اور ہندوستان میں حیوان پرستی عام تھی۔ یہ تمام عبادات انسانی فطرت اور معاشرتی ارتقاء کی عکاسی کرتی ہیں۔

مذہبی نظریہ:

قرآن مجید اور تورات کا نظریہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کیا تو اسکی جسمانی ضروریات کی طرح روحانی ضروریات کا سامان بھی مہیا کیا۔ روحانی ضروریات کا سامان توحید اور عبادت مقرر کر کے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے انسان کی رہنمائی کی۔ آغاز میں انسان کا مذہب توحید تھا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

⁸ پروفیسر، غلام رسول چیمہ، مذہب عالم کا تقابلی مطالعہ، چودھری غلام رسول اینڈ پبلشرز، ص: ۷۰

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾⁹

ترجمہ: کہ میں نے جن وانس کو محض عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو دوسروں کی بندگی کے لیے نہیں بلکہ اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ کیونکہ انہیں تخلیق میں نے کیا ہے نہ کہ کسی اور نے، اس کے علاوہ یہ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ انسان کا مذہب صرف توحید ہونا چاہیے کیونکہ مذہب ہی انسان کو سکھاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو کس طرح سے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق گزارے اور مذہب انسان کو اخلاقیات، روحانیت، اور اجتماعی، زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کے تقاضے پورے کرنے کا راستہ دکھاتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ-----﴾¹⁰

ترجمہ: اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں سے بچو۔

یعنی ہر قوم کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے تاکہ انسان برائی سے بچ سکے۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو توحید کا ہی درس دیا ہے۔ اس کے علاوہ توحید اور عبادت الہامی لازم و ملزوم ہیں۔

اب بات کی جائے اگر قرآن کی تو بابتل کی نسبت قرآن مجید میں انسان کی تخلیق کو زیادہ گہرائی سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ آخر کار مغربی محققین بھی ارتقائی نظریہ کا رد کر کے قرآنی نظریہ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ جس میں مغرب کے مشہور محقق پروفیسر ولیم شمیٹ کا نام سرفہرست ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان کا شروع سے مذہب توحید رہا ہے بعد میں انسان توحید سے منحرف ہو کر شرک والحاد کی طرف بڑھے۔¹¹

⁹ الذاریات: 56/51

¹⁰ النحل: ۳۶/۱۶

¹¹ ولیم شمیٹ (1868-1954) ایک آسٹریائی کیتھولک پادری، لسانیات، بشریات دان اور مذاہب و ادیان کے محقق رہے ہیں۔ جنہوں نے ابتدائی مذہبی عقائد اور انسانی تہذیبوں پر گہرا مطالعہ کیا۔ 1906 میں مشہور جریدہ کے بانی تھے اور بعد ازاں 1931 میں Anthropos ادارہ قائم کیا، اور ان کی بحث فن میں خصوصی شہرت ان کے نظریہ 'monothéisme primitif' (ابتدائی توحید) کے باعث سب سے زیادہ مشہور ہیں، جس کے مطابق انسان کا اولین مذہب توحید پر مبنی تھا، نہ کہ شرک پر ان کی مشہور کتب میں ایک کتاب (The Origin of the Idea of God) شامل ہے۔ انہوں نے ویننا اور بعد میں فریبورگ میں علمی خدمات انجام دیں اور ان کے کام نے بیسویں صدی کی مذہبی بشریات پر دیرپا اثرات مرتب کیے۔

مطالعہ مذاہب کی ضرورت واہمیت:

مطالعہ مذاہب کے ذریعہ ایک مومن کو متبادلات پر غور کرنے اور دیگر مذاہب عقائد و معتقدات سے اسلامی عقائد کو جانچنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ متبادلات پر غور کیے اور تقابل کے بغیر نیز دیگر معاملات اور ثابت شدہ حقائق سے کسی چیز کی مطابقت کو جانچے بغیر اسکی حقیقت سے متعلق فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے، تقابل کے ذریعہ مومن کا ایمان سوچا سمجھا اور شعوری ہوتا ہے۔ اس سے اسلامی عقائد اور شریعت پر شرح صدر اور اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔¹²

مطالعہ مذاہب کی ضرورت واہمیت کا انداز اس طرح سے لگایا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان کو مختلف عقائد نظریات اور ثقافتوں کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے اس کے علاوہ اپنے دین کی حقیقت کو بہتر طور پر جانچنے اور تقویت دینے کا موقع ملتا ہے، مذہب برآں، مختلف مذاہب کی تعلیمات، لوگوں کے درمیان بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ ملنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی ہم آہنگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

مطالعہ تقابل ادیان کے فوائد:

مطالعہ تقابل ادیان کے کئی فوائد ہیں۔ جن میں

1. سب سے پہلے مطالعہ میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔
2. اس کے علاوہ رواداری، صبر و تحمل، مخالف نقطہ نظر کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف مذاہب کے درمیان جو مشترکہ تعلیمات پائی جاتی ہیں ان سے متعلق بھی مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔
3. مطالعہ تقابل ادیان سے انسان کو اس چیز کا بھی پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی جو زندگی ہے یہ حق و باطل کی رزم گاہ ہے اور یہاں حق پرستوں کے لیے مخالفت اور صرف آزمائش ہی ہے۔
4. مطالعہ تقابل ادیان سے نہ صرف دینی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ علم و استدلال کے نئے راستے کھلتے ہیں، کیونکہ ہر مذہب کا اپنا فلسفہ ہوتا ہے۔ اس سے غیر شعوری ایمان کو شعوری اور عقائد کو مستحکم بنانے میں مدد بھی ملتی ہے۔ قوت استدلال میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ تعصب و تنگ نظری کا اضافہ بھی ہوتا ہے۔

¹² انیس احمد فلاحی، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، مکتبہ قاسمی العلوم، مطبع گنج شکر پریس، ص: ۲۱

5. مزید یہ کہ، جب ہم ادیان کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہم چونکہ مختلف مذاہب کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہوتے جس سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جو گزشتہ اقوام تھیں ان کا کردار کیا تھا ان کے عروج و زوال کی داستانیں پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جن اقوام نے نیکی اور بھلائی کا راستہ اختیار کیا صرف انہوں نے ہی فلاح پائی، اور جنہوں نے ظلم، بغاوت اور سرکشی کی، شہنشاہ کا راستہ اختیار کیا اور اپنی مادی قوت اور اقتصادی خوشحالی ہونے کے باوجود ذلیل و رسوا ہوئے ہیں۔¹³

6. اس مطالعے سے مزید یہ بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ ہمیں موعظت و عبرت کے اسباق ملتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾¹⁴

ترجمہ: "دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا"

تقابل ادیان کے مطالعہ سے مختلف اقوام میں پھیلی ہوئی حکایات، روایات، مذہبی کتابوں میں مذکورہ مواد جو غلط انداز میں شامل کیا گیا ہو اس کا بھی پتہ لگتا ہے۔

تقابل ادیان کے اصول:

تقابل ادیان کے مندرجہ ذیل بنیادی اصول ہیں۔ جن میں؛

1. ایک مذہب کی تعلیم کو صحیح ثابت کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دوسرے مذاہب کی تعلیمات کو غلط ثابت کیا جائے۔ اور نہ یہ لازم ہے کہ ایک مذہب میں حق و صداقت کے موجود ہونے سے دوسرے مذہب میں اس کا عدم لازم آئے، حق ایک کلی حقیقت ہوتی ہے۔ حال و مقام بدلنے سے حقیقت و اصلیت نہیں بدلتی۔ حق کی قدر کی جائے یہ کی خواہ مخواہ کھینچ تان کر اسے بے قدر ثابت کرنے پر زور دیا جائے۔

2. اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ حق اس کے مذہب کے سوا کہیں اور موجود ہی نہیں ہے تو وہ نہ صرف دوسرے مذاہب پر بلکہ وہ خود حق پر بھی ظلم کرتا ہے۔ حق و صداقت کی روشنی تقریباً ہر جگہ ہی موجود ہوتی ہے۔ البتہ ارباب تحقیق جب

¹³ شیخ احمد ديدات، یہودیت، عیسائیت اور اسلام، مترجم، مصباح اکرام، کلاسک پرنٹرس، دہلی، ۲۰۱۲ء، ص ۳۱

¹⁴ الانعام: ۱۱

ایک مذہب کو کسی دوسرے مذہب پر ترجیح دیتے ہیں تو ان کی نگاہ میں وہ مذہب تجلیاتِ حقیقت کا مظہر اتم (یعنی حقیقت کے جلووں یا روشنیوں کا سب سے اعلیٰ اور واضح اظہار) ہوتا ہے۔ پس تقابلِ ادیان کے کسی متعلم کو کبھی یہ فیصلہ کر کے نہیں بیٹھ جانا چاہیے کہ اس کے مرغوب مذہب کے سوا باقی تمام مذاہب حق کی روشنی سے خالی ہیں۔ بلکہ انھیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کے سامنے حق و باطل دونوں ملے جلے آئیں گے اور انہیں اپنی عقل سلیم کے ذریعہ سے حق اور باطل کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ہے۔

3. مذہبی تحقیقات میں اس امر کا خاص خیال کیا جائے کہ ابتداء میں کسی بھی مذہب کے متعصب مخالفین اور غالی متبعین دونوں کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے سے گریز کیا جائے کیونکہ ایسی کتب سے تحقیق کرنے والے کے ذہن میں پہلے ہی ایک خاص سوچ یا تعصب پیدا ہو جاتا ہے جو اسے اس مذہب کو اصل روپ میں دیکھنے نہیں دیتا۔ اگر کسی مذہب کی اصل تک پہنچنا ہو تو اسے اس زوایے سے دیکھا جائے جیسے وہ خود اپنے آپ کو پیش کرتا ہے نہ کہ دوسرے لوگ اسے کس نظریے سے دیکھتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ اس مذہب کی بنیادی اور اصل کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ اور اپنی عقل سے اس کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کیا جائے۔¹⁵

مختصر یہ کہ، مطالعہ مذہب کے تحقیقی اصول اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ کسی ایک مذہب کو درست ثابت کرنے کے لیے دوسرے مذاہب کو غلط قرار دینا ضروری نہیں، کیونکہ حق و صداقت ایک آفاقی اور کلی حقیقت ہے جو مختلف مذاہب میں مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس لیے ایک غیر جانب دار اور منصفانہ رویہ اختیار کرنا ناگزیر ہے تاکہ ہر مذہب کے اندر موجود سچائی کو سمجھا جاسکے۔ طالب علم کو یہ رویہ اپنانا چاہیے کہ وہ عقل و فہم کے ذریعے حق و باطل میں امتیاز کرے اور صرف اپنے پسندیدہ مذہب کو ہی حق کا واحد مرکز نہ سمجھے۔ مزید برآں، کسی مذہب کے بارے میں تحقیق کرتے وقت اس کے مخالفین کی تصنیفات پر انحصار نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ تعصب کو جنم دیتی ہیں۔ اصل علمی طریقہ یہی ہے کہ ہر مذہب کو اس کے اپنے بنیادی ماخذ اور مستند مصادر سے سمجھا جائے تاکہ اس کی اصل روح سامنے آسکے۔ یہ اصول اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ نصابِ مطالعہ مذہب میں غیر جانبداری، عقل سلیم، تنقیدی و تحقیقی رویہ اور مستند ماخذات کا مطالعہ بنیادی اجزاء ہونے چاہئیں۔ ان کو نصاب میں شامل کرنے سے طلبہ کو مذہب کی درست اور حقیقت پسندانہ تفہیم

¹⁵ سید ابوالاعلیٰ، مودودی، الجہاد فی السلام، ادارہ ترجمان القرآن اردو بازار، لاہور، اے۔ این۔ اے پرنٹرز، لاہور، ص: ۳۲۳

میسر آئے گی اور ان میں مکالمہ، تنقیدی سوچ اور بین المذاہب احترام جیسی صلاحیتیں پروان چڑھیں گی، جو عصر حاضر کے چیلنجز، جیسے انتہا پسندی اور مذہبی عدم برداشت کے حل میں معاون ثابت ہوں گی۔

فصل دوم:

مطالعہ مذاہب قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کی روشنی

قرآن مجید عظیم الشان اسلامی تعلیمات اور حکمت سے بھرپڑا ہے۔ جو انسان کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ توحید، عبادات، اخلاقیات، معاملات، معاشرتی زندگی، اقتصادی اصول، انسانی حقوق، والدین کے حقوق، عورتوں کے حقوق، اور مظلوموں کے حقوق کے بارے میں تفصیل سے بتاتا ہے۔ یہ عبادات اور اخلاقیات کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ مختلف مذاہب کے ماننے والوں سے اچھے تعلقات کے بارے میں بھی بات کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مطالعہ مذاہب نہ صرف ایک علمی عمل ہے بلکہ ایک دینی ذمہ داری بھی ہے۔ جو نہ صرف یہ کہ مختلف اقوام اور ان کے مذاہب کی سچائی و صداقت کو جاننے میں مدد کرتا ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام اپنے ماننے والوں کو دوسرے مذاہب کے ساتھ افہام و تفہیم، مذاکرہ و مکالمہ اور حکمت و نصیحت کا راستہ اختیار کرنے کے بارے میں زور دیتا ہے۔ قرآن کا یہ پیغام ہمہ جہتی ہے، کہ تمام انسانیت اپنے نظریاتی اختلافات کو حکمت، صبر، اور محبت کے ساتھ حل کرے۔ مکالمہ بین المذاہب قرآن کا ایک اہم موضوع ہے، کیونکہ یہ مختلف مذاہب کے درمیان ہم آہنگی، اتفاق، اور رواداری کا پیغام دیتا ہے۔ قرآن مجید نے مختلف اقوام، اہل کتاب، اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے خطاب کرتے ہوئے ان کے عقائد کا جائزہ لیا، ان کے سوالات کا جواب دیا ہے، اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں بات چیت کرنے کے اصول بھی سکھائے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے عقائد، طرز و عمل، اور ان کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے۔ جو نقاط کی صورت میں درج ذیل ہے۔

1۔ قرآن مجید کی روشنی میں مطالعہ بین المذاہب:

قرآن مجید انسانیت کو باہمی شناخت اور تعارف کے اصول پر جمع کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ مختلف ادیان و ملتوں کے وجود کو قرآن ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرتا ہے اور اہل ایمان کو اس بات کی ہدایت دیتا ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے مکالمہ حسن اخلاق، عدل اور حکمت کے ساتھ کریں۔ اس پس منظر میں مطالعہ بین المذاہب دراصل قرآن

کے اس پیغام کی عملی صورت ہے جس میں مقصد اختلافات کو بنیاد بنا کر دوریاں پیدا کرنا نہیں بلکہ فہم و تدبر کے ذریعے مشترکات تک پہنچنا ہے۔ قرآن مجید کی روشنی میں مطالعہ بین المذاہب ایک ایسا علمی اور اخلاقی عمل ہے جس کے ذریعے نہ صرف مختلف مذاہب کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ اہل اسلام کے لیے اپنے دین کی حقانیت کو زیادہ دلائل کے ساتھ واضح کرنے کا موقع بھی فراہم ہوتا ہے۔ یہ مطالعہ محض تقابل یا تنقید کے لیے نہیں بلکہ تعمیری مکالمے اور انسانی اقدار کی حفاظت کے لیے ہے، تاکہ مختلف مذاہب کے پیروکار ایک دوسرے کو دشمن کے بجائے مکالمہ کرنے والے شراکت دار کے طور پر دیکھ سکیں۔

۱۔ مشترکہ اصولوں پر اتفاق :

بین المذاہب مکالمے کی اہمیت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب مختلف عقائد و مذاہب کے ماننے والے ایک دوسرے کے افکار و نظریات کو سمجھنے اور مشترکہ اصولوں پر بات کر کے انسانی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے کا عزم کریں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾¹⁶

ترجمہ: کہو، "اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنا لے" اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مذاہب کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسانی خدمت، اخلاقی اقدار کا فروغ، اور رواداری اور آپس میں احترام و محبت کی فضا قائم کی جائے، جو کہ اس وقت ممکن ہو گئی جب ہم اختلافات کو پیچھے چھوڑ کر اتحاد کی راہ کو اپنائیں گے۔ اور دلوں کے فاصلے مٹا کر ایک دوسرے سے حسن و سلوک اور احترام سے پیش آئیں گے اور ایک دوسرے سے ان موضوعات پر بات چیت کریں گے جو ایک جیسے ہوں۔ اس اصول کو قرآن کریم نے کچھ اس طرح سے واضح کیا ہے۔

¹⁶ سورۃ آل عمران: ۶۴/۳

ب۔ حکمت و نرمی کا اسلوب:

مطالعہ مذہب میں حکمت اور نرمی کا اسلوب بنیادی رہنمائی فراہم کرتا ہے کیونکہ مختلف عقائد اور افکار سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ مکالمہ تب ہی مؤثر ہو سکتا ہے جب اس میں سختی یا تعصب کے بجائے بصیرت، برداشت اور مثبت رویہ کار فرما ہو۔ قرآن مجید میں یہ اصول دیا گیا کہ دعوت اور مکالمہ حکمت کے ساتھ ہونا چاہیے، یعنی ہر قوم اور ہر فرد کی ذہنی سطح اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے گفتگو کی جائے۔ نرمی کا اسلوب اس لیے ضروری ہے کہ انسانی فطرت سختی کے بجائے شفقت اور دلیل سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ اگر مطالعہ مذہب میں گفتگو کا انداز جارحانہ یا تحقیر آمیز ہو تو نہ صرف دوسرا فریق اپنی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا بلکہ باہمی کشیدگی مزید بڑھتی ہے۔ اس کے برعکس جب مکالمہ نرمی، دلیل اور حسن کلام پر مبنی ہوتا ہے تو نہ صرف مختلف مذہب کے ماننے والوں کے درمیان اعتماد قائم ہوتا ہے بلکہ علمی فضا بھی مثبت رخ اختیار کرتی ہے، جو تحقیق اور تفہیم دونوں کے لیے سازگار ہے۔ یہی اسلوب مطالعہ مذہب کو محض تقابلی کے بجائے تعمیری مکالمے میں بدل دیتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید دیگر مذہب کے لوگوں سے حکمت و نرمی سے بات کرنے کا کہتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے نہ صرف خیالات کو موثر انداز میں پیش کیا جاتا ہے بلکہ دلوں کو جیتنے کا ہنر بھی پیدا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ

ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾¹⁷

ترجمہ: اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو تمہارا رب ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہ راست پر ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نرمی سے کی جانے والی گفتگو نہ صرف دل پر گہرے اثرات چھوڑتی ہے، بلکہ مخالف کے دل میں قبولیت کی کیفیت بھی پیدا کر دیتی ہے، یہی وہ صفت ہے جو مکالمے کو تضاد سے ہم آہنگی، اختلاف سے اتفاق، اور نفرت سے محبت کی طرف لے جاتی ہے۔ لہذا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی

سے نصیحت کر کے دعوت دینے کا کہا ہے اور کہا اگر کبھی بحث کی نوبت آجائے تو وہ بھی اچھے طریقے سے کرو، یا سب سے بہترین طریقے سے۔

ج۔ دلیل پر مبنی بات چیت :

مطالعہ بین المذاہب میں ایک اہم اصول دلیل پر مبنی گفتگو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والے جب ایک دوسرے سے گفتگو کریں تو ان کی گفتگو ذاتی تعصب، جذبات یا الزام تراشی کے بجائے علمی بنیادوں اور منطقی استدلال پر استوار ہو۔ اس انداز سے نہ صرف بات کو سننے اور سمجھنے کا موقع ملتا ہے بلکہ دوسرے فریق کے ساتھ علمی احترام کا رشتہ بھی قائم ہوتا ہے۔ قرآن مجید اسی اسلوب کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اہل کتاب سے گفتگو "أَحْسَنَ طَرِيقٍ" کے ساتھ ہو، یعنی بات کو مضبوط دلائل، نرمی اور حکمت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ ایسا مکالمہ دراصل باہمی تفہیم اور اعتماد سازی کا ذریعہ بنتا ہے، کیونکہ جب گفتگو دلیل اور منطق پر مبنی ہو تو دوسرا فریق اسے رد کرنے کے بجائے غور و فکر پر آمادہ ہوتا ہے۔ دلیل پر مبنی گفتگو کا فائدہ یہ ہے کہ یہ علمی سطح پر اختلافات کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ مشترکہ اقدار کو بھی نمایاں کرتی ہے۔ اس طرح مکالمہ بین المذاہب صرف مباحثہ نہیں رہتا بلکہ ایک ایسا تعمیری عمل بن جاتا ہے جو انسانی معاشرے میں رواداری اور فکری ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔

اسی اصول کے تحت قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي

أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأَنْزَلَ إِلَيْنَا وَإِلَيْكُمْ وَإِلَيْنَا وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾¹⁸

ترجمہ: اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں، اور ان سے کہو کہ "ہم ایمان لائے ہیں اُس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اُس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی، ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے مسلم (فرماں بردار) ہیں۔

قرآن مجید مکالمہ کرنے کے دوران نرمی اور مثبت رویے سے بات کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اختلافی مسائل پر بات کرتے وقت بھی ایسا لہجے میں بات کی جائے جو سننے والے کو معقولیت کے ساتھ حقائق کو سمجھنے کا موقع دے۔ مبلغ

کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ سامنے والے کے دل کا دروازہ سچائی سے کھول کر اسے صحیح راستے پر آنے کی دعوت دے، نہ کہ صرف اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اس سے بحث کرے۔ اپنے حریف سے لڑائی یا نیچا دکھانا اس کا مقصد نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اپنی حکمت اور نرمی سے کام لینا چاہیے۔ جس طرح ایک ڈاکٹر جب مریض کا علاج کرتے ہوئے اس کا خیال رکھتا ہے کہ کہیں کسی بے احتیاطی سے مریض کی حالت مزید بگڑ نہ جائے۔ اسی طرح سے مبلغ کا مقصد بھی یہی ہونا چاہیے کہ ایسی حکمت و دانشمندی سے مکالمہ کرے کہ سننے والا سچائی کو آسانی سے قبول کرنے پر قائل ہو جائے۔

د۔ مذہبی آزادی اور رواداری:

مطالعہ بین المذاہب کی کامیابی میں ایک اصول یہ ہے کہ اس میں شریک تمام مذاہب کے پیروکاروں کی مذہبی آزادی اور عقیدے کے احترام کو بنیادی اہمیت دی جائے۔ اگر مکالمے میں یہ احساس نہ ہو کہ ہر فرد کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے، تو باہمی گفتگو تعمیری رخ اختیار نہیں کر سکتی۔ قرآن مجید نے اس اصول کو واضح کر دیا کہ ایمان اور عقیدے کا تعلق جبر کے بجائے آزادانہ انتخاب سے ہے۔ اس آیت کی روشنی میں مطالعہ بین المذاہب کا مقصد کسی پر اپنا عقیدہ مسلط کرنا نہیں بلکہ مختلف مذاہب کو سمجھنے اور باہمی احترام کے ساتھ سننے کا عمل ہے۔

قرآن مجید ہر فرد کو اپنی رائے کے اظہار کا کرنے کا پورا حق دیتا ہے۔ اس اصول کے تحت مختلف مذاہب کے افراد کے درمیان مکالمے میں اختلاف رائے کو برداشت کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ جیسے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۶ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾¹⁹

ترجمہ: دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین کے معاملے میں کسی سے کوئی زبردستی نہیں ہے۔ یہ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ اسلام کسی کو زبردستی مسلمان بنانے یا پھر جبراً کسی پر اسلامی عقائد مسلط کرنے کا درس نہیں دیتا۔ لہذا، اسلام کو قبول کرنے میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔ ہر کسی کو اپنے مذہب کی آزادی حاصل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو عقل سلیم جیسی صفت سے نوازا ہے، جو کہ ہدایت اور گمراہی کے درمیان واضح فرق بیان کرتی ہے۔ تو پھر جبراً اسلام کی طرف لانا بیوقوفانہ کام ہے۔ کیونکہ اسلام تو نام ہی سلامتی ہے اور ایمان دل سے اللہ تعالیٰ کا اقرار کرنے نام ہے۔ اس کے علاوہ عقیدے کی بنیاد شعور اور سمجھ بوجھ پر مبنی ہونی چاہیے۔ کیونکہ ایمان زبردستی کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ فہم و ادراک، اور شعور سے سوچنے کا

¹⁹ سورۃ البقرہ: 2/256

نام ہے۔ اگر کوئی شخص شیطانی راستے کو چھوڑ کر اللہ کے راستے پر آتا ہے تو وہ ایک مضبوط اور ناقابلِ ٹوٹ رشتہ اپنے رب سے بنا لیتا ہے۔ لہذا، دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔

مذہبی آزادی اور رواداری کو ملحوظ رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ مکالمہ محض نظری اختلافات کی بحث تک محدود نہیں رہتا بلکہ ایک وسیع تر سماجی اور اخلاقی ہم آہنگی کی بنیاد رکھتا ہے۔ اس طرح کے مطالعے سے یہ شعور اجاگر ہوتا ہے کہ مختلف ادیان کے ماننے والے اپنی شناخت کے ساتھ ایک ہی معاشرے میں پرامن طور پر رہ سکتے ہیں اور انسانی اقدار جیسے انصاف، خیر سگالی اور اخلاقی اصولوں پر یکجا ہو سکتے ہیں۔ یہی رویہ مطالعہٴ بین المذاہب کو محض علمی سرگرمی سے بڑھا کر عالمی امن اور باہمی بقائے باہمی کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔

رواداری کا تقاضا یہ ہے کہ گفتگو کے دوران دوسروں کے عقائد کی تضحیک یا تمسخر سے گریز کیا جائے اور ہر مذہب کو اس کے اپنے فکری اور روحانی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ جب ایک فریق دوسرے کو عزت اور وقار دیتا ہے تو نہ صرف مکالمے کا ماحول سازگار ہوتا ہے بلکہ اختلافات کے باوجود قربت اور اعتماد کے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔ رواداری دراصل یہ اعتراف ہے کہ ہر مذہب کے ماننے والے اپنی روحانی وابستگی کو مقدس سمجھتے ہیں، اس لیے ان کے ساتھ مکالمہ ہمیشہ احترام اور برداشت کی فضا میں ہونا چاہیے۔

ر۔ عقائد و مذاہب کا احترام کرنا:

مطالعہٴ بین المذاہب میں سب سے اہم اصول دوسروں کے عقائد اور مذاہب کے احترام کو پیشِ نظر رکھنا ہے۔ اگر کسی مذہب کو سمجھنے کی کوشش اس کی تنقیص یا تمسخر کے ساتھ کی جائے تو اس سے نہ صرف علمی مقصد فوت ہو جاتا ہے بلکہ مکالمے کا ماحول بھی کشیدہ ہو جاتا ہے۔ احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مذہب کو اس کے ماننے والوں کے زاویہٴ نظر سے دیکھا اور سمجھا جائے، نہ کہ اپنے تعصبات کی عینک سے۔

قرآن مجید نے اس اصول کو یوں واضح کیا ہے۔

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾²⁰

ترجمہ: اے ایمان والو! "یہ جو لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالی نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

یعنی دوسروں کے معبودوں کو برا نہ کہو تاکہ وہ بھی دشمنی میں اللہ کو برا نہ کہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذہبی اختلاف کے باوجود احترام لازمی شرط ہے۔

عقائد کے احترام کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ حق و باطل کا فرق مٹا دیا جائے یا سب مذاہب کو برابر مان لیا جائے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ علمی گفتگو ایسے انداز میں ہو جو دوسرے فریق کے جذبات کو مجروح نہ کرے۔ اس طرح مکالمے میں مثبت رویہ قائم رہتا ہے اور اختلاف رائے کو دشمنی میں بدلنے کے بجائے علمی تبادلہ خیال کی صورت ملتی ہے۔ یہ اصول ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ اپنے دلائل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بات سننے اور سمجھنے کا حوصلہ بھی پیدا کیا جائے۔ عقائد و مذاہب کے احترام کو ملحوظ رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ مکالمہ صرف تقابلی مطالعے تک محدود نہیں رہتا بلکہ اعتماد اور باہمی تعاون کی فضا پیدا کرتا ہے۔ جب کوئی محقق یا مکالمہ کرنے والا دوسروں کے مذہبی عقائد کو سنجیدگی سے لیتا ہے تو یہ عمل اس کے اپنے علمی مقام کو بھی بلند کرتا ہے۔ اس طرح مطالعہ بین المذاہب محض اختلافات کو نمایاں کرنے کا ذریعہ نہیں بنتا بلکہ انسانی معاشرے میں باہمی رواداری، امن اور فکری ہم آہنگی کو فروغ دینے والا ایک مثبت عمل بن جاتا ہے۔

س۔ بین المذاہب ہم آہنگی:

مطالعہ بین المذاہب میں سب سے بنیادی تقاضا یہ ہے کہ اس عمل کو اختلافات کو بڑھانے کے بجائے ہم آہنگی اور اشتراک کے فروغ کا ذریعہ بنایا جائے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان گفتگو میں تعصبات اور پیشگی فیصلوں کو شامل نہ کیا جائے بلکہ سننے اور سمجھنے کی آمادگی پیدا کی جائے۔ جب محقق یا مکالمہ کرنے والا یہ رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ دوسروں کے ساتھ علمی سطح پر ربط قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ایک ایسا ماحول بھی پیدا کرتا ہے جس میں امن اور برداشت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

بین المذاہب ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ گفتگو مشترکہ اقدار اور اخلاقی اصولوں پر مرکوز ہو۔ تمام مذاہب انسانیت، خیر خواہی، عدل اور صداقت جیسے اصولوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان مشترک بنیادوں پر بات کرنے سے فریقین کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اختلافات اپنی جگہ ہیں لیکن انسانیت کے بنیادی مسائل میں سب ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ یہ طرز فکر نہ صرف ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے بلکہ مختلف مذہبی گروہوں کو معاشرتی سطح پر تعاون اور باہمی اعتماد کی راہ پر بھی گامزن کرتا ہے۔

تمام مذاہب کو آپس میں محبت، اتحاد و اتفاق، ایثار و قربانی، اور اخوت کے ساتھ رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن مجید نے ایسے کام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ﴾²¹

ترجمہ: کہو، اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو۔

اسلام شدت پسندی جیسے افعال سے منع کرتا ہے۔ اور آپس میں محبت، ہمدردی اور اخوت اور احترام انسانیت کا درس ہے۔ قرآن مجید اسلام کا سرچشمہ ہے۔ جو تمام انسانوں کے لیے ہدایت موجود ہے۔ جب ایک مسلمان قرآنی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے، تو اس کا دل نرم ہو جاتا ہے۔ عفو و درگزر جیسی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ ایسے میں نہ تو وہ شدت پسند ہو سکتا ہے، اور نہ ہی خونریزی کرنے والا۔ مزید برآں، بین المذاہب ہم آہنگی اس وقت زیادہ مؤثر بنتی ہے جب گفتگو میں عزت و احترام کا پہلو نمایاں ہو اور کسی کے عقائد کی توہین یا تحقیر سے اجتناب کیا جائے۔ ایسے مکالمے میں دلائل، حکمت اور نرمی کا امتزاج نہ صرف علمی نتائج کو مضبوط بناتا ہے بلکہ دوسروں کے دلوں میں بھی اعتماد اور قربت پیدا کرتا ہے۔ اس طرح مطالعہ بین المذاہب صرف ایک تحقیقی یا علمی سرگرمی نہیں رہتا بلکہ ایک ایسا مثبت عمل بن جاتا ہے جو معاشرے کو ہم آہنگ، پر امن اور تعاون پر مبنی بنانے میں مدد دیتا ہے۔

2۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں مطالعہ بین المذاہب:

احادیث مبارکہ میں بین المذاہب تعلقات کے حوالے سے جو رہنمائی ملتی ہے، وہ دراصل رواداری، عدل اور حسن سلوک پر مبنی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں ہمیشہ خیر خواہی اور انصاف کو ملحوظ رکھا۔

²¹ سورۃ المائدہ: ۷۷/۵

”قَالَ: أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بَغْيًا طِيبَ نَفْسٍ فَأَنَا

حَاجِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“²²

آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ "خبردار، جس کسی نے معاہدہ پر ظلم کیا، اس کا حق مارا یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس سے کوئی چیز اس کی اجازت کی بغیر لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے مقدمہ لڑوں گا"

اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام دوسروں کے عقائد اور حقوق کے احترام پر زور دیتا ہے۔ اس روشنی میں مطالعہ مذہب کا مقصد محض نظری اختلافات کو بیان کرنا نہیں بلکہ دوسروں کے ساتھ احترام اور انصاف کی بنیاد پر علمی مکالمہ کرنا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی عملی سیرت میں بھی ہمیں بین المذاہب مکالمے کی جھلک نظر آتی ہے۔ مختلف مواقع پر آپ ﷺ نے اہل کتاب کے وفود سے گفتگو کی اور انہیں ان کے عقائد کے مطابق جواب دیا۔ اس انداز سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ مکالمے میں شدت یا تحقیر کے بجائے دلیل، وضاحت اور نرمی کو ترجیح دینی چاہیے۔ اس طرح احادیث مبارکہ مطالعہ مذہب کے لیے وہی بنیاد فراہم کرتی ہیں جو قرآن مجید میں حکمت اور حسن کلام کے ساتھ دعوت کی صورت میں دی گئی ہے، تاکہ مختلف ادیان کے ماننے والے ایک دوسرے کو بہتر طور پر سمجھ سکیں اور پرامن بقائے باہمی کے راستے پر چل سکیں۔

آپ ﷺ نے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھی، جو انسانی ہمدردی، انصاف اور حسن و سلوک کا درس دیتی ہے۔ جس سے معاشرے میں برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور مثبت تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا فَضْلٌ لِّعَرَبِيٍّ عَلَىٰ أَجْجَبِيٍّ، وَلَا لِعَجَبِيٍّ عَلَىٰ عَرَبِيٍّ، وَلَا لَأَحْمَرَ عَلَىٰ أَسْوَدَ، وَلَا لَأَسْوَدَ عَلَىٰ أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ“²³

ترجمہ: اے لوگوں خبردار، بے شک تمہارا خدا ایک ہی ہے۔ تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی، کسی عجمی کو کسی عربی، کسی کالے کو کسی گورے پر، کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں، سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے۔

²² سنن ابوداؤد برقم: (3052) (کتاب الخراج والنفی والإمارة، باب فی تعشیر اهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارة) "سننہ" (3/136)

²³ احمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، تحقیق، شعیب الارنؤوط، بیروت: الناشر مؤسسه الرساله، ۲۰۰۱ء، حدیث: ۳۸

احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ میں غور کرنے کے بعد مطالعہ بین المذاہب کے درج ذیل اصول ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۱۔ حسن و سلوک اور انسانی احترام:

اسلام تمام انسانوں کے بارے میں حسن و سلوک اور عزت و احترام پر زور دیتا ہے۔ آپ ﷺ مشکل ترین حالات میں جو اعلیٰ تہذیب کی بنیاد رکھی اس میں انسانوں کے حقوق کو دین کا لازمی حصہ قرار دیا۔ تمام انسانوں سے حسن سلوک اور رواداری سے پیش آنے کی تلقین کی۔ آپ ﷺ کی سیرت سے ایک مثالی معاشرے، انسانیت کی عزت و تعظیم کو اولین ترجیح دینے کا درس ملا ہے۔ آپ ﷺ نے بہترین انسان اسے قرار دیا ہے جو دوسروں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔

آپ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ“²⁴

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرتا ہے۔ جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں، تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں ان میں انسانیت کے لیے بھلائی کی تعلیم دی گئی ہے۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے سب سے زیادہ وہ بہتر ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ اسلامی تعلیمات کا اصل مقصد ایسا پاکیزہ معاشرہ قائم کرنا ہے جہاں برائی اور فساد کی کوئی جگہ ہی نہ ہو۔ انسانیت کے لیے حقیقی بھلائی یہی ہے کہ انہیں ایسا راستہ دکھایا جائے جو دائمی کامیابی اور فلاح کا ہو۔ اسلام اسی مقصد کے تحت فلاح اور خیر خواہی کا پیغام لے کر آیا ہے۔ آپ ﷺ نے بھی اسی بنیاد پر انسانیت کی رہنمائی کی آپ ﷺ نے ہر مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کا برتاؤ فرمایا۔

حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے

”الَّذِينَ النَّصِيحَةُ“²⁵

ترجمہ: دین اسلام خیر خواہی ہے۔

²⁴ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن الترمذی، کتاب البر والصلہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی رحمۃ المسلمین، مصر، ۱۹۷۵ء، حدیث: ۱۹۲۴

²⁵ ترمذی، سنن الترمذی، کتاب البر والصلہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی النصیحة، حدیث: ۱۹۶۲، ج: ۴، ص: ۳۲۴

ب۔ بین المذاہب رواداری:

مطالعہ المذاہب کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ تمام مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ حسن و سلوک اور عزت و احترام سے پیش آیا جائے ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے جہاں تمام انسان اپنے عقائد و روایات پر با آسانی عمل کر سکیں، کسی بھی ڈر و خوف کہ۔ اختلاف کے باوجود ایک دوسرے سے احترام سے پیش آئیں۔ اسلام ایک ایسا دین ہے، جو معاشرے میں امن و سلامتی کا درس دیتا ہے اور دوسرے مذاہب کے مومنوں کے حقوق کا بھی درس دیتا ہے۔

ایسی طرح سے آپ کی حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

”الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ“²⁶

ترجمہ: مسلم وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ ہوں۔

یہ حدیث ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ مسلمانوں کو نہ صرف اپنے قول و فعل میں امن و سلامتی کا مظاہرہ کرنا چاہیے، بلکہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے حقوق کا اس طرح سے خیال رکھنا چاہیے کہ دوسرے کے مذاہب سے اختلافات ہونے کے باوجود ان کے ساتھ عزت و احترام کا رشتہ قائم رکھا جائے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی ہمیں یہی درس دیتی ہے کہ ہر انسان سے محبت و احترام سے پیش آیا جائے۔

احادیث مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات میں ہمیشہ عدل، احترام اور رواداری کو پیش نظر رکھا۔ آپ ﷺ نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی اور یہاں تک فرمایا کہ جو شخص کسی ذمی پر ظلم کرے گا، قیامت کے دن میں اس کے خلاف حجت بنوں گا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مختلف ادیان کے نمائندوں کو اپنی مجلس میں گفتگو کا موقع دیا اور ان کے سوالات کا جواب سکون، نرمی اور حکمت کے ساتھ دیا۔ یہ طرز عمل اس بات کا عملی نمونہ ہے کہ اسلام بین المذاہب تعلقات میں نفرت یا جبر کے بجائے امن، انصاف اور خیر خواہی کو بنیاد بناتا ہے۔ احادیث میں بار بار اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ دوسروں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جائے جیسا ایک مسلمان اپنے لیے پسند کرتا ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بین المذاہب رواداری کوئی وقتی ضرورت نہیں بلکہ نبوی تعلیمات کا مستقل اور بنیادی اصول ہے۔

²⁶ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، حدیث، ۱۰، ص، ۱۱

ج۔ عدل و انصاف کا حکم:

احادیث مبارکہ میں عدل و انصاف کو بین المذاہب تعلقات کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں ہمیشہ یہ اصول اختیار فرمایا کہ انصاف ہر حال میں قائم رہنا چاہیے، خواہ وہ اپنے حق میں ہو یا غیر مسلم کے حق میں۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے واضح فرمایا:

”قَالَ: أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَفَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بَغَيْرِ طَيْبِ نَفْسٍ فَأَنَا

حَاجِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“²⁷

ترجمہ: خبردار! جس کسی نے کسی عہد والے (ذمی) پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی (یعنی اس کے حق میں کمی کی) یا اس کی ہمت سے بڑھ کر اسے کسی بات کا مکلف کیا یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں

گا۔“

یہ تعلیم دراصل مطالعہ بین المذاہب کے لیے ایک بنیادی رہنمائی ہے کہ مکالمہ اور تعلقات محض برداشت تک محدود نہ ہوں بلکہ عدل کے ساتھ پروان چڑھیں۔ مزید اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام نہ صرف ماننے والوں بلکہ دیگر مذاہب خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو ان کے درمیان عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے، ظلم و زیادتی، حق تلفی، کسے کے ساتھ زیادتیاں کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ آپ ﷺ نے کسی بھی غیر مسلم کے ساتھ ناحق سلوک کرنے اور اس کے حقوق کو پامال کرنے والے شفاعت سے محرومیت کا سبب قرار دیا۔ اسلام کا یہ اصول عدل و انصاف، عصر حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی، اور معاشرے میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے تاکہ معاشرے میں مذاہبی اختلاف کی وجہ سے جو برائیاں جنم لے رہی ہیں ان کا خاتمہ ہو سکے۔

اسلام ایک ایسا عالمگیر دین ہے جو نہ صرف اپنے پیروکاروں بلکہ باقی تمام مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ بھی عزت و احترام، حسن و سلوک، رواداری اور عدل و انصاف کا درس دیتا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں اس بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں کہ دوسروں کے عقائد اور مذہب کی توہین کرنے سے گریز کریں تاکہ معاشرے میں امن اور باہمی احترام کا ماحول قائم رہے۔ اسلام شدت پسندی اور خونریزی کی مخالفت کرتا ہے۔ انسانیت، ہمدردی، نرم دلی، اخوت، اور خیر خواہی کو

²⁷ سنن ابوداؤد برقم: (3052) (کتاب الخراج والفیء والإمامة، باب فی تعشیر اهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارة) "سننہ" (3/136)

اپنی تعلیمات کا مرکز قرار دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے اسلام کا پیغام نہایت پر امن اور جامع ہے۔ آپ ﷺ ہر قوم، نسل اور مذہب کے لوگوں کے ساتھ مساوات، عدل و انصاف اور امن کا مظاہرہ کیا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ فضیلت صرف تقویٰ اور بھلائی کی بنیاد پر ہے نہ کہ نسل قوم یا زبان پر۔ اس کے علاوہ تقابل ادیان کے مطالعہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم مختلف عقائد کے ماننے والوں کو سمجھیں، ان کا احترام کریں اور ایسا معاشرہ قائم کریں جہاں ہر فرد آزادی کے ساتھ اپنے مذہب پر عمل کر سکے، اسلام کے اصول عدل و انصاف کے ساتھ ہر مذہب کے ماننے والوں کو تحفظ فراہم کرتے ہیں، ظلم و زیادتی، حق تلفی سے سختی سے منع کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں سے ساتھ نا انصافی کرنے والوں کے خلاف قیامت کے دن گواہی دینے کی وعید بھی سنائی ہے۔ لہذا، قرآن و حدیث کی روشنی میں بین المذاہب رواداری، عدل و انصاف، اور انسانی احترام، ایک پر امن، باہمی تعاون پر مبنی معاشرے کی تشکیل کے لیے بہت ضروری ہے۔

فصل سوم:

مطالعہ مذاہب: عصری، سماجی، ثقافتی ضرورت کا تجزیہ

عصر حاضر میں دیکھا جائے تو مطالعہ مذاہب کی ضرورت پہلے سے کئی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ جدید دنیا میں مذہبی، سماجی، اور ثقافتی تنوع میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رہنے، کام کرنے اور مشترکہ معاشرتی نظام زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہم آہنگی اور باہمی افہام و تفہیم کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ اس طرح سے پاکستان ایک کثیر المذاہب اور متنوع ثقافتی پس منظر رکھنے والا ملک ہے۔ جب پاکستان وجود میں آیا اس وقت قائد اعظم محمد علی جناح نے مذہبی آزادی اور تمام شہریوں کے یکساں حقوق کی ضمانت دی تھی۔ سماجی طور پر پاکستان میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے مذہبی رواداری ضروری ہے تاکہ، عدم برداشت، انتہا پسندی، اور فرقہ واریت کا سدباب کیا جاسکے۔ اسی طرح سے ثقافتی اعتبار سے اقلیتوں کی زبان، روایات اور مذہبی تہوار، ملکی ثقافتی ورثے کا حصہ ہیں۔ جن کی حفاظت اور فروغ ملکی یکجہتی کے لیے ضروری ہے۔ مزید یہ کہ، عصری دور میں مطالعہ مذاہب کو موثر انداز میں تعلیمی نصاب میں شامل کر کے نوجوانوں کو مختلف مذاہب کی بنیادی معلومات اور ان کے سماجی اور ثقافتی پہلوؤں سے آگاہ کر کے ایک پرامن اور ترقی یافتہ معاشرے کی تشکیل دی جاسکتی ہے۔

پاکستان میں تمام غیر مسلم اقلیتوں کے سماجی اور ثقافتی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ اسلام تمام شہریوں کو مساوی سماجی رتبہ دیتا ہے۔ تاہم پاکستان میں متعدد وجوہات کی بنیاد پر غیر مسلم شہریوں کو متعدد مسائل درپیش ہیں۔ جن میں مذہبی آزادی اور امتیازی سلوک، تعلیمی مسائل، جبری مذہب تبدیلی اور جبری شادیاں، ملازمتوں میں تفریق، عبادت گاہوں کی توہین اور حملے، سیاسی شمولیت کی کمی، میڈیا میں غیر مساوی نمائندگی وغیرہ جیسے مسائل شامل ہیں۔ غربت اور پس ماندگی کی وجہ سے اقلیتوں کا سماجی رتبہ کم تر ہے دوسرا انتہا پسندی اور مذہبی تعصب جسے مسائل زیادہ بڑھ رہے ہیں۔ اقلیتوں کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ مذہب کی وجہ سے معاشرے میں انہیں وہ مقام نہیں دیا جاتا جو کہ قیام پاکستان کے وقت دیا گیا تھا۔

جدید دنیا میں مطالعہ مذاہب کی اہمیت:

انسان اپنے اندر اخلاقی پہلو رکھتا ہے اس لیے اسے اخلاقی مخلوق قرار دیا گیا ہے۔ اس کا اخلاقی قدروں پر مبنی وجود کسی بھی معاشرے کے قیام کی بنیاد بنتا ہے۔ مذہب ایسی چیز ہے جو انسان کو اس دنیا میں زندگی گزارنے کے اصول و ضوابط بتاتا ہے اور

احساس و ذمہ داری کا شعور پیدا کرتا ہے۔ جب بھی انسان کسی مذہب کا پیروکار بنتا ہے اس کا مطالعہ کرتا ہے تو سب سے پہلا خیال اس کے ذہن میں جو آتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس دنیا میں کیوں آیا ہے؟ اللہ نے اسے کس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے؟ پھر وہ مطالعہ مذہب کے ذریعے سے ان سوالوں کے جوابات تلاش کرتا ہے۔ اس طرح سے انسان جب اپنے مذہب کی اچھی باتوں پر عمل کرنا شروع کرتا ہے تو صحت مند معاشرے کے قیام کی تشکیل دیتا ہے، لیکن اگر دوسرے راستے پر چلنا شروع کر دے جو مذہب کے بتائے ہوئے اصولوں سے ہٹ کر ہو تو وہ معاشرے میں فساد کا سبب بنتا ہے۔

مطالعہ مذہب کا انسانی زندگی سے تعلق:

جب ہم مذاہب کا تاریخی مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے، کہ جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے۔ تب سے انسان اور مذہب ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ ابتداء میں تمام انسان صرف ایک اللہ کو ہی مانتے تھے۔ جیسے انسانوں کی تعداد بڑھنے لگی، لوگ مذہب سے دور ہونے لگ گئے۔ ایک اللہ کے بجائے کئی خداؤں کو ماننے لگ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے مختلف ادوار میں انبیاء اور رسل بھیجے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ انسانوں نے پیغام ہدایت پر عمل کرنے کے بجائے خود سے نئے دین و مذاہب اختیار کر لیے، اس طرح سے مختلف مذاہب کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اور دنیا میں ہزاروں مذاہب وجود میں آئے۔ جن میں مشہور مذاہب، اسلام، یہودیت، عیسائیت، ہندومت بدھ مت، سکھ مت، جین مت، تاو مت وغیرہ شامل ہیں۔

مسلم مفکرین میں مولانا وحید الدین خان نے مذہب کو فکری ضرورت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"انسانی علوم کے ماہرین نے جب انسانی علوم کا جائزہ لیا اور صدیوں پر محیط تاریخی شواہد کی بنیاد پر انسانی فطرت کو سمجھنے کی کوشش کی، تو ان کا کہنا یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں خدا کا تصور اس طرح سے جڑا ہوا ہے، جس طرح بکری سے گھاس، بلی سے گوشت، کھانے کی جبلت کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح سے خدا کو انسانی فطرت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔" 28

²⁸ مولانا وحید الدین خان، اسلام اور عصر حاضر، نئی دہلی، مکتبہ الرسالہ، نظام الدین ویسٹ، ۲۰۰۰ء، ص ۱۶

مولانا وحید الدین خان (1925-2021) برصغیر کے معروف اسلامی مفکر، مصلح، مصنف اور امن و رواداری کے علمبردار تھے۔ ان کی پیدائش اول، اعظم گڑھ (اتر پردیش، بھارت) میں ہوئی۔ انہوں نے جدید تعلیم کے ساتھ اسلامی علوم میں بھی گہری بصیرت حاصل کی اور اپنی زندگی دین کے پر امن، عقلی اور روحانی پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے وقف کر دی۔ مولانا وحید الدین خان نے اسلام کی تعبیر نو، دعوتی حکمت عملی، اور عصر حاضر کے مسائل کے حل کے لیے ایک متوازن فکری نظام پیش کیا۔

ان کی مشہور تصانیف میں "Islam: Creator "The Prophet of Revolution" شامل ہے۔ (https://www.cpsglobal.org)

یعنی انسان چاہے جس دور یا معاشرے میں ہو، اس کے اندر خدا کو ماننے اور اس سے تعلق رکھنے کا رجحان فطری طور پر موجود رہتا ہے۔ مذہب اور انسان کا تعلق روحانی بھی ہے۔ انسانی روح اور جسم دو چیزوں کا مرکب ہے۔ کھانا پینا انسان کی جسمانی غذا ہے، جبکہ مذہب انسان کی روحانی غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسمانی خوراک کے لیے زمین اور روحانی غذا کے لیے نبوت اور وحی کا سلسلہ شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبَعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

يَحْزَنُونَ﴾²⁹

ترجمہ: ہم نے کہا کہ، "تم سب یہاں سے اتر جاؤ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے، تو جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہو گا۔

اسی طرح سے حدیث مبارکہ میں ہے:

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ - يَعْنِي عِيسَى - وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، بَيْنَ مُصَرَّتَيْنِ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ، وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَبْذُقُ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخَنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجُوزِيَّةَ، وَيُهْلِكُ اللَّهُ فِي زَمَانِهِ الْمَلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ، فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يَتَوَفَّى فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ“³⁰

"آپ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں سب سے زیادہ نزدیک ہوں عیسیٰ علیہ السلام سے دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ وہ کیسے؟ آپ صلی اللہ وسلم نے فرمایا ”پنچبر ایک باپ کے بیٹوں کی طرح ہیں۔ دین ان کا ایک ہے اور میرے اور ان کے بیچ کوئی نبی نہیں ہے۔“³¹

اسلامی نقطہ نظر سے مطالعہ مذہب کا تعلق براہ راست انسانی زندگی کی فکری، اخلاقی اور عملی بنیادوں سے جڑا ہوا ہے۔ قرآن مجید انسان کو غور و فکر اور عقل کے استعمال کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اور دوسروں کی حقیقت کو سمجھے۔ جب انسان

²⁹ سورة البقرة: ۳۸

³⁰ سنن أبوداود، برقم: (4324)، (كتاب الملاحم، باب خروج الدجال)، في "سننه" (201/4)

مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے یہ شعور حاصل ہوتا ہے کہ مختلف اقوام نے کس طرح خدا، کائنات اور اخلاقیات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ عمل انسان کے اندر نہ صرف وسعتِ نظر پیدا کرتا ہے بلکہ اسے اپنی زندگی کے فیصلوں میں زیادہ سنجیدہ اور باخبر بناتا ہے۔ اسلام میں علم کا حصول محض اپنے مذہب تک محدود نہیں بلکہ دوسروں کے افکار کو جان کر ان کا تقابلی جائزہ لینا بھی انسانی کمالات میں شمار ہوتا ہے۔

مزید برآں مطالعہ مذہب انسانی زندگی میں پر امن بقائے باہمی اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ جب ایک مسلمان دوسرے مذاہب کی تعلیمات کو جانتا اور سمجھتا ہے تو وہ تعصب اور غلط فہمی سے بچ جاتا ہے اور مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ عدل، انصاف اور احترام پر مبنی تعلق قائم کر سکتا ہے۔ یہی رویہ اسلامی تعلیمات کا بنیادی تقاضا ہے کہ انسان اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی اور رواداری کا برتاؤ کرے۔ یوں مطالعہ مذہب اسلام کی نظر میں انسانی زندگی کو فکری بالیدگی، سماجی استحکام اور اخلاقی ارتقاء کی طرف لے جانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت:

عصر حاضر میں انسانوں کے درمیان خوشگوار اور سازگار ماحول پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان مل جل کر بیٹھیں اور اپنے تمام تر مسائل کو اشتراکِ عمل کے تناظر میں حل کرنے کی کوشش کریں۔ مکالمہ بین المذاہب سے مراد مختلف مذاہب کے ماننے والے دو یا دو سے زیادہ لوگوں کے درمیان ہم آہنگی اور باہمی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کے لیے تبادلہ خیال کرنا۔

مکالمہ کی اصطلاحی تعریف:

عربی زبان میں مکالمہ بابِ مفاعلہ سے ہے، جس کا معنی باہم دو لوگوں کا کلام کرنا ہے، یعنی پہلے ایک شخص کا بولنا دوسرے کا سننا اور پھر دوسرے کا بولنا اور پہلے کا سننا یہ مکالمہ کہلاتا ہے۔⁽³²⁾ اسی طرح انگریزی میں بھی مکالمہ کی تعریف جامع مانع انداز میں یہ کی گئی ہے کہ دو یا زیادہ لوگوں کا اپنے نظریات کے اشتراک کے لئے باہمی گفت و شنید کرنا مکالمہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ آکسفورڈ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ورلڈ میں ہے:

“It is a conversation in which two or more parties seeks to express their views accurately and to listen respectfully to their counterparts.”³³

³² افریقی، ابن منظور، لسان العرب (دار صادر - بیروت، الطبعة الثانية 1414) فصل الکاف

³³ Charles A. Kimball, Muslim-Christian Dialogue, in The Oxford Encyclopedia of the Islamic World. Ed, John L. Esposito, Oxford University press 2009, V, 4, p. 181

ترجمہ: ایک ایسی گفتگو جس میں دو یا زیادہ فریق اپنی آراء درست طور پر پیش کرنے اور اپنے ہم گفتگو کی بات کو احترام کے ساتھ سننے کی کوشش کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں مختلف مذاہب کے درمیان مکالمہ، (Dialogue) کا خاص چرچا ہے۔ اس کا مقصد یہ بیان ہے کہ مختلف مذاہب کے درمیان قربت بڑھے، غلط فہمیوں کا ازالہ ہو، ان کے درمیان جو اختلافات ہیں وہ دور ہوں اور تمام مذاہب کے پیروکار ایک دوسرے کے قریب آئیں۔ اس سلسلے میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان، مذاکرات اور سیمینار ہو رہے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ مذاہب کے درمیان اختلافات حقیقی نہیں ہیں، بلکہ ان سب کی اصل ایک ہے سب روح کی تسکین اور اپنے خالق و معبود کی رضا چاہتے ہیں۔ انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی چاہتے ہیں، تمام مذاہب کے ماننے والے ظلم و زیادتی اور جبر و تشدد کو سب ہی غلط سمجھتے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کا رویہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ مختلف طبقات کے پیروکار ان کا تعلق خواہ کسی بھی مذہب سے ہو، کسی بھی تہذیب سے ہو ان کے درمیان اسلام نے مکالمے کا دروازہ ہمیشہ سے کھولنے کے برائے میں تائید کی ہے۔³⁴

اسلام میں مذہبی تکثرت کو نہ صرف قبول کیا گیا ہے بلکہ جو مشترکات ہیں ان کی جانب دعوت دی گئی ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا

يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾³⁵

ترجمہ: کہو، "اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے" اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ ہو، ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں۔

جیسا کہ آج کل انتہا پسندی، تعصب اور اور مذہبی تنازعات بڑھ رہے ہیں اس آیت میں عدم برداشت کے بجائے مکالمے کی طرف بلایا گیا ہے تاکہ تمام تر اختلافات کو گفتگو کے ذریعے سے حل کیا جاسکے، اس کے علاوہ اس آیت میں بنیادی طور پر

³⁴ <https://irak.pk/ur/interfaith-dialogue/>

³⁵ سورۃ آل عمران: ۶۴

مشترکہ اقدار پر تمام مذاہب کو مکالمہ کرنے کی طرف تائید کی گئی ہے۔ عالمی امن اور ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے اس آیت کی روشنی میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو مل جل کے بیٹھ کر بات چیت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل مشترکہ چیزیں شامل ہیں۔

1. توحید (خالص خدا پرستی)

2. اخلاقیات (نیکی، سچائی اور انصاف)

3. انسانیت کی بھلائی (ہمدردی، بھلائی)

عالمی امن کے لیے بین المذاہب مکالمہ کی ضرورت:

جدید دور میں اقوام عالم کو سیاسی، سماجی، فکری، قانونی اور مذہبی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان مسائل نے لوگوں کے اندر تناؤ کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ مختلف، لسانی، نسلی، مذہبی، سماجی و سیاسی، تعصبات نے پر امن معاشرے کے قیام کو خطرے میں ڈال رکھا ہے۔ ایسے میں مذہبی مکالمے کی ثقافت کو فروغ دے کر انتہا پسندی، اور عدم برداشت جیسے مختلف مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ تمام تر مذاہب میں انسانیت کی فلاح و بہبود اور ہمدردی کا واضح پیغام موجود ہے۔ دنیا کے تمام تر مذاہب انسانیت کو امن کا پیغام دیتے ہیں۔ لیکن، پھر بھی بد قسمتی سے ان کے درمیان پھر بھی شدید تناؤ پایا جاتا ہے۔ انسانیت کی بقائے باہمی کے لیے اور بین المذاہب رواداری کے فروغ کے لیے بین المذاہب مکالمہ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام غیر مسلموں سے حسن سلوک کا درس دیتا ہے۔ بھلائی کا حکم دیتا ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ

ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾³⁶

ترجمہ: اے نبی، اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے

طریقہ پر جو بہترین ہو تمہارا رب ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہ راست پر ہے۔

آج کے دور میں، دنیا کو ایک بہتر اور متوازن سوسائٹی بنانے کے لیے بین المذاہب ہم آہنگی کو عملی طور پر نافذ کرنا بہت ضروری ہے تاکہ مختلف اقوام اور مذاہب کے درمیان تعاون قائم ہو سکے۔ معاشرے کے امن کے ضروری ہے کہ ہر فرد ایک دوسرے

کے ساتھ بلا تفریق، رنگ، نسل اور مذہب کے امتیازات سے دور رہ کر حسن سلوک سے پیش آئے، کسی کی عزت نفس کو مجروح نہ کرے، کسی کو حقیر نہ سمجھے، انسان کے اس برتاؤ کا نام رواداری ہے۔ ہر فرد، قوم و مذہب کے امتیاز سے بالاتر ہو کر معاشرے کے ہر دوسرے افراد کے حقوق کا خیال رکھے تو ہی معاشرے میں امن و سکون کا نظام قائم ہو سکتا ہے۔

مطالعہ مذہب اور معاشرتی اقدار کا باہمی تعلق:

مذہب اور معاشرتی اقدار کے درمیان گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔ مذہب کا مطالعہ نہ صرف فرد کی زندگی میں رہنمائی فراہم کرتا ہے بلکہ اجتماعی معاشرتی ڈھانچے کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ہر مذہب اپنے ماننے والوں کو سماجی رویوں، انسانی تعلقات اور اخلاقی اصولوں کے بارے میں بتاتا ہے جو کہ کسی بھی معاشرے کے استحکام اور ترقی کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

مطالعہ مذہب فطری ضرورت:

فطرت ہر انسان سے مذہب کا تقاضا کرتی ہے۔ مذہب کا مطالعہ انسان کا فطرتی جذبہ ہے۔ اسے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلم مفکرین نے بھی مانا ہے۔ انسان شروع سے ہی ایک نادیدہ ہستی کو اپنا خالق تسلیم کر اس سے مدد کا طلب گار رہا ہے اور اس ہستی کو کبھی خدا، کبھی اللہ، کبھی یزدان، اور کبھی بگھوان کا نام دیا ہے۔ انسان میں جب بھی کوئی مشکل حالات آتے ہیں تو وہ مذہب سے ہی رجوع کرتا ہے اسی سے مطالعہ کے ذریعے سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ

يُرْشَدُونَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: اور اے نبیؐ، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق سوال کریں، تو انہیں بتادو کہ میں ان کے قریب ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اُس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ لہذا، انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں یہ بات تم انہیں بتادو، شاید کہ وہ راہ راست پالیں۔

اور بائبل میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے:

"صادق چلاتے ہیں اور خدا سنتا ہے اور انہیں سارے دکھوں سے رہائی دیتا ہے۔ مانگو گئے تو نہیں ملے گا، ڈھونڈو گے تو پاؤ گئے دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لیے کھولے گا۔ کیوں نہیں کوئی مانگتا، جو مانگتا ہے اسے ملتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے" ³⁸ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ کوئی بھی انسان مذہب سے دور نہیں رہ سکتا۔ انسان کی روح مذہب کے بغیر پرسکون نہیں رہ سکتی۔ جب بھی کوئی مشکلات پیش آئیں، کچھ انسان خدا کے سامنے حاضر ہوتے ہیں اور کچھ مندر میں جاتے ہیں اور کچھ بھگوان کے سامنے گڑگڑاتے ہیں۔ سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ بس طریقہ کار مختلف ہوتا ہے۔

مطالعہ مذہب روحانی ضرورت:

انسانی زندگی جسم اور روح کا مرکب ہے۔ ان دونوں کے درمیان روابط کو برقرار رکھنے کے لیے انسان کو ایک طرف مادی ضرورت اور جسمانی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسری طرف روحانی ارتقاء کے لیے روحانی اقدار کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح سے جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے انسان زمین سے رزق حاصل کرتا ہے جبکہ روحانی ضروریات کے لیے مذہب یا دین سے مدد حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اس روحانی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے شریعتوں، کتابوں اور انبیاء علیہم السلام کا ایک تسلسل قائم کیا ہے تاکہ انسان روحانی سرچشموں سے سرفراز ہوتا رہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِّئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا

حَكِيمًا 39﴾

³⁸ انجیل متی: ۶

³⁹ سورۃ النساء: ۱۶۵

ترجمہ: یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے، اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ اُن کو معبود کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہر حال غالب رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔

مطالعہ مذہب معاشرتی ضرورت:

انسان معاشرتی زندگی کا محتاج ہے اور تنہا زندگی نہیں بسر کر سکتا، مل جل کر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ ایک خوشحال اور متحد معاشرہ اس وقت تک نہیں وجود میں آ سکتا، جب تک اس معاشرے میں رہنے والوں کا مقصد حیات ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ نہ ہو اور وہ مقصد حیات دین یا مذہب ہی کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے اور دین یا مذہب ہی کسی بھی معاشرے میں قوانین یا اصولوں کو مرتب کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پر امن معاشرتی زندگی گزارنے کے لیے عادلانہ اصول و قوانین کا ہونا بہت ضروری ہے۔ مذہب انسان کو ایسے معاشرتی قوانین مہیا کرتا ہے جو پر امن زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہیں۔⁴⁰

کسی بھی معاشرے کی تعمیر و استحکام میں مطالعہ مذہب اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کیونکہ مذہب انسان کو ایسی اخلاقی اور سماجی ہدایات فراہم کرتا ہے جو ایک منظم اور پر امن زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ اچھائی اور برائی میں تمیز سکھاتا ہے اور افراد کے کردار و رویوں میں مثبت تبدیلی لاتا ہے۔ یہ نہ صرف روحانی سکون کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ انسان کو ذہنی اطمینان اور اخلاقی ترقی کی راہ بھی دکھاتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے اور افراد کے درمیان اتحاد اور بھائی چارہ قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ مزید برآں، مذہب عدل و انصاف کے اصولوں کی بنیاد پر ایک ایسا قانونی اور سماجی نظام فراہم کرتا ہے جو معاشرتی توازن کو برقرار رکھنے میں معاون ہوتا ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿قَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾⁴¹

ترجمہ: ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں، اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں یہ اس لیے کیا

⁴⁰ مذہب عالم کی مشترکہ تعلیمات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۳۳ء، اے، آئی، آو، یو پریٹنگ پرس اسلام آباد، ص ۵۷

⁴¹ سورۃ الحديد: ۲۵

گیا ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اُس کو دیکھے بغیر اس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے اور یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔

مطالعہ مذہب اخلاقی ضرورت:

انسانی اخلاق کا معاشرتی زندگی پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ اسی انسان کو معاشرے میں اچھی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ انسان کی خوشگوار باہمی زندگی کا تعلق اعلیٰ اخلاق سے جڑا ہوا ہے۔ تمام تر معاملات کا تعلق اسی پر مبنی ہے۔ اخلاقیات کی تعلیم و تربیت مذہب کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ ایک با اخلاق اور صالح معاشرے کے لیے مذہب بہت ضروری عنصر ہوتا ہے جس کے بغیر معاشرہ کھوکھلا اور مفاد پرستی پر مبنی ہوتا ہے۔ جبکہ اچھے اخلاق سے معاشرہ انسانیت کے لیے نفع بخش ثابت ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ" 42

ترجمہ: بے شک، میں اخلاقیات کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

ان تمام پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے مطالعہ مذاہب کتنا اہمیت کا حامل ہے مذہب کے مطالعہ سے انسان دوسرے مذاہب کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے ان کی اچھائی اور بڑائی سے آگاہ ہوتا ہے، ذاتی رائے کسی بھی مذہب کے بارے میں پالنے کے بجائے صحیح انفارمیشن کے ذریعے معاشرے میں امن و سکون، مساوات، رواداری، استحکام اور ایک اچھا شہری ہونے کا ثبوت صرف اور صرف مطالعہ مذاہب سے ممکن ہے۔

مختلف مذاہب کے درمیان ہم آہنگی اور برداشت کے لیے مطالعہ مذاہب کا کردار:

مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان ہم آہنگی اور برداشت کے فروغ میں مطالعہ مذاہب کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ جب ہم مختلف مذاہب کی تعلیمات، عقائد اور روایات کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان ہمیں مشترکہ اقدار ملتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کے درمیان ہم آہنگی اور امن کے فروغ کا باعث بنتے ہیں۔ اس سے پھر غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں تعصبات کا خاتمہ ہوتا ہے جو کہ بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ضروری ہے۔ پاکستان میں اس حوالے سے کوششیں جاری ہیں، جن میں مختلف مذاہب پر سمینار منعقد کیے جاتے ہیں۔ جن میں سوالات و جوابات کے ذریعے مختلف مذاہب کی تعلیمات سے آگاہی

42 اشیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد (مؤسسة الرسالة، الطبعة الاولى 2011) رقم الحديث: 8951

حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف ادروں کا قیام جن میں جامعہ اسلامیہ کامونکی ضلع گوجرانوالہ میں قائم کردہ مطالعہ مذاہب کامرکز موجود ہے جو اپنے اہداف کی طرف سفر کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ جس کے سربراہ مولانا عبد الرؤف فاروقی ہیں اور اس ادارے کا مقصد مکالمہ بین المذاہب کو فروغ دینا ہے جو کہ معاشرے کی پرامن بقا کے لیے بہت ضروری ہے۔⁴³

اسلام میں صبر، برداشت اور ہم آہنگی کو نمایاں خصوصیت حاصل ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی اس حوالے سے ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ صلی و علیہ نے ہمیشہ عدل، رواداری اور صبر و تحمل کا درس دیا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ انصاف، حسن سلوک اور احترام کی بنیاد رکھی ہے۔ جو آج بھی پرامن معاشرے کے قیام کے لیے مشعل راہ ہے۔ دوسروں کی حق تلفی، ناانصافی اور ان سے زیادتی، معاشرتی تعاون اور فروغ میں بیگاڑ کا سبب بنتا ہے۔ لہذا، ایسے عوامل سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

بین الاقوامی سطح پر بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ جن میں ملک پاکستان بھی اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ دسمبر ۲۰۲۳ میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستان اور فلپائن کی جانب سے قرارداد متفقہ طور پر پیش کی گئی۔ اس قرارداد میں بین المذاہب اور بین الثقافتی مذاکرات کی ترویج، تشدد اور عدم برداشت کے خاتمے پر بات کی گئی۔ اس میں یہ بھی کہا گیا کہ تشدد کو کسی بھی صورت میں کسی بھی مذہب، شہریت، تہذیب یا لسانی، گروہ سے نہیں جوڑا جاسکتا۔ یہ اقدام اسلاموفوبیا، نسل پرستی، مذہبی عدم برداشت جیسے مسائل کے لیے بہت مثبت ہے۔ پرامن اور مثبت معاشرہ بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری کے فروغ سے ہی ممکن ہے۔⁴⁴

مطالعہ مذہب، ثقافت اور معاشرتی ہم آہنگی:

ہر دور میں مطالعہ مذہب تہذیب و ثقافت کا ایک اہم عنصر رہا ہے۔ قدیم معاشروں میں لوگ اپنی تہذیب و ثقافت اور روایات کو مذہب میں ہی تلاش کرتے تھے۔ اسی طرح سے آج کے دور میں بھی انسان اپنی معاشرتی اقدار اور روایات کو مذہب سے تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مطالعہ المذاہب نہ صرف عقائد کی تفہیم تک محدود ہے۔ بلکہ، ایک سماجی، ثقافتی اور عصری ضرورت بھی بن چکا ہے۔ ڈاکٹر طاہرہ بشارت نے اس بارے میں لکھا ہے۔

⁴³ https://zahidrashdi.org/5134?utm_source

⁴⁴ نسرین جبین، قیام امن میں بین المذاہب مکالمے کا کردار، جنگ نیوز، ۲۵ فروری ۲۰۲۵ء،

"یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مذہب ایک حقیقت، ایک فلسفہ، ایک ضرورت، خیالات و اعتقادات کا مجموعہ، اخلاق و اعمال کا گلدستہ، اور ایک ایسی سچائی ہے جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔ مذہب کو انسانی تہذیب میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ ہر دور میں مذہب کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج بھی پرانی تہذیبوں کے کھنڈرات سے ایسے شواہد ملتے ہیں جن کی کھدائی سے مذہب کے وجود کے ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ دور جدید میں ترقی یافتہ معاشروں میں چند اقوام مذہب کے انکار کا دعویٰ کرتی ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ایسے مقاصد برقرار رکھتے ہیں جن کی نوعیت مذہبی شعور سے جڑی ہوئی ہے۔" ⁴⁵

مطالعہ مذاہب کی ثقافتی ضرورت اور شاہ ولی اللہ کے افکار:

مطالعہ مذاہب کی ثقافتی ضرورت کے بارے میں شاہ ولی اللہ نے اس انداز میں بات کی ہے کہ پاکستان میں بسنے والی مختلف کمیونٹیز کے عقائد، روایات اور تہذیبوں کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے۔ ایک متوازن معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ، اس میں بسنے والے تمام خاندان، بستیاں، اقوام اور بین الاقوامی برادری کے درمیان رواداری اور انصاف کی بنیاد پر تعلقات استوار ہوں۔ لہذا، برصغیر کی تاریخ کو دیکھیں تو، یہ خطہ ہمیشہ سے مختلف مذاہب کے درمیان رواداری، اور باہمی احترام کا مرکز رہا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے کثیر الجہتی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا، اسلامی تعلیمات انسانیت کی وحدت اور تنوع کو یکجا کرنے کی قوت رکھتی ہیں۔ جس سے معاشرے میں فرقہ واریت کا خاتمہ ممکن ہے۔ ان کی سوچ و فکر ایسے سماجی اور اخلاقی نظام پر مبنی تھی، جو معاشرے کی ثقافتی اور مذہبی تنوع کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔ مزید یہ کہ، انھوں نے کہا کہ، وادی سندھ کی تہذیب، جو تقریباً 2500 قبل مسیح اپنے دور میں ترقی کی بلندیوں پر تھی، انسانی تاریخ کی اولین تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے۔ پاکستان اس قدیم تہذیب کا وارث ہے، یہ تہذیب کثیر الجہتی اور ثقافتی تنوع کی ایک زندہ مثال بھی ہے۔ اس کی

⁴⁵ ڈاکٹر، طاہرہ بشارت، مذہب انسانی زندگی کی ناگزیر ضرورت، مابینامہ، معلم افکار، مارچ ۲۰۰۷ء، ص ۲۴-۱۰

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی 1703ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور برصغیر کے ممتاز عالم دین، مصلح اور مفکر شمار کیے جاتے ہیں، جنہوں نے اسلامی تجدید کی تحریک میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ 1762ء میں وفات پا گئے۔ انہوں نے قرآن و حدیث کی تشریح و ترویج، معاشرتی اصلاح، اور امت مسلمہ کی فکری رہنمائی میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان کی اہم تصانیف میں "حجۃ اللہ البالغہ"، "فوائد الفوائد"، "ازالۃ الخفا"، "فتح الرحمن"، "تفہیمات الہیہ" اور "بدور البازغہ" شامل ہیں۔ آپ نے اسلامی علوم کو جامع، واضح اور عصری تقاضوں کے مطابق پیش کیا، جس کے نتیجے میں مسلمان معاشرے میں فکری اور عملی بیداری پیدا ہوئی۔

سب سے نمایاں خصوصیت اس کا کثیر الجہتی معاشرہ تھا۔ اس میں بہنے والا دریائے سندھ جو ہمیشہ سے اس تہذیب کی علامت رہا ہے، یہ مشترکہ شناخت کی نمائندگی پیش کرتے ہوئے مختلف زبانوں، ثقافتوں اور مذاہب کو آپس میں جوڑتا ہے۔⁴⁶

یعنی، شاہ ولی اللہ نے مذہب کی ثقافتی ضرورت پر زور دیتے ہوئے واضح کیا کہ انسانی معاشرہ اس وقت تک متوازن اور پر امن نہیں بن سکتا جب تک اس میں مختلف مذاہب، ثقافتوں اور تہذیبوں کے لیے احترام، رواداری اور باہمی ہم آہنگی کا رجحان موجود نہ ہو۔ ان کے نزدیک انسانی معاشرہ فطری طور پر تنوع کا حامل ہے، اور یہ تنوع خدا کی تخلیق کا حصہ ہے، لہذا اس کا احترام ضروری ہے۔ شاہ ولی اللہ کے مطابق اسلامی تعلیمات ایسی جامع اور ہمہ گیر ہیں جو انسانیت کی وحدت، باہمی تعاون، اور کثیر الجہتی کو ایک اعلیٰ اخلاقی نظام میں یکجا کرنے کی قدرت رکھتی ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مختلف تہذیبی اور مذہبی روایات کو سمجھنے اور ان کے ساتھ مکالمہ قائم کرنے سے معاشرے میں فرقہ واریت، مذہبی تعصب اور باہمی نفرت کا خاتمہ ممکن ہے۔ ان کی فکر کے مطابق، برصغیر کی تاریخ بالخصوص وادی سندھ کی قدیم تہذیب، ایک ایسی مثال ہے جہاں مختلف ثقافتیں اور مذاہب مل کر ایک مشترکہ تہذیبی شناخت تشکیل دیتے رہے۔ اسی پس منظر میں شاہ ولی اللہ مطالعہ مذاہب کو محض علمی شعبہ نہیں سمجھتے، بلکہ سماجی اتحاد، تہذیبی ہم آہنگی اور اخلاقی استحکام کی بنیادی ضرورت قرار دیتے ہیں۔ لہذا ان کے نزدیک مطالعہ مذاہب ایسا فکری و سماجی ذریعہ ہے جو معاشرے کو اعتدال، انصاف، انسانی احترام اور پُر امن بقائے باہمی کی بنیادوں پر استوار کرتا ہے۔

⁴⁶ محمد اویس خٹک، وادی سندھ کی تہذیب، کثیر الجہتی معاشرہ اور شاہ ولی اللہ کے افکار، بصیرت افروز، ۱۱ جنوری ۲۰۲۵ء، 1:24pm

باب دوم: پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصابات

فصل اول: پاکستانی جامعات میں سامی مذاہب سے متعلق نصابات

فصل دوم: پاکستانی جامعات میں غیر سامی مذاہب سے متعلق نصابات

فصل سوم: پاکستانی جامعات میں اقلیتوں سے متعلق نصابات

باب دوم:

پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصابات

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں نہ صرف مسلمان بستے ہیں بلکہ مختلف مذاہب کے ماننے والے بھی رہتے ہیں۔ جن میں الہامی اور غیر الہامی دونوں مذاہب کے لوگ شامل ہیں۔ یہاں مذاہب قومی شناخت، تعلیمی ڈھانچے اور سماجی تشکیل کے لیے بنیادی عنصر سمجھا جاتا ہے۔ اسی ضمن میں جامعات میں پڑھایا جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصاب ایک اہم موضوع ہے جو نہ صرف تعلیمی و تحقیقی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے بلکہ یہ طلبہ کو مختلف مذاہب، ان کے افکار، عقائد، رسومات، تعلیمات اور معاشرے پر ان کے اثرات کے بارے میں بھی آگاہی فراہم کرتا ہے۔ چونکہ تعلیم ہی وہ واحد راستہ ہے جو کسی بھی فرد کی شخصیت کو نہ صرف نکھارتی ہے بلکہ معاشرتی ترقی اور بہتری کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ تعلیم کے ذریعے انسان کو اپنے حقوق اور فرائض کا شعور ملتا ہے اور معیارِ تعلیم کی بہتری کے لیے نصابِ تعلیم کا بہتر ہونا بہت ضروری ہے۔

لہذا، پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصابات ایک اہم عنوان ہے جو ملک کے تعلیمی نظام میں مختلف مذاہب اور اقلیتی کمیونٹیز کی حیثیت اور ان کے حقوق کی عکاسی کرتا ہے۔ اس باب میں مختلف جامعات کے نصاب کا تجزیہ کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ پاکستانی جامعات میں بسنے والے مختلف مذاہب سے متعلق مضامین اور مواد کو کس طرح سے پیش کیا جاتا ہے۔ کیا نصاب میں اقلیتوں کے مسائل اور ان کی تاریخ کو مناسب طریقے سے شامل کیا گیا ہے یا نہیں، اور کیا طلبہ کو مختلف مذاہب کے بارے میں باقاعدہ سے آگاہی و شعور دیا جاتا ہے یا نہیں، کیا نصاب موجودہ دور کے علمی و معاشرتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے یا نہیں۔ اس باب میں نصاب کی ساخت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی، یہ دیکھا جائے گا کہ کن موضوعات پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے اور کیا یہ نصابات مذہبی رواداری، بین المذاہب مکالمے اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں کامیاب ہیں یا نہیں۔

اس باب میں سب سے پہلے سامی مذاہب سے متعلق نصاب، پھر غیر سامی مذاہب سے متعلق نصاب، کے حوالے سے جو کورسز شامل ہیں ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آخر میں ان مضامین اور کورسز پر بات کی گئی ہے جو اقلیتوں سے متعلق نصاب کے طور پر شامل ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے کیا پاکستان میں موجود مذہبی اقلیتوں کے حقوق، مسائل اور معاشرتی اور ثقافتی کردار کے بارے میں آگاہی فراہم کرتے ہیں کہ نہیں۔

فصل اول:

پاکستانی جامعات میں سامی مذاہب سے متعلق نصابات

سامی مذاہب سے مراد وہ مذاہب ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے برائے راست اپنی رشد و ہدایت نازل فرمائی ہے۔ ان میں تین بڑے مذاہب شامل ہیں۔ پہلا مذہب جو تاریخی اعتبار سے قدیم بھی ہے وہ یہودیت ہے، اور اس کو ماننے والے یہودی کہلاتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر مسیحیت، اس کے پیروکار عیسائی کہلاتے ہیں۔ اور تیسرے نمبر پر، اسلام ہے۔ یہ آخری مذہب ہے اور اس کے ماننے والے مسلمان کہلاتے ہیں۔ یہ تمام مذاہب نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کے لیے آئے۔⁴⁷

یہودیت کا تعارف:

سامی مذاہب میں سب سے قدیم مذہب یہودیت ہے اور تاریخی اعتبار سے یہ دنیا کے قدیم ترین اور بڑے مذاہب میں شامل ہوتا ہے۔ جس کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کی جاتی ہے۔ یہودیوں کے تعلق کے بارے میں مورخین کا کہنا ہے کہ ان کا تعلق چونکہ عبرانی نسل سے ہے اس لیے ان کے عقائد بھی عبرانی تھے (عبرانی عقائد سے مراد وہ بنیادی ایمانی تصورات اور مذہبی نظریات ہیں جن پر بنی اسرائیل یا یہودی قوم ایمان رکھتی تھی۔ یہ عقائد دراصل توریت اور عہد عتیق (Old Testament) کی تعلیمات پر مبنی ہیں۔ توحید یعنی ایک خدا پر ایمان ہے جو کائنات کا خالق، مالک اور حاکم ہے۔ ان عقائد میں یہ یقین بھی شامل ہے کہ خدا نے اپنے برگزیدہ نبیوں کے ذریعے اپنی ہدایات انسانوں تک پہنچائیں، جن میں سب سے نمایاں حضرت موسیٰ ہیں جن پر توریت نازل ہوئی۔ عبرانی قوم خدا کے ساتھ ایک عہد (Covenant) پر ایمان رکھتی ہے، جس کے مطابق وہ خدا کے احکام کی پابندی کرے گی اور خدا ان کا محافظ اور رہنما ہوگا)۔ سامی النسل ہونے کی وجہ سے ان کا مذہب کافی حد تک اہل عرب سے بھی ملتا جلتا تھا۔

انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا کے ایک مقالہ نگار نے اس بارے میں لکھا ہے؛

"کہ مذہب یہودیت عالم سے متعلق اس نظریہ کو اپناتا ہے کہ وہ ایک اچھی جگہ ہے۔ انسان تکمیل ذات کا اہل اور اپنے رادے کا مختار ہے۔ اسے وحی سے وہ اپنے افعال کا جواب دہ بھی ہے۔ وہ کسی درمیانی واسطے نیز بدی کی طاقت کا بھی منکر ہے۔ یہودی مذہب کہتا ہے کہ انسان آزاد ہے اور وہ شیطان کا تابع نہیں اور زندگی کی مادی نعمتیں بذات خود بری نہیں۔ اس لیے دولت ایک نعمت بھی ہو سکتی ہے اور لعنت بھی۔ انسان خدا کی صورت پر بنایا گیا ہے اس لیے دیگر خدائی تخلیقات سے معزز اور محترم

⁴⁷ علامہ نیاز فتح پوری، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، آواز اشاعت گھر، لاہور، ص 13

ہے۔ اسی وجہ سے تمام انسان مثالی طور پر بھائی بھائی ہیں کیونکہ ابتداء میں متحد تھے، اور ابد میں بھی متحد ہو جائیں گے اور اسرائیل کی مدد سے آسمان بادشاہت میں ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے، یہودی مذہب کا منصب یہ ہے کہ وہ سارے عالم میں امن اور مفاہمت پھیلانے۔ اگرچہ یہودی مذہب میں تبلیغ مذہب کا دروازہ کھلا ہوا ہے تاہم اس میں قربانی ذات کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس کے باعث وہ اب غیر تبلیغی مذہب ہو گیا اور دنیا کی اقلیت کا مذہب ہے۔⁴⁸

الغرض مذہب یہودیت کی آسان الفاظ میں اگر تعریف کی جائے تو اس سے مراد وہ مذہب ہے جس میں ایک خدا پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ایک نسل کی برتری و عظمت کا عقیدہ بھی داخل دین ہے، یعنی اس مذہب میں ایک طرف خدا کی واحدیت پر ایمان رکھا جاتا ہے، اور دوسری طرف یہ یقین کیا جاتا ہے کہ خدا نے انہیں دوسرے لوگوں پر فضیلت بخشی ہے۔ مطلب یہ دو بنیادی اصولوں پر مشتمل ہے؛ ایک خدا کی وحدانیت، اور دوسرا بنی اسرائیل کی فضیلت۔

امولیہ رنجن نے فلسفہ مذہب میں یہودیت کی تعریف کے بارے میں لکھا ہے:

"یہودیت اہل یہود کا قدیم مذہب تھا، عہد نامی عتیق یہودیت کا مرکزی ماخذ ہے۔ یہودیت نے فطرت کی دہشت زدہ عبارت سے فطری انداز میں ترقی پائی اور کثرت پرستی سے وحدانیت کی طرف آئے، اور کچھ محققین کے مطابق یہودیت دو مذاہب عیسائیت اور اسلام کا مرکب ہے۔"⁴⁹

اسی طرح سے اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں یہودیت کے بارے میں لکھا گیا ہے:

"یہود ایک قوم ہے جو بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہے موسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل میں سے تھے اور فرعون کے گھر میں پلے بڑھے تھے اور اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور کی طرف چلے گئے اور پھر تقریباً ۴۰ سال وہاں رکے، اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام میں کتاب بھی نازل ہوئی۔ جب یہ فوت ہوئے تو ان کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام نبی آئے اور کنعان کو فتح کر کے وہاں رہنے لگے، اس کے بعد بنی اسرائیل میں قاضی مقرر ہوئے جو احکام کا فیصلہ کرتے تھے اور بعد میں ان میں فتنے و فساد برپا ہونے لگے جن کی وجہ سے ان میں بادشاہ مقرر ہوئے، پہلے بادشاہ طالوط علیہ السلام، پھر دادود علیہ السلام، پھر

⁴⁸ انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا، ایڈیشن، ۱۹۱۱ء، جلد ۱۳، ص ۱۰۵

انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا دنیا کا سب سے قدیم اور معتبر دائرۃ المعارف ہے، جو 1768ء میں اسکاٹ لینڈ کے شہر ایڈنبرا میں پہلی بار شائع ہوا۔ اسے کولن میکفرکار، ایڈز یو بیل، اور ویلیم سمبلی نے قائم کیا۔ آج یہ اپنی مستند معلومات اور تحقیقی معیار کے باعث عالمی سطح پر معتبر ترین آن لائن علمی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

⁴⁹ امولیہ رنجن مہاپتر، فلسفہ مذاہب، فکشن مذاہب، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۵۵

امولیہ رنجن مہاپتر ایک ممتاز بھارتی فلسفی اور محقق ہیں جنہوں نے فلسفہ مذہب اور تقابلی مذاہب کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ بنیادی طور پر ہندوستان کے فلسفیانہ اور مذہبی پس منظر سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے تدریسی و تحقیقی کام کے ذریعے عالمی سطح پر مذہب کے فلسفیانہ پہلوؤں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی معروف تصنیف "Philosophy of Religion: An Approach to World Religions" پہلی مرتبہ 1985ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مہاپتر نے مختلف عالمی مذاہب، جیسے ہندو مت، بدھ مت، عیسائیت، اسلام، اور یہودیت کا فلسفیانہ تجزیہ پیش کیا ہے۔

سلیمان علیہ السلام ہوئے۔ اس کے بعد یہودیوں کی دو سلطنتیں بن گئی ایک مملکت یہود اور دوسری بنی اسرائیل۔ ان میں پہلی ۳۸۹ سال رہی، جبکہ دوسری ۲۵۵ برس رہی۔ یہود کے من حیث الدین چار فرقے ہیں؛ جن میں ربانی، قراون، عنایہ، اور سمرہ، اور سمرہ فرقہ اصل میں بنی اسرائیل سے نہیں ہے بلکہ یہودیوں سے ہے۔⁵⁰

مسیحیت کا تعارف :

مسیحیت سامی مذاہب میں دوسرے نمبر پر ایک اہم توحیدی مذہب ہے، جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور احکام و شرائع پر مبنی ہے۔ حضرت عیسیٰ کا عبرانی میں نام یسوع اور عربی میں عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ یسوع کا معنی نجات دہندہ ہے۔ لاطینی زبان میں اسے Jesus کہتے ہیں اور آپ کا لقب جس سے مشہور ہیں وہ ہے مسیح۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب ہے، اور اس کی مقدس کتاب انجیل ہے، جیسے عمومی طور پر انجیل مقدس یا بائبل بھی کہتے ہیں، تعداد کے حساب سے یہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب مانا جاتا ہے۔ ان کے عقیدہ کا ایک اہم حصہ عقیدہ تثلیث ہے۔ جس کے مطابق باپ، بیٹا اور روح القدس کو خدا ماننا۔ تمام تر مسیحی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔

مسیحیت کی جو مقدس کتاب بائبل ہے اس کا پہلا حصہ عہد نامہ عتیق ہے اور دوسرا عہد نامہ جدید ہے۔ پہلے حصے میں یہودیوں کے بارے میں ان کے تاریخ، عقائد اور ان کی عبادت کے بارے میں معلومات موجود ہے اور اس میں یہودی اور عیسائی دونوں مشترک ہیں۔ ان کی ۳۹ کتب ہیں۔ عہد نامہ جدید میں عیسائیت کی شروع کے عقائد، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں ۲۷ کتب شامل ہیں۔ جن میں رسولوں کے اعمال اور خطوط بھی شامل کیے گئے ہیں۔⁵¹

پروفیسر ساجد میر مسیحیت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اپنی مختلف حالتوں کے باوجود مسیحیت کی پہچان کے بہت سے عقائد ہیں، جن کو پوری دنیا کے عیسائیوں میں مقبولیت حاصل ہے۔ یعنی اللہ کو خالق ماننا، انجیل کو اللہ کا کلام ماننا، عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ماننا، اور ان کو لوگوں کی طرف اللہ کا آخری رسول ماننا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کامل انسان ماننا، ان کی قربانی والی موت اور معجزانہ طور پر دوبارہ زندہ ہو جانے پر یقین رکھنا اور اس بات کو ماننا کہ وہ قربانی اور آسمان پر اٹھائے جانے کی وجہ سے ان تمام لوگوں کو نجات، معافی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی دلوائیں گئے۔"⁵²

⁵⁰ مولوی محبوب عالم، اسلامی انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ص ۸۴۰

⁵¹ مذاہب عالم کی مشترکہ تعلیمات، ص ۱۲۰

⁵² پروفیسر ساجد میر، عیسائیت تجزیہ و مطالعہ، دار السلام، لاہور، ص ۲۵

عبادات:

مسیحیت میں عقیدہ توحید کو کچھ حد تک مانتے ہیں اور خدائی صفات کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن عقیدہ تثلیث کی وجہ سے دوسرے ابراہیمی مذاہب سے مختلف ہیں۔ عقیدہ تثلیث کے مطابق باپ، بیٹا اور روح القدس، اس مجموعے کو یہ خدا تصور کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا انسانی وجود قرار دیتے ہیں۔ وہ اپنے عقائد کے مطابق نبوت و رسالت اور وحی پر یقین رکھتے ہیں اور موت کے بعد کی زندگی اور اعمال کے قائل ہیں یہی ان کے ہاں ایمان بالآخرت ہے۔

اسلام:

سامی مذاہب میں دنیا کا دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے۔ اسلام سلم سے ہے، جس کے معنی سلامتی کے ہیں۔ اس مذہب کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا اور تکمیل حضرت محمد پر ہوئی۔ اس مذہب کے ماننے والے مسلمان کہلاتے ہیں۔ دین اسلام کے اگر پھیلنے کی بات کی جائے تو جس طرح سے یہ پھیلا ہے کوئی اور مذہب اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ تمام بڑے بڑے مذاہب جن میں یہودیت، مسیحیت، اور بدھ مت وغیرہ صدیوں تک گم نامی کی حالت میں رہے۔ لیکن اسلام ابتدائی تئیس سال کے اندر ہی پورے عرب کے گوشے گوشے میں پھیل گیا تھا۔ اس کی مقبولیت کی ایک اور اہم وجہ اسلام نے وحدت ادیان کا جو اصول پیش کیا ہے جس کے مطابق تمام تر مذاہب جن کی بنیاد توحید پر ہے سچے ہیں اور ایک ہی مقصد کی مختلف کڑیوں کی حثیت رکھتے ہیں جو وقت کے تقاضوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی اصلاح کی خاطر داری کے لیے آتے رہے ہیں۔ اسلام نے پانچ بنیادی تعلیمات پیش کیں ہیں، جن میں ایمانی تعلیمات، اخلاقی تعلیمات، سیاسی، معاشرتی اور معاشی تعلیمات شامل ہیں۔⁵³ عقائد و عبادات کی اگر بات کی جائے تو اسلام ایک ایسا دین ہے انسانوں کو دانائی اور حکمت کے علم کی دعوت دیتا ہے۔ بنیادی ارکان میں ایمان درجہ اول پر ہے۔ جسمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان، رسولوں پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، تمام تر نازل کردہ کتب پر ایمان، آخرت پر ایمان اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا یہ اسلام کے بنیادی عقائد کہلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ارکان اسلام ہے، یعنی دین اسلام میں داخل ہونے کے لیے کلمہ طیبہ کا اقرار یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ واحد اور یکتا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، حضرت محمد اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور دوسرے نمبر پر نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج شامل ہیں۔

⁵³ یہودیت، عیسائیت اور اسلام، ص ۳۴۱

دین اسلام کی مقدس کتاب:

قرآن مجید جو کہ آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت محمد پر نازل اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں میں سے آخری اور مکمل کتاب ہے۔ یہ مسلمانوں کی مقدس کتاب مانی جاتی ہے جس میں تمام تر انسانوں کی رہنمائی کی ہدایات موجود ہیں۔ یہ کتاب بغیر کسی رد و بدل کے بعینہ موجود و محفوظ ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے، آپ کو بھی اس بات کا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ خود اپنی طرف سے کسی بھی لفظ کی کمی یا پیشی کر سکیں۔ دین میں کوئی بھی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جو ابتداء سے اب تک اپنی اصل حالت میں موجود ہو۔ یہ معجزانہ فضیلت صرف قرآن مجید کو حاصل ہے۔

سامی مذاہب سے متعلق کورسز کا تعارف:

پاکستان میں کئی جامعات ہیں جہاں باقاعدہ سے مطالعہ مذاہب یا ادیان کے حوالے سے نصاب پڑھایا جاتا ہے اور شعبہ جات بھی موجود ہیں۔ لیکن کچھ جامعات ایسے ہیں جہاں صرف چند مضامین پڑھائے جاتے ہیں باقاعدہ سے ڈیپارٹمنٹ موجود نہیں ہیں۔ لہذا، ذیل میں راولپنڈی اور اسلام آباد کی جامعات میں سے چار جامعات کے نصاب کو بیان کیا جائے گا۔

جن جامعات میں باقاعدہ سے انٹرفیتھ یا ریلیجین سٹڈیز کے حوالے سے ڈیپارٹمنٹ موجود ہیں، راولپنڈی اور اسلام آباد کے اریا میں ان میں ایک انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی یہ دو جامعات ہیں۔ لہذا سب سے پہلے ان میں پڑھائے جانے والے کورسز کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے اس کے بعد فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز نمل کے میں پڑھائے جانے والے کورسز کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔ سب سے پہلے ان جامعات کا تعارف، اور ان کے انٹرفیتھ کے حوالے سے ڈیپارٹمنٹ کا تعارف، اور ان کے مقاصد تعلیم، اور کورس آؤٹ لائنز کو ذیل میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد: (International Islamic University, ISB - IIUI)

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد (IIUI) پاکستان کی ایک نمایاں اعلیٰ تعلیمی اور تحقیقی درس گاہ ہے، جو اسلامی اصولوں پر مبنی جدید اور معیاری تعلیم فراہم کرنے کے لیے قائم کی گئی۔ اس کا قیام 11 نومبر 1980ء کو عمل میں آیا۔ ابتداء میں اس کا مقصد اسلامی تعلیم اور تحقیق کو فروغ دینا تھا۔ بعد ازاں 1985 میں اسے ایک خود مختار تعلیمی ادارے کا درجہ دیا گیا۔ آج یہ یونیورسٹی پاکستان اور دیگر ممالک کے طلبہ کو تعلیمی سہولیات فراہم کر رہی ہے۔ اس یونیورسٹی کا مقصد اسلامی علوم اور جدید سائنسی و سماجی علوم کے امتزاج سے ایسے طلبہ تیار کرنا ہے جو دین اسلام کی روشنی میں جدید دور کے چیلنجز کا سامنا کر سکیں۔⁵⁴

نظام تعلیم اور خصوصیات:

اس یونیورسٹی کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں:

1. یہاں اسلامی اور جدید تعلیم کو یکجا کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔
2. یہاں قرآن و حدیث، شریعت، فقہ، اسلامی معیشت، اسلامی بینکاری، جدید سائنس، انجینئرنگ، سوشل سائنسز، اور کمپیوٹر سائنس جیسے متنوع شعبے موجود ہیں۔
3. اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر تحقیقی منصوبے کیے جاتے ہیں۔
4. یونیورسٹی میں الگ الگ تدریسی بلاکس ہیں، جہاں خواتین اور مرد طلبہ کے لیے علیحدہ تعلیمی نظام موجود ہے۔

شعبہ اصول الدین کا تعارف: (Faculty of Usuluddin)

شعبہ اصول الدین (اسلامک اسٹڈیز) قدیم ترین شعبہ جات میں سے ایک ہے۔ جو یونیورسٹی کے بین الاقوامی اور اسلامی تشخص کی حقیقی عکاسی کرتا ہے۔ یہاں زیادہ تر اساتذہ کا تعلق عرب اور غیر عرب ممالک سے ہے اور وہ مسلم دنیا کی معروف جامعات سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ بعض اساتذہ نے مقامی اور مغربی جامعات سے بھی خصوصی تعلیم حاصل کی ہے۔ یہاں تدریسی زبان عربی اور انگریزی ہے، اس کے علاوہ پی۔ ایچ۔ ڈی پروگرامز تفسیر و علوم القرآن، حدیث و علوم الحدیث، اور تقابلی مذاہب میں دستیاب ہیں۔ اس شعبہ میں چھ کے قریب ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

تفسیر و علوم القرآن، حدیث و علوم الحدیث، عقیدہ و فلسفہ، سیرت و اسلامی تاریخ، تقابلی مذاہب، دعوت و اسلامی ثقافت شامل ہیں۔

شعبہ مطالعہ مذاہب کا تعارف:

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں مطالعہ ادیان کا شعبہ 1985 میں شعبہ اصول الدین (اسلامک اسٹڈیز) کے تحت قائم کیا گیا۔ اپنے قیام کے بعد سے، یہ شعبہ بچلر، ماسٹرز، اور ڈاکٹریٹ کی سطح پر تعلیمی پروگرام پیش کر رہا ہے۔ یہ شعبہ مذاہب کا مطالعہ قرآنی اصولوں کی روشنی میں غیر جانبدار اور معروضی انداز میں کرتا ہے۔⁵⁵

اس کے علاوہ یہاں مختلف مضامین جن میں قرآنی تصورِ مذہب، مطالعہ ادیان میں مسلم اسکالرز کی خدمات، مطالعہ ادیان کے جدید نظریات، سوشیالوجی آف ریلیجن (Sociology of Religion)، تقابلی تصوف (Comparative Mysticism)، یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت، جین مت، چینی اور جاپانی مذاہب، نئے مذاہب اور ان کی تحریکات، مذاہب کی کائناتیاتی (Cosmological) تفہیم وغیرہ سے متعلق مضامین بھی پڑھائے جاتے ہیں۔

⁵⁵ <https://www.iiu.edu.pk/faculties/islamic-studies-usuluddin/departments/study-of-religions/>

تعلیمی نصاب:

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں سامی مذاہب سے متعلق بی۔ ایس، ایم۔ فل اور پی ایچ ڈی سے جو کورسز پڑھائے جارہے ہیں ان کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے۔ سب سے پہلے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی پھر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، انٹرنیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اور فاطمہ جناح یونیورسٹی کے بارے بتایا گیا ہے۔

یہاں، بی۔ ایس، ایم۔ ایس اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے طلبہ کو درج ذیل کورسز پڑھائے جاتے ہیں:

بی۔ ایس:

مندرجہ ذیل کورسز کو شامل کیا گیا ہے جن میں،

1. مطالعہ مذاہب کا تعارف (Introduction to the world Religion)

2. قرآن مجید کی روشنی میں ادیان (Religion and Religions in QURAN)

3. بی۔ ایس (7th) میں یہودیت، (Judaism) مضمون پڑھایا جا رہا ہے۔

4. بی۔ ایس (8th) عیسائیت، (Christianity) پڑھایا جا رہا ہے۔

مضامین کی تفصیل:

بی۔ ایس 4th میں مطالعہ مذاہب کے نام سے مضمون پڑھایا جاتا ہے۔ جس میں سامی اور غیر سامی مذاہب سے متعلق بنیادی معلومات شامل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی، اردو اور عربی کتب سے طلبہ استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کی روشنی میں مختلف ادیان یہ مضمون بی۔ ایس 7th میں پڑھایا جاتا ہے۔ یہودیت اور مسیحیت دو مضمون بی۔ ایس کی سطح پر پڑھائے جاتے ہیں۔ جن کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

مطالعہ مذاہب کا تعارف: (Introduction to the world Religion)

اس مضمون دنیا کے بڑے مذاہب کے بارے میں بنیادی معلومات ان کے عقائد، مذہبی رسومات اور مقدس کتب وغیرہ کے بارے میں اہم موضوعات شامل کیے گئے ہیں۔

قرآن مجید کی روشنی میں ادیان: (Religion and Religions in QURAN)

اس مضمون میں قرآن مجید میں جن جن مذاہب کا ذکر کیا گیا ہے، اور قرآن مذہب کے بارے میں کیا کہتا ہے اس بارے میں تمام قرآن کی روشنی میں مذہب کی اہمیت اور مختلف مذاہب کی اہمیت قرآن کی نظر میں ان موضوعات پر بات کی جاتی ہے۔⁵⁶

⁵⁶ اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی، آؤٹ لائنز، شعبہ مطالعہ ادیان، اسلام آباد۔

یہودیت: (Jewdaism)

یہودیت سے متعلق بنیادی معلومات، مقدس کتب، ان کی مذہبی مقامات، ان کے بنیادی عقائد جن میں خدا پر ایمان، ان کی مذہبی رسومات، اخلاقیات، یہودی تاریخ کا آغاز اور انبیائے بنی اسرائیل، قرآن مجید کے تناظر میں یہودیت کا تعارف ایسے موضوعات کو اس کا کورس کا حصہ بنایا گیا ہے۔

مسیحیت: (Christianity)

اس کورس میں طلبہ کو مسیحی صحائف کا تعارف، عہد جدید کی تحریروں کا تعارف اور تدوین، اناجیل کا تعارف اور بنیادی موضوعات، خدا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسیحی عقائد، آرتھوڈوکس عیسائیت کا تعارف، کلیسا، پوپ، بنیادی عقائد اور مقدسات وغیرہ کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ پروٹسٹنٹ عیسائیت کا تعارف اور بڑی پروٹسٹنٹ جماعتیں، ان کا مشن اور مقاصد پر بھی بات کی جاتی ہے۔

ایم۔ فل:

1. فلسفہ دین۔ (Philosophy of Religion)
2. اسلام اور یہودیت۔ (Islam and Jewish)
3. یہودیت میں جدید رجحانات، (Contemporary Trends in Judaism)
4. عیسائیت میں جدید رجحانات، (Contemporary Trends in christianity) کے مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔⁵⁷

تفصیل:

ذیل میں کورسز کی تفصیل پیش کی ہے۔

فلسفہ دین (Philosophy of Religion)

اس مضمون میں مذہب کے فلسفے کا ایک تاریخی جائزہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مذہب کے بنیادی تصورات اور عملی امور پر فلسفیانہ و منطقی تحقیقات کو شامل کیا گیا ہے، خاص طور پر خدا کے وجود، انسانی زندگی میں اخلاقیات، برائی اور تکالیف، معجزات کے وقوع پذیر ہونے کی حقیقت، اور مابعد الطبیعیاتی مباحث جیسے حیات بعد الموت، آخری فیصلے، جنت اور دوزخ کے تصورات

⁵⁷ اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی، آؤٹ لائنز، شعبہ مطالعہ ادیان، اسلام آباد۔

وغیرہ پر بھی ابحاث شامل کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کورس سے طلبہ مسلم اور مغربی فلسفانہ روایات سے آگاہی کرنے کے ساتھ ساتھ ایمان اور عقل کے باہمی تعلق کو بھی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسلام اور یہودیت (Islam and Jewish)

اس کورس میں اسلام اور یہودیت سے متعلق بنیادی معلومات ان کے عقائد، عبادات، مذہبی رسومات تاریخی پس منظر، سماجی اور تہذیبی اثرات، اور اسلام اور یہودیت کو تقابلی انداز میں بھی پڑھایا جاتا ہے۔ کتب کی اگر بات کی جائے تو اردو، انگریزی اور عربی کتب سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام اور یہودیت کا تقابلی انداز میں بھی مطالعہ کروایا جاتا ہے

پی۔ ایچ۔ ڈی:

پی۔ ایچ۔ ڈی فرسٹ سمسٹر میں تین مضمون پڑھائے جاتے ہیں، جن کے مندرجہ ذیل ہیں۔

1. اسلام، سائنس اور فلسفہ۔ (Islam, science and Philosophy)

2. نظریہ اور مذہب۔ (Theory and Religion)

3. بین مذاہب مکالمہ۔⁵⁸ (Interfaith Dialogue)

پی۔ ایچ۔ ڈی سکیئنڈ سمسٹر میں پڑھائے جانے والے مضمون مندرجہ ذیل ہیں۔

1. جدید دنیا میں مذہب۔ (Religions in the Modern World)

2. اسلام اور مسلم یہودی تعلقات، (Islam and Jewish Muslim Relation)

3. اسلام اور مسلم عیسائی تعلقات۔ (Islam and Christian Muslims Relation) کو شامل کیا گیا

ہے۔⁵⁹

۲۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد:

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی پاکستان کا پہلا (Distance learning) فاصلاتی تعلیمی ادارہ ہے۔ یہ پاکستان میں فاصلاتی تعلیم کی بانی یونیورسٹی ہے جو جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے دور دراز علاقوں تک تعلیمی سہولتیں پہنچا رہی ہے۔ اس کا نظریہ سب سے پہلے 1960 کی دہائی کے آخر میں برطانیہ میں پیش کیا گیا، اور 1969ء میں برطانیہ کی اوپن یونیورسٹی قائم ہوئی۔ جس کے بعد دنیا بھر میں 70 سے زائد اوپن یونیورسٹیاں کام کر رہی ہیں۔ AIU دنیا کی دوسری اور ایشیا و افریقہ کی پہلی اوپن یونیورسٹی ہے۔ جس

⁵⁸ اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی، آؤٹ لائنز، شعبہ مطالعہ ادیان، اسلام آباد۔

⁵⁹ اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی، آؤٹ لائنز، شعبہ مطالعہ ادیان، اسلام آباد۔

نے لاکھوں طلبہ، خاص طور پر خواتین، تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ پاکستان میں غربت، خواتین کی تعلیمی محرومی اور دیہی علاقوں میں تعلیمی سہولتوں کی کمی کے باعث فاصلاتی تعلیم کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔⁶⁰

ادارے کا قیام:

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، مئی 1974 کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے منظور کیا۔ ابتداء میں اسے پیپلز اوپن یونیورسٹی کا نام دیا گیا تھا۔ لیکن 1977 میں قومی شاعر اور فلسفی علامہ محمد اقبال کے پہلے صد سالہ یوم پیدائش کے موقع پر اس کا نام تبدیل کر کے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی رکھ دیا گیا۔ پاکستان میں "اوپن یونیورسٹی" کا تصور پہلی بار تعلیمی پالیسی 1972-1980 میں پیش کیا گیا۔ جس میں تسلیم کیا گیا کہ دنیا کے مختلف ممالک میں اوپن یونیورسٹیاں ایسے افراد کو تعلیم اور تربیت فراہم کر رہی ہیں جو اپنی ملازمتوں اور گھریلو مصروفیات کی وجہ سے مکمل وقت کے لیے تعلیمی اداروں میں نہیں جاسکتے۔ اس پالیسی کے تحت علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تاکہ جزوقتی تعلیمی مواقع فراہم کیے جاسکیں۔ یونیورسٹی نے مراسلاتی کورسز، ٹیوٹوریلز، سیمینارز، ورکشاپس، تجربہ گاہوں، اور ریڈیو ٹیلی ویژن نشریات جیسے ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے تعلیم کی فراہمی کا آغاز کیا۔ اس جدید طرزِ تعلیم کا مقصد تعلیمی خلا کو پُر کرنا اور پاکستان کے ہر طبقے تک تعلیم کو عام کرنا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو سکیں۔ یونیورسٹی نے دیہی عوام کو خواندگی فراہم کرنے کی جدید حکمت عملیوں کے اعتراف میں یونیسکو نوما ایوارڈ اور راجارائے سنگھ ایوارڈ حاصل کیے ہیں۔⁶¹

نمایاں خصوصیات:

اس یونیورسٹی میں سال میں دو بار (بہار اور خزاں) سمسٹر سسٹم کے تحت داخلے جاری ہوتے ہیں اور اس وقت اوسطاً 10 لاکھ سے زائد طلبہ اس میں زیر تعلیم ہیں۔ 54 علاقائی کیمپسز کے ساتھ، یہ ادارہ 2000 سے زائد کورسز پیش کر رہا ہے۔ یہ ملک کا سب سے بڑا اساتذہ کی تربیت کا ادارہ بھی ہے، جہاں ہر سمسٹر میں 4 لاکھ سے زائد اساتذہ داخلہ لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں، اوقاف فنڈ کے تحت علاقائی مراکز، ہوٹلز اور تعلیمی بلاکس کی تعمیر، مستحق طلبہ کے لیے امدادی فنڈ اور یونیورسٹی ملازمین و ان کے بچوں کے لیے مفت تعلیمی سہولت جیسی سہولیات بھی فراہم کی جا رہی ہیں۔ یہ تمام اقدامات AIU کو پاکستان میں فاصلاتی تعلیم کا ایک منفرد اور موثر ادارہ بناتے ہیں۔

⁶⁰ <https://www.aiou.edu.pk/aiou-glance>

⁶¹ <https://www.aiou.edu.pk/aiou-glance>

شعبہ بین المذاہب مطالعات کا تعارف: (Department of Interfaith Studies)

بین المذاہب مطالعات کا شعبہ 2019 میں فیکلٹی آف عربی اینڈ اسلامک اسٹڈیز میں قائم کیا گیا۔ اس شعبے نے اپنے بی۔ ایس اسلامیات (بین المذاہب مطالعات میں تخصص) کے پہلے بیچ کا آغاز بہار 2021 سے کیا۔ بین المذاہب مطالعات کا شعبہ، فیکلٹی آف عربی اینڈ اسلامک اسٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد کا ایک ابھرتا ہوا تعلیمی مرکز ہے، جو اسلام کی آفاقی تعلیمات کو پیش کرنے اور بین المذاہب و بین المسالک ہم آہنگی کے فروغ کے لیے کام کر رہا ہے۔ عصر حاضر میں، تکثیریت پر مبنی عالمی تناظر میں بین المذاہب مطالعات کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔ سماجی و سیاسی تبدیلیوں، نوآبادیاتی عہد کے بعد کے اثرات اور مابعد جدیدیت کے پس منظر میں، تاریخی ورثے کا از سر نو جائزہ لینا اور مذہبی متون کی نئی تشریح ضروری ہو چکی ہے تاکہ پائیدار بین المذاہب تعلقات، امن اور ہم آہنگی کو فروغ دیا جاسکے۔ اس مقصد کے لیے، معروف مذہبی اسکالرز کے علمی و فکری رد عمل کا تنقیدی جائزہ انتہا پسندی، عدم مساوات، اور امتیازی سلوک کے خاتمے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ شعبہ نہ صرف تعلیمی پروگرامز بلکہ سیمینارز، بین الاقوامی کانفرنسز، تربیتی ورکشاپس، اور آؤٹ ریچ پروگرامز کے ذریعے بھی اس میدان میں نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔ اس نے بہار 2021 سے بی، ایس اسلامیات (بین المذاہب مطالعات میں تخصص) کا آغاز کیا ہے۔⁶²

مقاصد:

اس ڈیپارٹمنٹ کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں۔

1. طلبہ کے لیے بین المسالک مطالعات سے متعلق بنیادی امور پر حالیہ تحقیقات، جدید نظریات اور تجربات کے تبادلے کے لیے پلیٹ فارم مہیا کرنا۔
2. بین المذاہب اور بین المسالک ہم آہنگی کے لیے مکالمے کے مؤثر نظام کو فروغ دینا۔
3. ایسے اہل علم تیار کرنا جو بنیادی اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ بین المذاہب مطالعات میں بھی مہارت رکھتے ہوں۔
4. عقائد اور عبادات کی زیادہ جامع اور بہتر تفہیم کو فروغ دینا۔
5. اسلامی تہذیب و ثقافت اور اس کا دیگر تہذیبوں سے تقابلی مطالعہ کرنے کی صلاحیت بڑھانا۔
6. مذہبی متون کا گہرا مطالعہ کر کے بین المذاہب تعلقات کے لیے اصول، حکمت عملیاں، اور اخلاقی معیارات وضع کرنا۔

⁶² علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، انٹرفیتھ سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ۔

7. بین المذاہب ہم آہنگی، بقائے باہمی، اور امن کے قیام کو فروغ دینا۔

فیکٹی ممبرز:

اس اس ڈیپارٹمنٹ کے چیئر پرسن، ڈاکٹر غلام شمس الرحمان ہیں، اور سات کے قریب باقی اساتذہ ہیں جو اس ڈیپارٹمنٹ کی کامیابی کے لیے کام سرانجام دے رہے۔ جن میں، ڈاکٹر حافظ محمد سجاد، ڈاکٹر محمد فاروق عبداللہ، ڈاکٹر حسن بیگ، عثمان علی شیخ، عبدالعزیز عوان، واجد تنویر، قاسم گجر، شامل ہیں۔⁶³

بی۔ ایس کے کورسز کی تفصیل:

بی۔ ایس کی سطح پر مندرجہ ذیل کورسز کو شامل کیا گیا ہے۔ جن میں،

1. سیرت رسول صلی وعلیہ وسلم کی روشنی میں بین المذاہب ہم آہنگی

2. انسانی حقوق اور اسلام

3. مطالعہ مذاہب عالم

4. مطالعہ مسیحیت

5. مطالعہ یہودیت

ایم۔ فل میں پڑھائے جانے والے کورسز کی تفصیل:

ایم۔ فل کی سطح پر شعبہ بین المذاہب مطالعات میں جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں ان کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے:

ایک کورس جو اصول تحقیق و تدوین یہ عمومی کورس میں شامل ہے لہذا یہ تمام مذاہب میں ہی پڑھایا جاتا ہے۔

ایم۔ فل فرسٹ کے مضامین:

ایم۔ فل فرسٹ سمسٹر میں سامی مذاہب میں دو سے تین کورسز پڑھائے جاتے ہیں۔ جن میں،

1. اصول تحقیق و تدوین: (Principles of research and Editing)

2. قرآن اور مطالعات بین المذاہب: (The Quran and Interfaith Studies)

3. مذہب اور استشراق: (Religion and Orientalism)

⁶³ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، انٹرفیتھ سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، اسلام آباد۔

کورسز کا تعارف اور مقاصد:

یہاں مختلف مضامین پڑھائے جارہے ہیں جو کہ نہ صرف نظریاتی اور عملی پہلوؤں کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ ایسے کورسز بھی شامل ہیں جو بین المذاہب میدان میں تحقیق کرنے کے لیے بھی باقاعدہ سے آگاہی فراہم کرتے ہیں۔ ان تینوں کورسز میں پڑھانے جانے والے اہم موضوعات کا تعارف اور کتب کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

اصول تحقیق و تدوین: (Principles of research and Editing)

یہ مضمون عمومی مضامین میں شامل ہے اور یہ تحقیقی اصولوں اور مختلف پہلوؤں کے بارے میں آگاہی فراہم کرتا ہے۔ اس مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جس میں ایک حصہ تحقیق کے اصولوں پر مشتمل ہے جبکہ کہ دوسرا حصہ تحقیقی رپورٹ یا تحقیقی مقالہ میں ترمیم کے طریقے۔⁶⁴

پہلے حصے کا بنیادی مقصد طلباء کو نظریاتی اور عملی پہلوؤں سے آراستہ کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اس مضمون کا بنیادی مقصد طلبہ کو بین المذاہب میدان میں استعمال ہونے والے مختلف تحقیقی طریقہ کار کی وسیع تفہیم فراہم کرنا ہے اور یہ طلبہ کو ڈیٹا کے تجزیہ کے مختلف طریقے سکھانے کے قابل بناتا ہے۔ جبکہ، کورس کا دوسرا حصہ جو کہ مقالہ کی ترمیم پر مشتمل ہے، اس کا مقصد، طلبہ کو مسودہ تیار کرنے میں مدد کرنا ہے۔ جو ڈیٹا جمع کرنے اور نتائج اخذ کرنے میں طلبہ کی مدد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کورس کا مقصد یہ بھی ہے کہ طلبہ تحقیقی مقالہ اجزا سیکھ سکیں۔

کورس میں پڑھائے جانے والے موضوعات:

1. تحقیقی طریقہ کار: بنیادی تصورات
2. تحقیقی تجویز، ریسرچ پروپوزل لکھنا
3. تحقیقی لٹریچر کا جائزہ لینا
4. تحقیقی مسئلے کی تشکیل اور مفروضہ تیار کرنا۔
5. ڈیٹا جمع کرنا،
6. مقداری طریقے
7. معیاری طریقے

⁶⁴ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، آؤٹ لائنز، اسلام آباد

8. اچھی تحقیق کے اشارے

9. تحقیقی رپورٹ لکھنا۔

مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتب:

خالق داد ملک، تحقیق و تدوین کا طریقہ کار (آزاد بک ڈپولاہور، ۲۰۱۹ء)

باقر خان خاگوانی، اسلامی اصول تحقیق، (ادبیات، لاہور، ۲۰۱۵ء)

عبد الحمید خان عباسی، اصول تحقیق، (نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲ء)

عبدالرزاق قریشی، مبادیات تحقیق، (خان بک کمپنی، لاہور)

محبوب الرحمن، ڈاکٹر محی الدین ہاشمی، اصول تحقیق (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۹ء)

قرآن اور مطالعات بین المذاہب: (The Quran and Interfaith Studies)

قرآن مجید اسلامی تعلیمات کا ایسا بنیادی ماخذ ہے جس کے احکام بین المذاہب تعلقات کی نوعیت کو بیان کرتے ہیں۔ مسلم مفسرین نے تاریخی سیاق و سباق کے تناظر میں قرآنی متن کی تشریح کی ہے۔ ریاستوں کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی اقلیتوں اور انسانی حقوق کا تصور آیا۔ لہذا، قرآن کی روشنی میں ایسا فریم ورک وضع کرنا ضروری ہے جو انسانی حقوق کو نظر انداز کیے بغیر سماجی استحکام، اور بین المذاہب بقائے باہمی فراہم کر سکے۔ اس کورس کا مقصد عصر حاضر میں بین المذاہب تعلقات کو قرآن کی روشنی میں سمجھنا ہے۔ اس کے علاوہ عصر حاضر میں مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں، ملحدوں کے ساتھ سماجی، سیاسی، اقتصادی تعلقات کے بارے میں قرآنی نظریہ جاننا ہے۔ جو کہ آج کے دور میں انتہائی ضروری ہے۔

کورس میں پڑھائے جانے والے مختلف موضوعات:

1. قرآن مجید میں بین المذاہب تعلقات کا متنی مطالعہ
2. احکام القرآن الجصاص میں بین المذاہب تعلقات
3. امام قرطبی کا بین المذاہب شادیوں اور عائلی قوانین پر نقطہ نظر
4. ابتدائی تفسیری ادب میں ذمیوں کا تصور
5. قرون وسطیٰ کی تفسیری روایات میں "جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے" اس کی تشریح
6. ابن عاشور کی بین المذاہب تعلقات کی تفہیم
7. عبد الماجد دریابادی اور بین المذاہب تعلقات

8. سرسید احمد خان کی تفسیر اور بین المذاہب تعلقات
9. جدید تفسیری ادب میں "دیگر اقلیتوں اور اقوام کی تعبیر

تجویز کردہ کتب:

- جو مختلف کتب اس کورس کے حوالے سے شامل کی گئی ہیں ان میں،
1. ابو بکر الجصاص، احکام القرآن، بیروت، دار حیاء التراث العربی، ۱۹۹۴ء
2. ابو بکر القرطبی، الجامع احکام القرآن، بیروت مؤسستہ الرسالہ، ۲۰۰۶ء
3. سرسید احمد خان تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان، پٹنہ: خدا بخش لائبریری۔
4. مولانا عبدالماجد دریابادی، تفسیر ماجدی کراچی، مجلس نشریات وغیرہ شامل ہیں۔

مذہب اور استشرق: (Religion and Orientalism)

اس کورس میں استشرق اور مشرقی ادیان کے باہمی تعلق کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسلام، ہندومت، بدھ مت، اور سکھ مت جیسے مذاہب کے حوالے سے استشراتی سرگرمیوں کا تاریخی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اس میں اس کورس میں بعض نمایاں مستشرقین، ان کے کام اور ان کے خیالات کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ مختلف مذاہب کے پیروکاروں نے مستشرقین کے نظریات پر کس طرح رد عمل دیا ہے۔

کورس میں پڑھائے جانے والے مختلف موضوعات:

مندرجہ ذیل موضوعات شامل ہیں جن میں،

1. استشرق: ایک تعارف
2. اسلام اور استشرق: ایک تاریخی جائزہ
3. چند معروف مستشرقین اور ان کی اسلامیات پر تصانیف
4. استشرق کی حوالے سے مسلم رد عمل
5. ہندومت اور استشرق: ایک تاریخی جائزہ
6. استشرق کے حوالے سے ہندو رد عمل
7. بدھ مت، سکھ مت اور استشرق
8. استشراتی مطالعے کے بارے میں علمی آراء

مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتب:

مندرجہ ذیل کتب زیر فہرست شامل کی گئی ہیں،

A.L. Macfie, Orientalism, Edinburgh, longman, 2020

A. L. Macife, Orientalism: A Reader , New York: New York city press

Edward Said, Orientalism ,London: penguin ,2003

سید صباح الدین، عبد الرحمن ودیگر، مرتبین، اسلام اور مستشرقین، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۲۰۰۷ء سات جلدیں۔

محمد ثناء اللہ ندوی، علوم اسلامیہ اور مستشرقین، لاہور نشریات، ۲۰۰۹ء۔

مصادر علوم اسلامیہ: (Sources Of Islamic Studies)

جدید ذرائع سے اسلام کا مطالعہ آج کے دور میں ایک عام رجحان بن چکا ہے۔ جو کہ بعض اوقات ابہام اور غلط تشریحات کا سبب بن جاتا ہے۔ لہذا اس کورس کے ذریعے اسلام کو اس کے بنیادی ماخذ سے سمجھنے اور سیکھنے پر توجہ دی گئی ہے، تاکہ غلط تشریحات سے بچا جاسکے۔ اس کورس کا مقصد اسلامیات کے بنیادی ماخذ سے مخصوص متون کا تعارف سمجھنا ہے۔ یہ متون اسلامی علوم کی اہم شاخوں جیسے تفسیر، حدیث، سیرت، اسلامی قانون، اسلامی عقائد، فلسفہ، تصوف، اور مسلم تاریخ سے منتخب کیے گئے ہیں۔ ان ماخذوں کے منتخب کردہ متون کا بنیادی موضوع بین المذاہب مطالعہ ہے، جسے الہیاتی، تفسیری، قانونی، اور سماجی و ثقافتی تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔⁶⁵

کورس میں پڑھائے جانے والے مختلف موضوعات:

(قرآن مجید)

1. الجصاص کی تفسیر المائدہ: اہل کتاب کی خواتین سے شادی
2. تفسیر ابن کثیر آل عمران: ۶۴-۳۳، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم علیہ السلام، اور اہل کتاب سے اسلام کا تعلق۔

3. ابن عاشور کی تفسیر المائدہ: اہل کتاب کا کھانا کھانے کا حکم

(حدیث اور سیرت)

4. یشاق مدینہ، نبی کریم ﷺ اور نجاشی کے درمیان خط و کتابت

5. فقہ: امام شاطبی کی قرآنی تمثیلات پر تحقیق

6. فقہ: امام غزالی کا سابقہ الہامی صحیفوں پر تجزیہ

⁶⁵ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، آؤٹ لائنز، اسلام آباد۔

7. علم الکلام: ابن حزم کا یہودی صحیفوں کا تجزیہ
8. علم الکلام: امام غزالی کا تثلیث پر تجزیہ
9. مسلمانوں کے دیگر مذاہب پر تحریریں: البیرونی کا ہندو مذہب کی اعلیٰ اور عوامی روایات پر مطالعہ
10. تصوف: ابن عربی کا عیسائیوں پر نظریہ
11. اسلامی تاریخ: ابن خلدون کا علم الکلام اور تصوف پر تجزیہ

کتاب:

- جن سورسز کا استعمال کیا جاتا ہے ان میں؛
- الشاطبی، ابن اسحاق، الموفقات، بیروت، دار لکتاب العلمیہ۔ ۲۰۰۴ء
- ابن حزم، الفصلی الملل والاهواء والنحل، قاہرہ: مکتبہ السلام العالمیہ
- ابو بکر الجصاص، احکام القرآن، بیروت، دار حیاء التراث العربی، ۱۹۹۴ء
- اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ریاض: دار طیبہ للنشر والتوزیع ۱۹۹۴ء
- عبدالوارث خان اسلامی علوم: ایک تعارف۔ نئی دہلی: اسلامک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۷ء
- محمد ثناء اللہ ندوی، علوم اسلامیہ اور مستشرقین، لاہور، نشریات، ۲۰۰۹ء

فلسفہ دین:

اس کورس میں مذہب کے فلسفے کا ایک تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مذہب کے بنیادی تصورات اور عملی امور پر فلسفیانہ و منطقی تحقیقات کو شامل کیا گیا ہے، خاص طور پر خدا کے وجود، انسانی زندگی میں اخلاقیات، برائی اور تکالیف، معجزات کے وقوع پذیر ہونے کی حقیقت، اور مابعد الطبیعیاتی مباحث جیسے حیات بعد الموت، آخری فیصلے، جنت اور دوزخ کے تصورات وغیرہ پر بھی احاطہ شامل کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کورس سے طلبہ مسلم اور مغربی فلسفانہ روایات سے آگاہی کرنے کے ساتھ ساتھ ایمان اور عقل کے باہمی تعلق کو بھی سمجھ سکیں گے۔ مزید برآں، یہ مذہب کے کلیدی تصورات اور علمی پہلوؤں کی حکمت کو سمجھنے اور مختلف مذاہب کی روایات تجزیہ اور موازنہ کرنے میں بھی مدد فراہم کرتا ہے۔

مختلف موضوعات کے اہم عنوانات:

1. مسلم فلسفانہ روایات اور نمایاں فلاسفہ
2. مغربی فلسفیانہ روایت اور مذہب کا تعارف

3. مذہبی زبان اور عقائد
4. خدا کا وجود اور اس کے دلائل
5. معجزات کا مطالعہ
6. مابعد الطبیعیاتی مباحث
7. مذہب، سائنس اور انسانیت پر مباحث

کتب:

1. Helm Paul. Faith and Reason. Oxford: clarendon, 1981.
2. Kenny, Anthony. The God of the Philosophers. Oxford: Clarendon, 1979.
3. Alston, William p. Perceiving God : The Epistemology of Religious Experience. Ithaca, N.Y : Cornell University press, 1991.
4. Kretzmann, Norman . The Metaphysics of Creation: Aquinas's Natural Theology in summa contra gentiles II. Oxford : Oxford university press. 1997.

ادیان عالم میں بین المذاہب روابط: (Interfaith Relations Between the World Religions)

یہ کورس ابراہیمی مذاہب کے درمیان تعلقات، ان کے عقائد، اور سماجی تعارف کا جامع تجزیہ فراہم کرتا ہے۔ یہ نہ صرف یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے درمیان مکالمے سے واقف کرتا ہے بلکہ ان مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان مختلف تنازعات کو عصری ضروریات کے مطابق حل کرنے کی تربیت بھی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کورس اسلام کے غیر سامی مذاہب کے ساتھ تعلقات کو بھی متعارف کرواتا ہے اور دنیا کے مختلف مذاہب کے ساتھ مسلمانوں کے بین المذاہب تعلقات کے بارے میں آگاہی فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں، اس کورس میں موضوع سے متعلق تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس میں، ابراہیمی اور غیر ابراہیمی مذاہب کے درمیان مکالمے اور ثقافتی ہم آہنگی کی روایت کو بعد از جدیدیت (post-modern) کے تناظر میں تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔⁶⁶ ان کے درمیان تنازعات اور مشترکہ اقدار کی درست تفہیم، عالمی سطح پر پائیدار امن، سماجی ہم آہنگی، اور باہمی رواداری کے قیام میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ کورس اسکالرز کو سماجی و ثقافتی روابط کی راہ متعین کرنے کے لیے رہنما اصول بھی فراہم کرتا ہے۔

⁶⁶ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، آؤٹ لائنز، اسلام آباد۔

کورس میں شامل اہم موضوعات:

مندرجہ ذیل اہم موضوعات شامل ہیں: جن میں،

1. ابراہیمی مذاہب کا تعارف اور ان کے درمیان مشترکہ تعلیمات
2. ابراہیمی مذاہب میں بین المذاہب کا متنی مطالعہ
3. ابراہیمی مذاہب کے درمیان مکالمے کے روایت
4. تاریخی تناظر میں یہودیت اور اسلام کے درمیان تعلقات
5. تاریخی تناظر میں عیسائیت اور اسلام کے درمیان تعلقات
6. تاریخی تناظر میں ہندومت اور اسلام کے درمیان تعلقات
7. تاریخی تناظر میں بدھ مت اور اسلام کے درمیان تعلقات
8. مسلمانوں کا بین المذاہب روابط پر ردِ عمل: چینی مذاہب کا مطالعہ
9. ابراہیمی مذاہب کے درمیان باہمی تعلقات کے موجودہ امکانات⁶⁷

کتاب:

اس کورس میں جو کتاب شامل کی گئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1. A special issue on Islam and Buddhism. The Muslim World 100, no,2-3(2010)
2. Abdur Rauf .H, (2012). Theological Approach to Quranic Exegesis: A practical comparative – Contrastive Analysis, New York, Routledge.
3. Baron Salo, (1976). A social and religious History of the Jews, Colombia University press, New York.

پی۔ ایچ۔ ڈی سے متعلق کورسز:

پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح سامی مذاہب سے متعلق جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں ان میں؛

پہلے سمسٹر، مطالعہ المذاہب کے اطلاقی منہج اور مطالعات بین المذاہب کے نقطہ ہائے نظریہ دو مضامین شامل ہیں۔ ان کی اگر تفصیل کے بارے میں بات کی جائے تو کئی اہم موضوعات اور پہلوؤں پر بات کی جاتی ہے تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

⁶⁷ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، آؤٹ لائنز، اسلام آباد۔

مطالعہ مذاہب کے اطلاقی مناج: (Applied Method in the study of Religion)

اس کورس میں طلبہ کو مختلف عملی تحقیقاتی طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ تاکہ طلبہ میں یہ طریقے علم و فہم پیدا کر سکیں۔ ان طریقوں میں موازنہ، مواد کا تجزیہ کرتا، دستاویزی تجزیہ، تفسیری طریقہ جسے انگریزی میں (Hermeneutics)، کہتے ہیں، تاریخی طریقہ، انٹرویو اور سروے، تحقیقی اخلاقیات، علمیات (Epistemology)، نظریاتی خاکہ (Theoretical Framework)، تحقیق کی ترتیب، وغیرہ سے آگاہی فراہم کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اسلامیات میں استعمال ہونے والے روایتی تحقیقی طریقوں کے بارے میں بھی سکھایا جاتا ہے۔

کتاب:

1. Carl Olson, Religious studies, The key concepts (New york: Routledge, 2011)
2. John R Hinnels, ed, The Routledge companion to the study of Religion (New york Rutledge, 2005)
3. Michael Stausberg and Steven Engler, eds, The Routledge Handbook of Research, Methods in the study of Religion (New york : Routledge, 2011)
4. William E. Deal, Timothy Kandler Beal, Theory for Religious studies, Psychology press, 2004)

مطالعات بین مذاہب کے نقطہ ہائے نظر: (Approaches to Interfaith Studies)

اس کورس میں طلبہ کو مختلف نظریاتی اور عملی زاویوں سے روشناس کیا جاتا ہے۔ مذہب کو سمجھنے کے لیے مختلف طریقوں جن میں سائنسی، سماجی اور نفسیاتی وغیرہ کے بارے میں بھی بتایا جاتا ہے۔ موجودہ دور کے مختلف چیلنجز اور مسائل سے کیسے نمٹا جائے اس سے متعلق بھی سکالرز کو رہنمائی دی جاتی ہے۔⁶⁸

اہم موضوعات:

اہم موضوعات میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

1. تاریخی تناظر میں مذاہب کا مطالعہ

2. مذہب سے متعلق اہم نظریات

3. مذہب کا سماجی تجزیہ

4. نفسیاتی تجزیہ

⁶⁸ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، آؤٹ لائنز، اسلام آباد۔

5. تقابلی مذاہب

6. مذہب کے مطالعہ سے متعلق کلیدی مسائل، جن میں اندرونی اور بیرونی نقطہ نظر، الہیات بمقابلہ مذہبی مطالعات، مذہب اور سیاست، مذہب اور سائنس، مستشرقیت، مقدس متون کی فکری تعبیر وغیرہ کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔

کتاب:

1. Tarif khalidi , ed, The Muslims Jesus, Saying and stories in Lslamic Literature . Cambridge , MA : (Harvard University press,2011)
2. Robart A.Segal, The Blackwell Companion to the study of Religion (Oxford Blackwell ,2006)
3. Carl Olson,Religious studies, The key concepts (New york: Routledge ,2011)
4. John R Hinnels ,ed ,The Routledge companion to the study of Religion (New york Rutledgw ,2005)

پی۔ ایچ۔ ڈی کے دوسرے سمسٹر میں پڑھائے جانے والے سامی مذاہب سے متعلق مضامین:

مطالعہ مذاہب میں مسلمانوں کی خدمات:

(Muslim contributions in the study of Religion)

اسلام کی علمی روایات کے آغاز میں ہی مسلم اہل علم مختلف مذاہب کے بارے میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ جن میں عیسائیت، یہودیت اور دیگر مذاہب کے افکار، عقائد اور تعلیمات کے بارے میں تفصیل ملتی ہے۔ اس کورس کے ذریعے طلبہ کو دیگر مذاہب کے بارے میں مسلمانوں کے نظریات جن میں قدیم اسلامی متون سے لے کر جدید دور تک کے متون سے روشناس کروایا جاتا ہے۔ سائنس، تقابلی، تاریخی اور سماجی مطالعے میں مسلمانوں نے جو علمی خدمات سرانجام دی ہیں ان کے بارے میں بھی آگاہی فراہم کی جاتی ہے⁶⁹۔

اہم موضوعات:

اس کورس میں پڑھائے جانے والے اہم موضوعات جو ہیں انہیں ذیل میں بیان کیا گیا ہے، عیسائیت کے بارے میں مسلمانوں کے نظریات۔ یہودیت سے متعلق خیالات۔

⁶⁹ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، آؤٹ لائنز، اسلام آباد۔

غیر سامی مذاہب سے متعلق مسلمانوں کے خیالات۔

قبل از جدید دور میں دیگر مذاہب دیگر مذاہب کے مطالعہ میں نمایاں مسلم اسکالرز کا کردار۔

مسلمانوں کی جانب سے مذاہب کے علمی و تحقیقی مطالعے کی کوششیں۔

جن مسلم شخصیات نے مذہبی مطالعات میں نمایاں کردار ادا کیا ان کے منتخب کتب کا جائزہ۔

اسماعیل راجی الفاروقی، سید حسین نظر، طلال اسد، اکبر ایس احمد، عبدالقادر طیوب، ضیاء الدین سردار، محمد اکرم۔

بین المذاہب مکالمے کے حوالے سے مسلم اسکالرز کی تحریریں۔

کتب:

1. Ismail Raji Al- Faruqi, Towards a critical world Theology ,Towards Islamization Disciplines (Virginia :The International Institute of Islamic Thought 1995)
2. Jacques Waardenburg, ed , Muslims Perceptions of other Religions : A historical survey (New York : Oxford University , press ,1999).
3. Jacques Waardenburg, ed , Muslims Perceptions of others: Relations in Context (Berlin :walter de Gruyter, 2003).
4. Talal Asad , The idea of an Anthropology of islam , Qui parle 17, no 2(2009).

سعود عالم قاسمی، محمد، مطالعہ مذاہب کی اسلامی روایات، (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۲۰۱۹)

صوفی روایات اور بین المذاہب ہم آہنگی :

(Sufi Tradition and Interfaith Harmony)

یہ کورس دور جدید کے عالمی سیاق و سباق میں بین المذاہب تعلقات کے مختلف پہلوؤں کو جائزہ لیتا ہے۔ جب مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مکالمہ کرتے ہیں تو صوفی روایات کس طرح سے امن و ہم آہنگی پیدا کرنے میں کردار ادا کرتی ہیں۔ اس کے ذریعے سے طلبہ مختلف مذاہب کا صوفی فکر کے ساتھ تعلق جانے کی کوشش کرتے ہیں صوفیاء اکرام اور معاشرے کے درمیان بین المذاہب تعلقات کے مخصوص پہلوؤں کو تنقیدی طور پر مطالعہ کرتے ہیں۔ صوفیاء اکرام کی تعلیمات نے محبت، انسانیت، روحانیت اور ہم آہنگی کا جو پیغام دیا اس کورس میں ان تمام تر پہلوؤں کا جائزہ موضوعاتی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ صوفی علمائے کی تاریخ آج سے چودہ سو سال پہلے عرصے پر محیط ہے دسویں اور گیارویں صدی کے دوران صوفی ازم مکمل شکم میں وجود میں جس نے امن اور بقائے باہمی کا درس دیا۔

اس کورس میں اسلام سے متعلق صوفی روایات میں بات چیت کی جاتی ہے اس لیے یہ سامی مذاہب میں بھی شامل ہوتا ہے۔

اہم موضوعات:

1. مندرجہ موضوعات کو اس کورس میں شامل کیا گیا ہے جن میں؛
2. ہندوستان میں صوفی سلسلے اور بین المذاہب ہم آہنگی۔
3. معاصر دور میں صوفی ازم اور بین المذاہب ہم آہنگی۔
4. صوفی تعلیمات جدید دور کے جوابات، اور بین المذاہب ہم آہنگی۔
5. ترک صوفیاء اکرام کی معاشرتی زندگی میں رواداری و ہم آہنگی کی عملی مثالیں۔
6. صوفی فکر میں بین المذاہب تعلقات کی تعبیر
7. دور جدید میں صوفی ازم اور بین المذاہب ہم آہنگی کی نئی جہتیں۔
8. پاکستان میں صوفی سلسلے اور مذہبی تنوع، اسلام اور بین المذاہب ہم آہنگی کا امتزاج۔
9. چشتی صوفیاء کا کردار، امن، رواداری، اور بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے تاریخی خدمات۔
10. چشتی روایت کے ذریعہ عقائد اور معاشرتی رویوں میں مثبت اصلاحات۔

کتاب:

اس کورس میں طلبہ جن کتاب سے استفادہ حاصل کرتے ہیں وہ مندرجہ ذیل بیان کی گئی ہیں۔

1. Anjum , Khaleeq, Letter of Mirza Mazhar, Dehli, Dar ul Kutb, 1990.
2. Arberry , A.J. Sufism. London: Allen and Unwin, 1950.
3. Hoffman , Valerie . Sufism, Mystics , and saints in Modern Egypt. Columbia: University of south Carolina press, 1995
4. Howell, Julia Day , Indonesia salafist sufis. Modern Asian Studies 44, no. 5(2010).
5. Bruinessen , Martin Van and Julia Day Howell. Sufism and the Modern in Islam, London: I .B.Tauris, 2007.

۳۔ فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی

یونیورسٹی کا تعارف: فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی 1998ء میں قائم ہوئی۔ فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی (FJWU) راولپنڈی کے قلب میں واقع اولڈ پریزیڈنسی کی عمارت میں قائم کی گئی، جو تاریخی اور تعلیمی اہمیت کی حامل ہے۔ اس یونیورسٹی کا قیام خواتین کی اعلیٰ تعلیم اور ترقی کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی عمارت، جو کٹورین طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔ ابتدا میں سکھ بھائیوں موہن سنگھ اور سوہن سنگھ کی رہائش گاہ تھی اور بعد میں 1960 کی دہائی میں پاکستان کی ایوان صدر بنی۔

6 اگست 1998 کو سابق وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے اس یونیورسٹی کا افتتاح کیا، اور اس کا مالی تعاون حکومت پنجاب فراہم کرتی ہے۔ یہاں تدریسی سرگرمیاں 28 دسمبر 1998 کو شروع ہوئیں اور پہلا بیچ ستمبر 2001 میں مکمل ہوا۔ ملک کے مختلف حصوں سے، بشمول بلوچستان، جنوبی پنجاب اور سندھ، طالبات یہاں تعلیم حاصل کرنے آتی ہیں۔ 1998 سے 2008 تک 4362 سے زائد طالبات کو ڈگریاں دی گئیں، جو ملکی اور بین الاقوامی اداروں میں کام کر رہی ہیں۔ اس میں خواتین نہ صرف اعلیٰ تعلیمی انتظامات سنبھال رہی ہیں بلکہ بین الاقوامی معیار کے کورسز بھی متعارف کروا رہی ہیں۔⁷⁰

شعبہ علوم اسلامیہ کا تعارف :

اسلامیات کا شعبہ 1998ء میں یونیورسٹی کے قیام کے ساتھ ہی قائم کیا گیا۔ یہ شعبہ بیچلرز، ماسٹرز اور ایم فل پروگرامز پیش کرتا ہے، اس ڈیپارٹمنٹ کی چیئر پرسن ڈاکٹر شہزادی پاکیزہ ہیں اور یہاں تدریسی زبان انگریزی ہے۔ یہاں اسلامی تعلیم کے تمام پہلوؤں پر زور دینے کے ساتھ ساتھ عالمی مذاہب کو بھی پڑھایا جاتا ہے اگر کوئی غیر مسلم اسلامیات نہ پڑھنا چاہے تو اس کے لیے (Ethics) مضمون پڑھایا جاتا ہے اس کے علاوہ جو باقی مضامین پڑھائے جا رہے ہیں ان میں قرآن کی تعلیم، تجوید و قراءت، حدیث، اسلامی فقہ و قانون، اسلامی فنون، ثقافت، اور عالمی مذاہب شامل ہیں۔ یہ شعبہ پنجاب کی تمام پبلک سیکٹر یونیورسٹیوں میں منفرد حیثیت رکھتا ہے کیونکہ یہاں چار مختلف تخصصات (Specializations) اور متعدد جدید روایتی کورسز اور ورکشاپس پیش کی جاتی ہیں۔ یہ ڈیپارٹمنٹ طلبہ کو عصر حاضر کے چیلنجز سے نمٹنے کے ساتھ ساتھ، خصوصاً عالمگیریت (Globalization) کے دور میں درپیش مسائل کے حل بھی فراہم کرتا ہے۔⁷¹

سامی مذاہب سے متعلق نصاب:

سامی مذاہب سے متعلق فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی میں جو نصاب پڑھایا جا رہا ہے ان تمام کورسز کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

عالمی مذاہب: (world Religions)

یہ کورس بی۔ ایس کی سطح پر پڑھایا جا رہا ہے۔ میجر کورسز میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس میں عالمی مذاہب کا تعارف اور ہر مذہب کے بارے میں اہم موضوعات پڑھائے جاتے ہیں۔ اس میں ہندو مت، بدھ مت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام وغیرہ کے بارے میں بنیادی تعلیمات، ان کے عقائد، اہم تہوار، اہم شخصیات، عبادات وغیرہ کے بارے میں معلومات فراہم کی جاتی ہے۔ سٹوڈنٹس اس سے دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے بارے میں مماثلتیں اور اختلافات کے بارے میں آگاہی حاصل کرتے

⁷⁰ <https://www.fjwu.edu.pk/aboutfjwu/fjwu-history/>

⁷¹ فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز۔

ہیں۔ اس کے علاوہ اس کورس سے مذہبی ہم آہنگی، امن اور عدم برداشت جیسے اقدار کو فروغ ملتا ہے جو کہ آج کے معاشرے کی اہم ضرورت بھی ہے۔ اس کورس میں سامی اور غیر سامی دونوں سے متعلق پڑھایا جاتا ہے۔

اسلام اور استشراق: Islam and Orientalism

یہ کورس بھی ایم فل کی سطح میں پڑھایا جاتا ہے اور اس کا مقصد طالب علم مغربی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں پائے جانے والے نظریات سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ منفی پروپیگنڈے کے خلاف علمی اور فکری دفاع کرنے کے قابل ہونے، اور طلبہ یہ سمجھ سکیں کہ موجودہ اسلامی فکر پر مستشرقین کے خیالات و نظریات کا کتنا اثر پایا جاتا ہے اور اسلام کے بارے میں مستشرقین کے نظریات اور خیالات کا مسلم مفکرین نے کس طرح سے جواب دیا۔

کورس کی تقسیم:

اس کورس کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں استشراق کا تاریخی پس منظر، مفہوم، اسلام سے اس کی نسبت اور اہمیت، ایڈورڈ سعید کی کتاب اور زکریا لاک مین کی کتاب کا مطالعہ شامل کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں یورپ کے مستشرقین کی روایات اور اسلامی متون کے لسانی تجزیے میں ان کی دلچسپی اور سامی مذاہب کا مطالعہ شامل کیا گیا ہے۔ معروف یہاں کے مستشرقین کا تعارف اور ان کے کام کے بارے میں بھی پڑھایا جاتا ہے۔

تیسرے حصے میں امریکی مستشرقین کی روایات اور آج کے دور میں ان کے رجحانات میں تبدیلی کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔ جو نامور امریکی مستشرقین ہیں ان کے بارے میں بھی بتایا جاتا ہے۔ چوتھے حصے میں مستشرقین کے اسلامی نظریات پر اسلامی مفکرین کے جوابات کا مطالعہ کروایا جاتا ہے۔

اسلام میں اختلاف رائے کے آداب:

Ethics of Disagreement in Islam (Adab ul Ikhtilaf fil Islam)

آج کے دور میں ہم نہ صرف دوسروں بلکہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو برداشت کرنے سے قاصر ہیں۔ جو آج کے دور کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ ایم فل کی سطح پر پڑھائے جانے والے اس کورس کے ذریعے سے اختلاف رائے کے آداب اور بحث و مباحثہ کے اصولوں کو واضح کیا جاتا ہے اور سٹوڈنٹس کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ دوسروں کی بات کو دھیان سے اور حوصلے سے سن کر کس طرح سے آگے جواب دیں۔ اور اس کورس کے مقاصد کی بات کی جائے تو یہ اس سے طلبہ کو اسلامی اصولوں کے تحت اختلاف کے آداب سے روشناس ہوتے ہیں اور موجودہ مسلم دنیا میں اختلافات کی نوعیت سے واقف ہوتے ہیں۔ ایک ہی ملک کے اندر مختلف تحریکوں کے درمیان اختلافات کے اسباب جان کا ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کورس کی تقسیم:

اس میں اختلاف کا مفہوم اور نوعیت، جدل، یعنی دلائل سے بحث کرنا، شقاق، شدید اختلاف، قابل قبول اختلاف اور ناقابل قبول، تاریخی پس منظر، خلافت کے بعد اختلافات، وغیرہ کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔

مطالعہ کے لیے کتب میں:

Al-Alwani, Taha Jabir. (1993). The Ethics of Disagreement in Islam. Washington DC: International Institute of Islamic Thought. Ibn Bayyah, Abdallah bin Mahfudh, Etiquettes of Disagreement .

Kamali, H, M. (1998). The Scope of Diversity and Ikhtilaf in Shari'ah-

ادیان عالم میں بین المذاہب روابط: (Interfaith Relations Between the World Religions)

یہ کورس ابراہیمی مذاہب کے درمیان تعلقات، ان کے عقائد، اور سماجی تعارف کا جامع تجزیہ فراہم کرتا ہے۔ یہ نہ صرف یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے درمیان مکالمے سے واقف کرتا ہے بلکہ ان مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان مختلف تنازعات کو عصری ضروریات کے مطابق حل کرنے کی تربیت بھی کرتا ہے۔ اس کورس میں موضوع سے متعلق تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس میں، ابراہیمی اور غیر ابراہیمی مذاہب کے درمیان مکالمے اور ثقافتی ہم آہنگی کی روایت کو بعد از جدیدیت (post-modern) کے تناظر میں تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ ان کے درمیان تنازعات اور مشترکہ اقدار کی درست تفہیم، عالمی سطح پر پائیدار امن، سماجی ہم آہنگی، اور باہمی رواداری کے قیام میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ کورس اسکالرز کو سماجی و ثقافتی روابط کی راہ متعین کرنے کے لیے رہنما اصول بھی فراہم کرتا ہے۔

کورس میں شامل اہم موضوعات:

مندرجہ ذیل اہم موضوعات شامل ہیں: جن میں،

10. ابراہیمی مذاہب کا تعارف اور ان کے درمیان مشترکہ تعلیمات

11. ابراہیمی مذاہب میں بین المذاہب کا مثنی مطالعہ

12. ابراہیمی مذاہب کے درمیان مکالمے کے روایت

13. تاریخی تناظر میں یہودیت اور اسلام کے درمیان تعلقات

14. تاریخی تناظر میں عیسائیت اور اسلام کے درمیان تعلقات

15. تاریخی تناظر میں ہندومت اور اسلام کے درمیان تعلقات

16. تاریخی تناظر میں بدھ مت اور اسلام کے درمیان تعلقات

17. مسلمانوں کا بین المذاہب روابط پر ردِ عمل: چینی مذاہب کا مطالعہ

18. ابراہیمی مذاہب کے درمیان باہمی تعلقات کے موجودہ امکانات⁷²

کتب:

اس کورس میں جو کتب شامل کی گئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

4. A special issue on Islam and Buddhism. The Muslim World 100, no,2-3(2010)
5. Abdur Rauf .H, (2012). Theological Approach to Quranic Exegesis: A practical comparative – Contrastive Analysis, New York, Routledge.
6. Baron Salo, (1976). A social and religious History of the Jews, Colombia University press, New York.

اخلاقیات: (Ethics)

اخلاقیات ایک ایسا شعبہ علم ہے جو صحیح اور غلط کے درمیان تمیز کرنے کے سوالات پر غور کرتا ہے اور اخلاقی فیصلے کرنے کے اصولوں کو واضح کرتا ہے۔ اس کورس کے ذریعے طلبہ اخلاقی دلائل اور استدلال کے بارے میں آگاہ ہوتے ہیں۔ مختلف سماجی و پیشہ ورانہ تناظرات میں اخلاقی مسائل کو پہچاننے کے قابل ہوتے ہیں جس سے اخلاقی مسائل کا تنقیدی تجزیہ کرنے کے قابل بھی ہوتے ہیں اور اس سے طلبہ میں ایمانداری، ہمدردی، دیانتداری، جیسے اعلیٰ اقدار پیدا ہوتے ہیں۔⁷³

کورس کی تقسیم:

اخلاقیات کی تاریخ، تعارف، اخلاقی نظریات، اخلاقیات، سماج اور نظریات، جدید سماجی اخلاقی مسائل، یونان، قرون وسطیٰ اور جدید دور کی اخلاقیات، عملی زندگی میں اخلاقی اصولوں کا اطلاق وغیرہ شامل ہیں۔

تجویز کردہ کتب:

7. Ethical Theory : An Anthology 5th ed. Russ shafer - Landua.wiley Blackwell.2013.
8. The fundamental of Ethics 2nd ed. . Russ shafer - Landua.Oxford university press 2011.

⁷² ڈاکٹر پاکیزہ شہزادی، شعبہ علوم اسلامیہ، آوٹ لائنز، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی۔

⁷³ ڈاکٹر پاکیزہ شہزادی، شعبہ علوم اسلامیہ، آوٹ لائنز، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی۔

۴۔ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (NUML) کا تعارف:

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (NUML) کا قیام 1969ء میں ایک ادارے کے طور پر عمل میں آیا، جس کا مقصد مختلف مشرقی اور مغربی زبانوں کے ذریعے لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بہتر روابط اور افہام و تفہیم کا موقع فراہم کرنا ہے۔ اس ادارے نے ابتداء میں پاکستانی مسلح افواج اور دیگر سرکاری محکموں کے افراد کو زبانوں کی تربیت فراہم کی۔ بعد ازاں، 29 مئی 2000ء کو اسے یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا۔ یونیورسٹی نے کئی مراحل طے کرتے ہوئے ایک خود مختار تعلیمی ادارے کا درجہ حاصل کیا اور مقامی و بین الاقوامی سطح پر نئی تحقیق اور علم کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ آج، یہ یونیورسٹی ستائیس (27) مشرقی اور مغربی زبانیں سکھانے کے ساتھ ساتھ مختلف جدید شعبوں میں بھی تعلیم فراہم کر رہی ہے۔ اس وقت اس یونیورسٹی میں ایک مضبوط تحقیقی نظام موجود ہے، جہاں مختلف شعبوں میں ایم۔ ایس، ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی تحقیق بھی کی جا رہی ہے۔⁷⁴

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت کا تعارف:

اس ڈیپارٹمنٹ کے چیئر پرسن ڈاکٹر ریاض احمد سعید ہیں۔ یہاں بی، ایس، ایم، فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے پروگرامز پڑھائے جاتے ہیں۔ اس ڈیپارٹمنٹ میں بائیس استاذہ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ شعبہ ایسے اسکالرز تیار کرنے کے لیے کام کر رہا ہے جو قرآن، سنت، فقہ، سیرت، اسلامی تاریخ، فلسفہ، علم کلام، اور تصوف کو گہرائی سے سمجھنے اور اس کی تعبیر و تشریح کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ مزید یہ کہ، یہ شعبہ مسلم معاشروں کو درپیش جدید چیلنجز اور مسائل سے نمٹنے میں حل فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اس ڈیپارٹمنٹ میں نصاب کی اگر بات کی جائے تو اس میں قرآنی تفہیم، حدیث، اسلامی قانون، تاریخی ارتقاء، فلسفیانہ نظریات، الہیاتی مکالمہ اور روحانی پہلو بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مطالعہ مذاہب سے متعلق مضامین بھی بی۔ ایس، ایم، فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی لیول میں پڑھائے جاتے ہیں اور ریسرچ بھی کروائی جاتی ہے۔

سامی مذاہب سے متعلق نصاب:

سامی مذاہب سے متعلق نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز میں بی۔ ایس، ایم، فل، اور پی۔ ایچ۔ ڈی سے متعلق جو نصاب پڑھایا جا رہا ہے ان تمام کورسز کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

بی۔ ایس کورسز:

بی۔ کی سطح پر ایک کورس "مطالعہ مذاہب عالم" جو کہ مطالعہ مذاہب کے حوالے سے پڑھایا جا رہا ہے۔ اس کورس میں سامی مذاہب کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔

مطالعہ مذاہب عالم:

اس کورس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مذاہب کے مطالعہ سے متعدد دروس اور عبرتیں حاصل ہوتی ہیں اور دنیا کی عظیم شخصیات کی زندگیوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ بعض اہل علم کے ہاں مذہب ایک جزوی چیز ہے اور اس میں صرف عقائد اور چند مراسم عبودیت آتے ہیں اور دین کو مکمل ضابطہ حیات کا نام دیا گیا ہے۔ دین میں مذہب کا پورا خاکہ آجاتا ہے۔ مذاہب کی تقسیم عمومی طور پر دو طرح سے کی جاتی ہے ایک سامی مذاہب دوسرے غیر سامی۔ سامی یا الہامی مذاہب وہ ہیں جن کی تعلیمات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ ہیں۔ جبکہ غیر سامی وہ مذاہب ہیں جو معاشرتی یا تاریخی پیداوار ہیں۔ اس کورس میں سامی مذاہب کا تعارف، عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات، رسم و رواج وغیرہ کا مطالعہ جاتا ہے تاکہ ایک روادار اور پرامن معاشرے کے قیام میں مدد مل سکے۔ اس کورس کے مضامین کے بارے میں بات کی جائے تو اس میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے بارے میں تمام تر معلومات، ان کے عقائد، رسومات، مقدس کتب، ان کی تاریخ کے بارے میں آگاہی دی جاتی ہے۔

کورس کے مقاصد:

- مندرجہ ذیل مقاصد ہیں جس سے اس کورس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔
1. انسانی معاشروں میں مذہب کی اہمیت اور اسکے مطالعہ کی ضرورت کو اجاگر کرنا۔
2. الہامی مذاہب کی مختلفات اور مشترکات کا جائزہ لینا۔
3. عصر حاضر میں سامی مذاہب کے سیاسی معاشرتی کردار کو واضح کرنا۔
4. سامی مذاہب کے رسم و رواج، اخلاقیات، معاملات کے بارے میں آگاہی دینا۔
5. بین مذاہب مکالمہ اور تعلقات کے بارے میں شعور بیدار کرنا شامل ہیں۔⁷⁵

کتب:

اردو، انگریزی اور عربی کتب کو مطالعہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، علامہ ابن تیمیہ، دار حیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
- مولانا رحمت اللہ کیرانوی، انظار الحق (اردو شرح: بائبل سے قرآن تک: مترجم و شارح: مولانا تقی عثمانی)
- مقارنۃ الأديان، ڈاکٹر احمد شلبی، کلیۃ دارالعلوم جامعہ القاہرہ، ۱۹۸۴ مکتبہ النہضۃ المصریۃ شارع عربی القاہرہ۔

⁷⁵ شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، آوٹ لائنز، اسلام آباد۔

- عیسائیت ایک تجزیہ و مطالعہ، ساجد میر، دارالسلام لاہور۔
- ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ، ڈاکٹر عبدالرشید، طاہر سنز کراچی
- یہودیت و مسیحیت، ڈاکٹر احسان الحق رانا، مسلم اکادمی، ۱۸، محمد نگر لاہور۔
- ڈاکٹر عابد نعیم، مطالعہ ادیان کے اصول و اہداف، مسلم اور مغربی مناہج کا تقابلی جائزہ، مجلہ انکشاف، جلد ۲، شمارہ:

۲۰۲۲، ۵

English Sources:

- David N. Myers, Jewish History: A Very Short Introduction (Oxford University Press, 2017)
- Norman Solomon, Judaism: A Very Short Introduction (Oxford University Press, 2000)
- Goldstein, Eric L. The Price of Whiteness: Jews, Race, and American Identity, Princeton: Princeton University Press, 2006.
- David M. Freidenreich, Against the Grain and Over the Line: Reflections on Comparative Methodology, Religion, 9: 44(2018), 1-13.

ایم۔ فل کورسز کی تفصیل:

ایم۔ فل سطح پر مجموعی طور پر کورسز کی تعداد پندرہ ہے، جن میں فقہ اسلامی کی عصری مسائل میں تطبیق، ادب الاختلاف، سامی مذاہب کے مشترکات اور مختلفات، اسلام اور معاصر معاشیات، پاکستان میں غیر مسلم اقلیتیں، مطالعہ حدیث کے جدید رجحانات، مطالعہ سیرت کے مغربی رجحانات، مطالعہ تصوف، عصری سماجی نظریات اور اسلام، مطالعہ استشراق، برصغیر کے مسلم مفکرین، مسلم دنیا کے سیاسی مسائل، علوم اسلامیہ کے بنیادی مصادر، منتخب عربی متون کا مطالعہ، اسلام پر منتخب انگریزی کتب کا مطالعہ شامل ہیں۔

سامی مذاہب سے متعلق کورسز میں:

1. سامی مذاہب کے مشترکات اور مختلفات
2. مطالعہ حدیث کے جدید رجحانات
3. مطالعہ سیرت کے مغربی رجحانات
4. منتخب عربی متون کا مطالعہ

5. علوم اسلامیہ کی بنیادی مصادر

6. اسلام پر منتخب انگریزی کتب کا مطالعہ

7. فقہ اسلامی کی عصری مسائل کی تطبیق

8. اصول تفسیر کی تطبیق

9. اصول حدیث کی تطبیق

یہ تمام کورسز کورس (Elective) کورسز کا حصہ ہیں۔ ہر ایک دو سمسٹرز کے بعد طلبہ کو آفر ہوتے رہتے ہیں۔ (core) کورسز کی بات کی جائے تو ایم۔ فل فرسٹ میں جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں ان میں، ایک سامی مذاہب کے مشترکات اور مختلفات یہ کورس پڑھایا جا رہا ہے یہ ایم۔ فل فرسٹ سمسٹر میں شامل ہے اور ایک فقہ اسلامی کی عصری مسائل کی تطبیق ہے۔ اس کے علاوہ ایم فل۔ سکیڈ میں اصول حدیث کی تطبیق شامل ہے۔ ذیل میں اس کورس کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

سامی مذاہب کے مشترکات اور مختلفات:

دین مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے اور وہ زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ دین میں مذاہب کا پورا خاکہ آجاتا ہے۔ مذاہب کی تقسیم عمومی طور پر دو طرح سے کی جاتی ہے ایک سامی مذاہب دوسرے غیر سامی۔ سامی مذاہب وہ ہیں جن کی تعلیمات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ ہیں۔ جبکہ غیر سامی وہ مذاہب ہیں جو معاشرتی یا تاریخی پیداوار ہیں۔ اس کورس میں سامی مذاہب کا تعارف، تاریخ اور عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات وغیرہ میں ان کے مشترکات اور مختلفات کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان کا اسلام سے تقابل اور موازنہ بھی بھی کیا جاتا ہے۔⁷⁶

اہم موضوعات:

مندرجہ ذیل اہم موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔ جن میں،

مطالعہ مذاہب و ادیان کا تعارف،

یہودیت، مسیحیت۔

مشترکہ اقدار

جس میں تصور خدا، وحدانیت، کائنات کا تصور، نبی اور رسول کا تصور، ملائکہ پر ایمان، نماز کا تصور وغیرہ شامل ہیں۔

⁷⁶ آٹ لائنز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

مختلف اقدار

اس میں تصور توحید اور عیسائیت کا تصور تثلیث، خدا کے اسماء اور صفات، الہامی مذاہبی کی جغرافیائی تقسیم، عبادات کا طریقہ کار، توبہ اور کفارہ کا تصور وغیرہ شامل ہیں۔

عصر حاضر اور مذاہب کا کردار

الہامی مذاہب کی مشترکہ اقدار کا تقابل و تجزیہ، پاکستان میں بین المذاہب تعلقات کا تنقیدی جائزہ، پاکستان میں مکالمہ بین المذاہب میں حائل رکاوٹیں اور حل وغیرہ پر بات کی جاتی ہے۔

فقہ اسلامی کی عصری مسائل کی تطبیق

یہ کورس سامی مذاہب میں سے مذہب اسلام سے وابستہ ہے۔ اس کورس کے ذریعے سے بتایا گیا ہے فقہ اسلامی شریعت کا ایک اہم شعبہ ہے جو نہ صرف عبادات پر مبنی ہے، بلکہ سیاست، معیشت اور معاشرت کو بھی دیکھتا ہے۔ فقہ اسلامی کا دائرہ کار اوامر و نواہی، عائلی زندگی سے لے کر سیاسی، سماجی پہلوؤں کو گھیرتے ہوئے ملکیت اور وراثت تک جا پہنچتا ہے۔ علوم اسلامیہ کے حصول میں اسلامی فقہ سے واقفیت ناگزیر ہے لیکن یہ واقفیت فقہ کے ان مسلمہ اصولوں پر مبنی ہے جن کی روشنی میں لاتعداد مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ لہذا اس کورس کے ذریعے سے ان متون کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو جدید سیاسی اور سماجی مسائل سے بھی آگاہی دیتے ہیں اور تاکہ علوم اسلامیہ کے طالب علم پر فقہ کے مطالب بھی واضح ہو سکیں۔ اس کورس کے مقاصد کیا اگر بات کی جائے تو طلبہ کو فقہ اور اصول فقہ کی اہمیت کے بارے میں بتانا۔ طلبہ کو یہ بتانا کہ مسلم معاشرے کے سیاسی و سماجی مسائل میں شریعت کے اصول و ضوابط کیا ہیں اور دور حاضر میں ان کو کس طرح بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ مسلم معاشروں کے جدید عائلی مسائل کیا ہیں اور شریعت میں ان کے حوالے سے کیا اصول و ضوابط موجود ہیں۔

کتب:

اس کورس کے حوالے سے مندرجہ ذیل کتب شامل کی گئی ہیں۔

1. الہدایہ، علامہ مرغینانی، برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر، مکتبہ شرکہ علمیہ، ملتان
2. اصول الفقہ، دکتور وہبہ الزحیلی، دار الفکر دمشق، طبعہ اولیٰ ۱۴۰۹ھ
3. تاریخ فقہ، شیخ محمد خضریٰ بک، دار الاشاعت کراچی، ۱۹۶۵ء
4. اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، محمد مظہر بقا، بقا پبلیکیشنز کراچی، ۱۹۸۶ء
5. محاضرات فقہ، ڈاکٹر محمود احمد غازی، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، ۲۰۰۵ء
6. علم اصول فقہ، ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں، شریعہ اکیڈمی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۶ء

7. اسلامک جوریس پروڈیئس، عمران احسن خان نیازی، انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسلامک تھائس، ۲۰۰۶

اصول حدیث کی تطبیق:

یہ کورس ایم۔ فل کے دوسرے سمسٹر میں آفر کیا جاتا ہے۔ اس میں حدیث کی دو اہم بنیادی اقسام علم روایہ اور علم درایہ شامل کیے گئے ہیں، ان دونوں کی اہمیت مُسلم ہے۔ اس کے علاوہ طلبہ کو علم جرح و تعدیل، علم التخریج کے اصول و قواعد کی عملی مشق، حدیث کے مختلف درجات صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع وغیرہ میں فرق کے ساتھ حدیث کا سمجھنا، اس سے مسائل کا استنباط و استدلال کا ملکہ حاصل کرنا، اسی طرح متعارض احادیث میں تعارض کو رفع کرنا، نیز ان میں تطبیق پیدا کرنا عصر حاضر کی اہم ضرورت کے بارے میں آگاہ کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے حدیث کے اصلی مصادر کے ساتھ حدیث کے جدید سافٹ ویئر کا استعمال اور ان سے زیادہ سے استفادہ ممکن بنانا اس مضمون کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

کتب:

مندرجہ ذیل کتب شامل ہیں۔

1- ماہر منصور عبدالرزاق تحفۃ المستفید فی الجرح والتعدیل ودراسة الأسانید

2- سعد بن عبد اللہ الحمید طرق تخریج الحدیث

3- محمود الطحان کی کتاب اصول التخریج وقواعد دراسة الأسانید

4- الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم

اسلام پر منتخب انگریزی کتب کا مطالعہ:

یہ کورس طلبہ کو مغربی علمی حلقوں میں اسلام اور اسلامی مذہبی روایت کے مطالعہ سے متعلق پیدا ہونے والے افکار، رجحانات اور طریقہ کار سے روشناس کروانے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ اسلام کے حوالے سے مغربی علمی روایت میں کن موضوعات پر تحقیق کی جاتی ہے اور ان کے نزدیک اہم فکری اور تحقیقی رجحانات کیا ہیں اس حوالے اس طلبہ کو پڑھایا جاتا ہے۔ اس مضمون کے ذریعہ طلبہ کو اسلام، اسلامی تاریخ اور مسلم معاشروں پر لکھی گئی علمی تحریروں کا مطالعہ کرنے اور ان کے طرز بیان اور اسلوب کو سمجھنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اہم موضوعات سے متعلق مغربی علمی حلقوں میں رائج فکری رجحانات کا مجموعی جائزہ فراہم کرتا ہے۔

پی۔ ایچ۔ ڈی کورسز کی تفصیل:

پی۔ ایچ۔ ڈی سطح پر مجموعی طور پر کورسز کی تعداد گیارہ ہے۔ جن میں، مالیات اور اسلامی بینکنگ، فقہ الاسرة والمیراث، آیات الاحکام کا اطلاقی مطالعہ، احادیث الاحکام کا اطلاقی مطالعہ، مسلم فلاسفہ اور متکلمین، عصری سیاسی نظریات اور اسلام، مسلم اقلیتوں کے معاصر مسائل، عالمگیریت پر معاصر مباحث، معاصر مغرب میں مطالعہ اسلام، مطالعہ مذاہب کے معاصر مناہج، فکر اسلامی کے اصول و مناہج شامل کیے گئے ہیں۔ ان میں سے دو کورسز سامی مذاہب سے متعلق شامل ہیں۔ جن میں "معاصر مغرب میں مطالعہ اسلام" مطالعہ مذاہب کے معاصر مناہج" جن کی تفصیل ذیل میں شامل کی گئی ہے۔ ان دونوں کورسز میں اسلام بطور سامی مذاہب کے برائے راست زیر مطالعہ ہے۔ اس کے علاوہ بنیادی مضامین کی اگر بات کی جائے تو پی۔ ایچ۔ ڈی فرسٹ سمسٹر میں تین کورسز شامل ہیں جن میں تحقیق کا جدید فلسفہ اور میکانات، فکر اسلامی کے اصول و مناہج، معاصر تفسیری رجحانات، اور دوسرے سمسٹر میں، احادیث الاحکام کا اطلاقی مطالعہ، معاصر مغرب میں مطالعہ اسلام، اجتہاد اور مقاصد شریعہ، یہ تین کورسز شامل کیے گئے ہیں۔

معاصر مغرب میں مطالعہ اسلام:

یہ کورس مغرب میں اسلام کے مطالعے کی روایت کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ جس میں اسلام کے مخالفت اور ہمدردی دونوں نقطہ نظر کو پیش پر بات کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مغربی علمی روایت میں اسلام سے متعلق موجودہ متنوع رجحانات کو سمجھ کر ان کے پس منظر میں موجود تہذیبی و فکری بنیادوں کا مطالعہ کرنا بھی شامل ہے۔ جس سے اہل مغرب کی ذہنی سوچ، تحقیق کے طور طریقے، اور اسلام سے متعلق ان کے رویوں کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اس کورس میں اہل مغرب کا مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کا جائزہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ معاصر مغرب میں مطالعہ اسلام کی اہمیت، اس کی مختلف جہات اور رجحانات کا بھی جائزہ لیا جاتا ہے۔ اور بدلتے ہوئے رجحانات کے مسلم مغرب تعلقات پر اثرات اس پر بھی بات کی جاتی ہے اور اس سے ایک طرف اسلام کے حوالے سے جدید مغربی نقطہ نظر کی تفہیم اور دوسری طرف مسلمانوں کے مغربی دنیا سے پر امن تعلقات کے فروغ میں مدد ملے گی۔⁷⁷

کورس کے مقاصد:

اس کورس کے اگر مقاصد کی بات کی جائے تو بنیادی مقصد طلبہ میں معاصر مغربی علمی روایت، بالخصوص استشراقی فکر، کے گہرے مطالعے اور تجزیے کا شعور بیدار کرنا ہے۔ جس سے مغرب میں اسلام سے متعلق موجودہ رجحانات، اہداف و مقاصد، اور فکری بنیادوں کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کے قابل ہوں گے اور مغربی مفکرین کی جانب سے اسلام کے مطالعے کے مثبت اور منفی

⁷⁷ شعبہ اسلامک سٹڈیز، آوٹ لائنز، نمل یونیورسٹی اسلام آباد۔

پہلوؤں کا غیر جانب دارانہ تجزیہ کرنا، اس کے علاوہ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے معاصر مغربی معاشرے میں موجود مسلم دانشوروں کی علمی کوششوں اور فکری سرگرمیوں کا جائزہ بھی لیا جاسکے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ مسلمان مفکرین نے مغربی مطالعہ اسلام کے جواب میں کن علمی و فکری کوششوں کو بروئے کار لایا اور مغربی فلسفہ و فکر کو سمجھنے، اس کا تجزیہ کرنے، اور اس پر مثبت انداز میں تنقید کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا اس کے مقاصد میں شامل ہے۔

اہم موضوعات:

مندرجہ ذیل اہم موضوعات شامل ہیں۔

1. استشراق اور مابعد استشراق
2. قرآن مجید اور معاصر مغربی مطالعات
3. معاصر مغرب اور مطالعہ حدیث
4. معاصر مغربی مفکرین کا مطالعہ سیرت النبی صلی علیہ وسلم
5. اسلامی فقہ، اصول فقہ و قانون پر معاصر استشراقی لٹریچر
6. اسلامی تاریخ اور تہذیب و تمدن پر جدید استشراقی مطالعات
7. تصوف اور اسلامی علم الاخلاق پر معاصر استشراقی رجحان

کتب:

1. Abdullah Sahin, Critical Issues in Islamic Education Studies: Rethinking Islamic and Western Liberal Secular Values of Education, Religions 2018, 9, 335.
2. Abubakar A. Bakar, The Political Economy of Hate Industry: Islamophobia in the Western Public Sphere, Islamophobia Studies Journal, Fall 2020, Volume: 5, Issue: 2, Pages: 152-174.
3. Algis Uzdavinyas, Sufism in the Light of Orientalism, ACTA ORIENTALIA VILNENSIA 6.2 (2005): 114-125
4. Allaith Saleh Ootom1, Contemporary Oriental Studies on the Character of the Prophet of Islam, Our Master Muhammad (Peace Be Upon Him) and It's Impact on Western Society: An Analytical Study, Asian Social Science; Vol. 15, No. 7; 2019.
5. Armando Salvatore, beyond Orientalism? Max Weber and the Displacements of "Essentialism" in the Study of Islam, Arabica, 1996, T. 43, Fasc. 3 (Sep., 1996), pp. 457-485

اردو کتب:

- ڈاکٹر مستفیض احمد علوی، مابعد استشرق: معاصر مغرب میں مطالعہ اسلام،، مجلہ: جہات الاسلام، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
- ڈاکٹر عبدالقادر بزدار، اسلام اور مغرب: ڈاکٹر محمود احمد غازی کے افکار کا خصوصی مطالعہ، مجلہ: الایضاح، جامعہ پشاور، پشاور، جلد ۲۸، ۲۱۳۔
- ڈاکٹر ثناء اللہ حسین، قرآن حکیم اور مستشرقین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
- سادات سہیل، تحریک استشرق عہد جدید میں، ماہنامہ زندگی نو، دہلی، ۲۰۲۰۔

خلاصہ: سامی مذاہب سے متعلق منتخب جامعات میں بی۔ ایس، ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر جو کورسز پڑھائے جارہے ہیں ان کے بارے میں تفصیلات کی گئی ہے کہ کون کون سے مضامین شامل ہیں ان کے مقاصد کیا ہیں اور طلبہ اور معاشرے کی ضروریات کی مطابق کس قدر جامع ہیں۔ تقریباً تمام جامعات میں سامی مذاہب سے متعلق مضامین کافی حد تک دور حاضر کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں زیادہ متحرک اور جامع نصاب سامی مذاہب سے متعلق پڑھایا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں مختلف ایسے موضوعات بھی نصاب میں شامل ہیں جس کے ذریعے سے مذاہب کے حقائق کو جاننے میں طلبہ کو مدد ملتی ہے۔ انگریزی اردو اور عربی کتب سے استفادہ حاصل کیا جاتا ہے۔ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اور فاطمہ جناح یونیورسٹی کی بات کی جائے تو وہاں بھی بی۔ ایس کی سطح پر ایک لازمی مضمون پڑھایا جا رہا ہے جو مطالعہ مذاہب عالم کے نام سے ہے۔ اور اس میں سامی مذاہب کے حوالے سے طلبہ کو کچھ حد تک جامع معلومات تو دی جاتی ہیں لیکن ایک ہی مضمون پوری طرح سے کسی بھی مذہب کے بارے میں وہ تفصیل نہیں بیان کر سکتا، تقریباً دو سے تین مضمون اگر بی۔ ایس کی سطح پر ہوں تو وہ زیادہ جامع اور مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ البتہ ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح میں کورسز کی سلکیشن کے حوالے سے آپشن موجود ہیں جو طلبہ کو ان کی پسند کے مطابق آفر کیے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں زبان کے عبور کے حوالے سے زیادہ توجہ نہیں دی جاتی اور پرائمری سورسز کے استعمال سے اس طرح طلبہ دور رہ جاتے ہیں اور اصل حقائق کی جانچ سے بھی اسے طلبہ دور ہو جاتے ہیں۔

فصل دوم:

پاکستانی جامعات میں غیر سامی مذاہب سے متعلق نصابات

غیر سامی مذاہب سے مراد ایسے مذاہب ہیں جن کی تعلیمات شخصیات کی اپنے وضع کردہ تفکرات و نظریات پر مشتمل ہوں اور انکا تعلق سام بن نوح کی اولاد سے نہیں ہے، دوسرے الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے علاوہ باقی مذاہب غیر سامی مذاہب کہلاتے ہیں۔ غیر سامی مذاہب کو غیر الہامی مذاہب بھی کہتے ہیں۔ یعنی وہ مذاہب جو اپنے عقائد و تعلیمات کو اللہ تعالیٰ کی معین ہدایات کا تابع نہیں سمجھتے، ایسے مذاہب کے پیروکاروں کے نظریات کی بنیاد مختلف لوگوں اور ان کے افکار، فکر و فلسفہ، عبادات و اخلاقیات پر مشتمل ہوتی ہے، الہامی مذاہب نہ ہونے کی وجہ سے ان میں خاصا تضاد پایا جاتا ہے۔ ان مذاہب میں ہندومت، سکھ مت، بدھ مت، جین مت، وغیرہ شامل ہیں۔

ان مذاہب میں کثیر التعداد مذہب فطرت کی پرستش پر یقین رکھتے ہیں۔ جن میں مختلف طرح کی عبادات شامل ہوتی ہیں۔ جن میں انسانوں کی پرستش، جنوں کی پرستش، جانداروں اور جانوروں کی پرستش، ارواح کی پرستش، ستاروں کی پرستش وغیرہ ان کی عقائد کا حصہ ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے مذاہب بھی شامل ہیں جن کے ماننے والے بت پرستی کرتے ہیں۔

بدھ مت :

اس مذہب کی ابتداء پانچویں صدی قبل المسیح کے آغاز سے ہوئی ہے۔ یہ مذہب سدھارت گوتم کی وجہ سے معروف ہے۔ سدھارت گوتم نے اس مذہب کی بنیاد رکھی۔ اس مذہب کی پہچان فلسفہ نروان سے جڑی ہوئی ہے۔ نروان سنسکرت کا لفظ ہے اس سے مراد ایک ایسا مقام حاصل کرنا ہے جو دکھوں اور غموں سے بچائے، اس کا تعلق روحانی نجات اور مکمل آزادی سے ہے، یعنی زندگی کی تمام تکلیفیں، خواہشات، اور دوبارہ جنم ہونے سے مکمل نجات ہے۔ بدھ مت کے مطابق انسان دکھوں میں گرفتار ہے۔

بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق زندگی کی چار بنیادی سچائیاں ہیں، جن میں پہلے نمبر پر دکھ زندگی کے تمام پہلو میں موجود ہوتے ہیں۔ اور تمام مخلوقات اس کا شکار ہیں یعنی انسان کی زندگی بذات خود دکھوں کا ایک سلسلہ ہے۔ دوسرے نمبر پر دکھ کی وجہ انسان کی اپنی خواہشات ہیں، جو کہ دنیاوی چیزیں، ذاتی فائدے اور لذتوں کی طلب کی وجہ سے ہے۔ جب تک انسان ان خواہشات سے جڑا رہتا ہے وہ دکھوں کا شکار رہتا ہے۔ تیسرے نمبر پر یہ ہے کہ جب انسان ان خواہشات سے دور ہو جاتا ہے تو دکھ بھی انسان سے دور ہو جاتے ہیں اور پھر انسان کو حقیقی سکون اور امن بھر نصیب ہوتا ہے، کو تھے نمبر پر، دکھوں سے بچنے کے لیے راستہ بتایا گیا ہے اس راستے کے آٹھ اجزاء ہیں، جن میں درست نظریہ، درست ارادہ، درست گفتگو، درست

عمل، درست ذریعہ معاش، درست کوشش، درست آگاہی، اور درست ارتکاز، ان تمام تر اصولوں پر عمل کرنے کے لیے ایک تربیت یافتہ اور منظم ذہن ضروری ہے جو انسان کو خواہشات کے بندھن سے آزاد کر کے روحانی سکون طرف لے جائے۔⁷⁸

ہندومت:

ہندو مذہب کے بارے میں کہا جاتا ہے تاریخی اعتبار اسکی ابتداء پندرہویں صدی قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔ یہ مذہب قدیم ترین اور پیچیدہ مذاہب میں سے ہے۔ اس مذہب میں بہت سارے خداؤں کا تصور موجود ہے۔ اس کے عقیدے میں مختلف خداؤں، دیوتاؤں اور دیویوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ اس مذہب میں چونکہ متفرق خیالات و نظریات، افکار و عقائد موجود ہیں جس کی وجہ سے اس کی کوئی جامع تعریف نہیں کی جاسکتی۔ لیکن پنڈت جواہر لال نہرو کی رائے جو ہے اس کے بارے میں کہ، حتمی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ کوئی مذہب ہے یا نہیں ماضی اور اپنی موجودہ صورت میں یہ مذہب بہت سے عقائد و رسوم کا مجموعہ ہے، جو اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ سطح پر محیط ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کے متضاد بھی ہیں۔⁷⁹

ہندومت کی مذہبی کتابوں کی تعداد چار ہے جو کہ چار ویدوں کے نام سے مشہور ہیں۔ جن میں رگ وید، سام وید، یجر وید، اتھرو وید، براہمن گرانٹھ۔⁸⁰ اس کے علاوہ ان کے عقائد و اعمال کی روایات کے بارے میں ان کی کوئی ایک کتاب نہیں ہے ان کی کئی کتب ہیں جنہیں ایک دوسرے پر فوقیت حاصل ہے، لیکن ویدوں کو ان کے عقیدے میں زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ وید کے معنی سوچنے کے غور و فکر کرنے کے ہیں۔ وید کو اس مذہب میں مقدس کتاب سمجھا جاتا ہے اس کے علاوہ گیتا بھی انکی کتب میں شامل ہے اس میں اخلاقی نصیحتیں اور فلسفہ شامل ہے۔ ہندومت ک ایک مذہب ہونے کے ساتھ اخلاقی فلسفہ سمجھا جاتا ہے۔ اہل علم اسے اخلاقی فلسفہ قرار دیتے ہیں۔ ہندوؤں کی عبادت گاہوں کو مندر کہتے ہیں۔ کچھ مند دیوی اور دیوتاؤں کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور کچھ کو اہم شخصیات کے نام سے منسوب کرتے ہیں، جن میں نتھورام گوڈ کے سے ایک مندر موجود ہے۔

⁷⁸ Course code, CRS202, Comparative study of religion, National university of NIGERIA, DR, P.A. Ojebode, 2020, p.19

⁷⁹ پنڈت جواہر لال نہرو، دی ڈسکوری آف انڈیا، دہلی آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، آکسفورڈ نیویارک، ص، ۵۷۔
پنڈت جواہر لال نہرو (14 نومبر 1889ء، الہ آباد-27 مئی 1964ء، نئی دہلی) بھارت کے پہلے وزیر اعظم، معروف قوم پرست رہنما، دانشور اور مصنف تھے جنہوں نے 1947ء میں آزادی کے بعد سے اپنی وفات تک ملک کی قیادت کی۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ سیاست دان تھے جنہوں نے کیمبرج اور لندن میں تعلیم حاصل کی اور مہاتما گاندھی کے ساتھ مل کر تحریک آزادی ہند میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آزادی کے بعد نہرو نے جمہوری نظام، سیکولر ریاست، سوشلسٹ معیشت اور غیر وابستہ خارجہ پالیسی (Non-Aligned Policy) کو فروغ دیا۔ اُن کی مشہور تصانیف The Discovery of India، Glimpses of World History میں ان کے فکری نظریات، تاریخی بصیرت اور ہندوستانی تہذیب و سیاست کے گہرے شعور کی عکاسی کی گئی ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی، تعلیم، صنعتی ترقی اور خواتین کے حقوق کے میدان میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ (https://www.britannica.com/biography/Jawaharlal-Nehru?utm_source=chatgpt.com)

⁸⁰ خلیل احمد یوسفی، محمد ابراہیم طاہر کیلانی، حافظ بابر حسین، سامی وغیرہ سامی مذاہب کے مقدسات اور انکی تعظیم اسلام کی نظر میں، جہان تحقیق، وایوم ۲۰۲۲ء، ص، ۹۔

ہندومت کے مذہبی تہوار میں ہولی اور دیوالی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے تہوار ہیں جو کہ سال بھر منائے جاتے ہیں، جن میں اکثر موسمی تبدیلیوں کے ساتھ علاقائی طور پر بھی منائے جاتے ہیں۔⁸¹

اس مذہب کے عقائد کی بات کی جائے تو اس میں ان کی مقدس کتب جو سمجھی جاتی ہیں وید، گیتا وغیرہ ان میں شرک کا تصور پایا جاتا ہے۔ غیر مذہبی ہندو کے قریب ہر چیز خدا ہے، جیسے کہ درخت، جانور، پہاڑ، دریا، وغیرہ۔ ان کے ہاں تین خداؤں کا تصور پایا جاتا ہے۔ جن میں، برہما، وشنو اور شیو شامل ہیں۔ برہما خالق کو خالق مانا جاتا ہے اور ان کے مذہب کے مطابق اسی نے ساری دنیا کی تخلیق کی ہے انسانوں کا پیدا کرنے والا بھی یہی ہے۔ وشنو اس کائنات کے تمام تر انتظامات کو دیکھتا ہے اور لوگوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتا ہے۔ اور تیسرے نمبر شیو ہے جو الوہی طاقت رکھتا ہے اور وہی اس دنیا کو ختم کرے گا۔⁸²

سکھ مت:

چودھویں اور دہندرویں صدی کے درمیان میں ہندو مذہب اور اسلام کے اختلاط سے چند نئی مذہبی تحریکوں نے جنم لیا ان میں ایک سکھ مت ہے۔ ۱۴۹۹ میں گورونانک نے اس کی مذہب کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے لوگوں سے اپنے پہلے پیغام میں کہا کہ، نہ کوئی ہندو ہے نہ کوئی مسلمان، سب کے سب صرف ایک خدا کی اولاد ہیں۔⁸³ یعنی توحید اور رضائے الہی کے حصول کے لیے گورونانک نے کافی زور دیا اور لوگوں کو تقدیر الہی پر راضی رہنے کا کہا۔ چونکہ انھوں نے مسلم صوفیاء کے ساتھ کافی وقت گزارا اسی وجہ سے ان کی تعلیمات سے یہ چیز نمایاں ہوتی نظر آتی ہے۔ انھوں نے ذات پاک اور فرقہ واریت کی مخالفت کی، عبادت گاہ کے بارے میں کہا، جس جگہ خدا کی عبادت کی جائے اسے عبادت گاہ کا نام دیا جائے۔ مذہبی قائدین نے جو مختلف مذاہب کے درمیان تفریق پیدا کی ہوئی ہے اس کے بارے میں کہا کہ تمام تر عقائد کو یکسر ختم کر دیا جائے۔ انہوں نے بڑی حد تک ہندو اور مسلمانوں کی فلاسفی کو ملانے کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ اپنی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے ۲۴ سال انہوں نے سیاحت کا سفر کیا، جس میں کئی ممالک شامل ہیں۔ جن میں بنگال، سری لنکا، تبت، مکہ، مدینہ، بغداد، وغیرہ کا نام سہر فہرست ہے۔ ۱۵۱۵ء میں انہوں نے کرتار پور کی بنیاد رکھی تھی۔ کرتار پور کو سکھ مت کی پہلی عبادت گاہ سمجھا جاتا ہے۔ جو کہ پاکستان اور ہندوستان کے سنگم میں واقع ہے۔ گورونانک کی پیدائش ۱۴۶۹ء میں پاکستان کی مشہور شہر شیخوپورہ کے ایک گاؤں تلونڈی میں ہوئی۔ اور ان کی ابتدائی پرورش ہندو مذہب کے مطابق ہوئی تھی۔

⁸¹ ایضاً، ض: ۸

⁸² Suresh Chandra, Encyclopedia of Hinduism Gods and Godness, New Delhi: sarup and Sons, 1998, p:44.

گورونانک (15 اپریل 1469ء - 22 ستمبر 1539ء) سکھ مت کے بانی اور برصغیر کے عظیم روحانی مصلح تھے جنہوں نے انسانیت، مساوات اور وحدانیت الہی کا پیغام دیا۔ انہوں نے ذات پات، مذہبی تعصب اور رسم پرستی کے خلاف آواز بلند کی اور تین اصول پیش کیے Kirat Karo: Naam Japo، اور Vand Chhako۔ اُن کی تعلیمات، جو گرو گرنٹھ صاحب میں محفوظ ہیں، بین المذاہب ہم آہنگی اور انسانی خدمت کا عملی نمونہ پیش کرتی ہیں۔

Guru Nanak.” Encyclopaedia Britannica. Accessed November 4, 2025)

⁸³ محمد اعظم چوہدری، سکھ مت: تخلیق و ارتقاء، معارف مجلہ تحقیق، دسمبر ۲۰۱۴ء، ص ۲

سکھوں کی مذہبی کتاب میں گرنتھ صاحب میں مول منتر کو سارے کلام میں سے مقدس سمجھا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا ایک ہے اسکا نام سچا ہے وہی فاعل مطلق ہے وہ بے خوف ہے اور اسکی کسی سے دشمنی نہیں وہی ازلی اور ابدی ہے، بے شکل و صورت ہے، ہمیشہ قائم و دائم رہنے والی ذات ہے، خود اپنی توفیق و ورضا سے حاصل ہوتا ہے۔⁸⁴ ان کی مذہبی کتب میں پہلے نمبر پر گرو گرنتھ صاحب ہے اس میں سکھوں کے پہلے پانچ گرووں کے اقوال، وغیرہ اور ہندو مسلمان صوفی بزرگوں کا کلام، توحید، مساوات، سچائی وغیرہ پر بات کی گئی ہے۔ اس کت علاوہ مذہب جو کتب ہیں ان میں دسم گرنتھ، رہت نامہ وغیرہ شامل ہیں۔

جین مت:

جین مت کا شمار بھی دنیا کے قدیم مذاہب میں شامل ہوتا ہے۔ یہ ایک مذہب سے زیادہ اخلاقی فلسفے پر مبنی ہے۔ جین سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی "فاتح" کے ہیں اس مذہب کے بانی مہاویر کو مانا جاتا ہے۔ مہاویر ان کے ماننے والوں کی طرف سے خطاب ہے انکا اصل نام وردھمان تھا۔ جین مت میں انہیں ایک دیوتا مانا جاتا ہے۔ یہ ۵۹۹ قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ ان کی اور گوتم بدھ کی زندگی کافی ملتی جلتی ہے۔ یہ دونوں ایک ہی دور اور ایک ہی علاقے سے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر اس مذہب کی تعلیمات کی بات کی جائے تو ان کی بنیاد اہنسا پر ہے۔ اہنسا کے معنی عدم تشدد کے ہیں۔ اس میں روحانی ترقی اور مساوات کا درس بھی ملتا ہے۔ اس مذہب کے دو بڑے فرقے ہیں، جن میں ایک کانام شویتا اور دوسرے کانام گمبھ ہے۔ ان کے مقدس مقامات میں سماتا کا پہاڑ، شر اون بیلا گولہ، کوہ آجورا جستھان، گو مٹھیشور کرناٹک مجسمہ شامل ہیں۔ جین مت کی مذہبی کتب میں چار مشہور ہیں، جن میں آنگس یا آنگا، میولہ، سوتر، پالگا سر فہرست ہیں۔⁸⁵

جین مت بنیادی عقائد سات کلیوں کی شکل میں بیان کیے گئے ہیں، جو کہ، جیو، اجیو، آسرو، بندھ، سمورا، نرجرا، موکش شامل ہیں۔ جن کے مطابق (جیو) روح ایک حقیقت ہے جو کہ ہر ذی شعور میں پائی جاتی ہے۔ دوسرے نمبر پر، غیر ذی روح (اجیو) بھی ایک حقیقت ہے جس کی ایک قسم مادہ ہے۔ یعنی مادہ میں ہوا، وقت، فضا وغیرہ شامل ہیں اور یہ روح پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ تیسرے نمبر پر، روح میں مادہ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔ یعنی کہ جب روح دنیاوی اعمال کی طرف مائل ہوتی ہے تو مادہ ذرات اس میں داخل ہو جاتے ہیں (اسرو)۔ چوتھے نمبر پر، روح میں مادہ کی ملاوٹ کے نتیجے میں یہ مادہ کی قیدی بن جاتی ہے۔ (بندھ) (پانچویں نمبر پر، روح میں مادہ کی ملاوٹ کو روکا جاسکتا ہے۔ (سمورا) اگر انسان اپنے اعمال کو قابو کر لیں اور نفس پرستی سے بچے تو وہ نئے مادہ ذرات کے داخلے کو روک سکتا ہے۔ اس کوشش کو سمورا کہتے ہیں۔ چھٹے نمبر پر، روح میں پہلے سے موجود مادہ کو زائل

⁸⁴ عماد الحسن آزاد فاروقی، دنیا کے بڑے مذاہب، مکتبہ جدید پریس، لاہور، ص ۲۸۷

⁸⁵ سکھ مت: تخلیق و ارتقاء، ص: ۹

کیا جاسکتا ہے یعنی اس عمل کے ذریعے روح پہلے سے جمی ہوئی کر من ذرات سے نجات، ریاضت، پرہیزگاری اور سچائی سے حاصل کی جاتی ہے۔ (نرجرا) آخر میں، روح میں مادہ سے مکمل علیحدگی کے بعد موکش حاصل ہو سکتا ہے۔⁸⁶

جین مت میں بھی بدھ مت کی طرح نجات پانے کے لیے "نروان" کہلاتا ہے۔ نروان حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی تمام تر خواہشات اور آرزوؤں کو دل سے نکال دے کیونکہ یہی انسان کی بے سکونی دکھوں اور غموں کا سبب ہوتی ہیں۔ اس مذہب میں خدا کا تصور نہیں ہے نہ ہی کسی رسول کا، نہ جنت کا جہنم کا۔ ان کے مطابق کبیرہ گناہوں میں کسی کا قتل کرنا اور کسی کو تکلیف پہنچانا۔ ہر کوئی خود اپنے اعمال کا زمہ دار ہوتا ہے۔

غیر سامی مذاہب سے متعلق نصاب کی تفصیل:

راولپنڈی اور اسلام آباد کے اریا میں جن جامعات میں باقاعدہ سے انٹرفیٹھ یا ریلیجن سٹڈیز کے حوالے سے ڈیپارٹمنٹ موجود ہیں ان میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی یہ دو جامعات ہیں۔ لہذا، سب سے پہلے ان میں پڑھائے جانے والے کورسز کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے اس کے بعد فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی جو کہ راولپنڈی میں ہے اس کی، پھر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز نمل کے میں پڑھائے جانے والے کورسز کے بارے میں ذیل میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔

۱۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد:

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں غیر سامی مذاہب سے متعلق بی۔ ایس، ایم۔ فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر جو پڑھائے جارہے ہیں ان کی تفصیل:

بی۔ ایس:

1. بی، ایس 7th سمسٹر میں "ہندومت" کا کورس پڑھایا جاتا ہے۔
2. بی۔ ایس 7th سمسٹر میں "مشرقی ایشیائی مذاہب" کو شامل کیا گیا ہے۔
3. بی۔ ایس 8th سمسٹر میں "بدھ مت"
4. بی۔ ایس 8th سمسٹر میں "دنیا کے چھوٹے مذاہب" شامل ہیں۔

ایم۔ فل:

یہ تمام تر کورسز ایم۔ فل سیکنڈ سمسٹر میں آفر کیے جاتے ہیں۔

5. ہندومت میں جدید رجحانات

⁸⁶ دنیا کے بڑے مذاہب، ص: ۱۸۷

6. بدھ مت میں جدید رجحانات
7. اسلام اور مسلم ہندو تعلقات
8. اسلام اور مسلم بدھ مت تعلقات
9. چینی تہذیب کی تاریخ اور ثقافت
10. جدید کنفیو شس ازم اور تاوازم
11. کلاسیکی کنفیو شس ازم اور تاوازم
12. چین اور اسلام

پی-ایچ-ڈی

پی-ایچ-ڈی کورسز کی بات کی جائے تو برائے راست ایک کورس ہی ہے جو غیر سامی مذاہب میں شامل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ زیادہ تر کورسز ایسے ہیں جنہیں (Neutral) کورسز میں شامل جاسکتا ہے۔ مطلب سامی مذاہب اور غیر سامی دونوں کے حوالے سے موضوعات زیر بحث لائے جاتے ہیں۔

۲۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں غیر سامی مذاہب سے متعلق نصاب:

علامہ اقبال میں غیر سامی مذاہب سے متعلق نصاب کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے کہ بی۔ ایس کی سطح پر تین مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ ایم۔ فل کی سطح پر فرسٹ سمسٹر میں بھی تین کے قریب مضامین شامل کیے گئے ہیں اور ایک کورس عمومی کورس جو کہ تمام مذاہب کے لیے ہے جو کے تحقیق و تدوین سے متعلق ہے۔ ذیل میں کورسز کی تفصیل لکھی گئی ہے

بی۔ ایس کورسز کی تفصیل:

بی۔ ایس کی سطح پر مندرجہ ذیل کورسز کو شامل کیا گیا ہے۔ جن میں،

1. مطالعہ مذاہب عالم

2. مطالعہ ہندو مت اور بدھ مت

ایم۔ فل فرسٹ سمسٹر کی سطح پر یہاں ایک اصول تحقیق و تدوین کا مضمون شامل کیا گیا ہے،

اصول تحقیق و تدوین: (Principles of research and Editing)

یہ مضمون عمومی مضامین میں شامل ہے اور یہ تحقیقی اصولوں اور مختلف پہلوؤں کے بارے میں آگاہی فراہم کرتا ہے۔ اس مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جس میں ایک حصہ تحقیق کے اصولوں پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصہ تحقیقی رپورٹ یا تحقیقی مقالہ میں ترمیم کے طریقے۔⁸⁷

پہلے حصے کا بنیادی مقصد طلباء کو نظریاتی اور عملی پہلوؤں سے آراستہ کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اس مضمون کا بنیادی مقصد طلبہ کو بین المذاہب میدان میں استعمال ہونے والے مختلف تحقیقی طریقہ کار کی وسیع تفہیم فراہم کرنا ہے اور یہ طلبہ کو ڈیٹا کے تجزیہ کے مختلف طریقے سکھانے کے قابل بناتا ہے۔ جبکہ، کورس کا دوسرا حصہ جو کہ مقالہ کی ترمیم پر مشتمل ہے، اس کا مقصد، طلبہ کو مسودہ تیار کرنے میں مدد کرنا ہے۔ جو ڈیٹا جمع کرنے اور نتائج اخذ کرنے میں طلبہ کی مدد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کورس کا مقصد یہ بھی ہے کہ طلبہ تحقیقی مقالہ اجزاسیکھ سکیں۔

کورس میں پڑھائے جانے والے موضوعات:

1. تحقیقی طریقہ کار: بنیادی تصورات
2. تحقیقی تجویز، ریسرچ پروپوزل لکھنا
3. تحقیقی لٹریچر کا جائزہ لینا
4. تحقیقی مسئلے کی تشکیل اور مفروضہ تیار کرنا
5. ڈیٹا جمع کرنا،
6. مقداری طریقے
7. معیاری طریقے
8. اچھی تحقیق کے اشارے
9. تحقیقی رپورٹ لکھنا

مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتب:

خالق داد ملک، تحقیق و تدوین کا طریقہ کار (آزاد بک ڈپولہور، ۲۰۱۹ء)
باقر خان خاکوانی، اسلامی اصول تحقیق، (ادبیات، لاہور، ۲۰۱۵ء)

⁸⁷ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، خاکہ برائے شعبہ تقابل ادیان، اسلام آباد۔

عبد الحمید خان عباسی، اصول تحقیق، (نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲ء)

عبدالرزاق قریشی، مبادیات تحقیق، (خان بک کمپنی، لاہور)

محبوب الرحمن، ڈاکٹر محی الدین ہاشمی، اصول تحقیق (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۹ء)

ایم۔ فل سیکنڈ میں پڑھائے جانے والے غیر سامی مذاہب سے متعلق کورسز:

ایم۔ فل سیکنڈ میں پڑھائے جانے والے غیر سامی مذاہب سے متعلق کورسز کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے،

مطالعہ بین المذاہب نقطہ ہائے نظر و مناہج" اس کورس سامی اور غیر سامی دونوں مذاہب کے حوالے موضوعات شامل کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفہ دین کے نام سے بھی ایک کورس پڑھایا جا رہا ہے۔ یہ کورس بھی سامی اور غیر سامی دونوں مذاہب کے حوالے پڑھایا جا رہا ہے۔

فلسفہ دین: اس کورس میں مذہب کے فلسفے کا ایک تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مذہب کے بنیادی تصورات اور عملی امور پر فلسفیانہ و منطقی تحقیقات کو شامل کیا گیا ہے، خاص طور پر خدا کے وجود، انسانی زندگی میں اخلاقیات، برائی اور نکالیف، معجزات کے وقوع پذیر ہونے کی حقیقت، اور مابعد الطبیعیاتی مباحث جیسے حیات بعد الموت، آخری فیصلے، جنت اور دوزخ کے تصورات وغیرہ پر بھی اس بحث شامل کی گئی ہیں⁸⁸۔ اس کے علاوہ اس کورس سے طلبہ مسلم اور مغربی فلسفانہ روایات سے آگاہی کرنے کے ساتھ ساتھ ایمان اور عقل کے باہمی تعلق کو بھی سمجھ سکیں گے۔ مزید برآں، یہ مذہب کے کلیدی تصورات اور علمی پہلوؤں کی حکمت کو سمجھنے اور مختلف مذاہب کی روایات تجزیہ اور موازنہ کرنے میں بھی مدد فراہم کرتا ہے۔

مختلف موضوعات کے اہم عنوانات:

8. مسلم فلسفانہ روایات اور نمایاں فلاسفہ
9. مغربی فلسفیانہ روایت اور مذہب کا تعارف
10. مذہبی زبان اور عقائد
11. خدا کا وجود اور اس کے دلائل
12. معجزات کا مطالعہ
13. مابعد الطبیعیاتی مباحث

⁸⁸ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، خاکہ برائے شعبہ انٹرفیٹھ سٹڈیز، اسلام آباد۔

کتب:

5. Helm Paul. Faith and Reason. Oxford: clarendon, 1981.
6. Kenny, Anthony. The God of the Philosophers. Oxford: Clarendon, 1979.
7. Alston, William p. Perceiving God : The Epistemology of Religious Experience. Ithaca, N.Y : Cornell University press, 1991.
8. Kretzmann, Norman . The Metaphysics of Creation: Aquinas's Natural Theology in summa contra gentiles II. Oxford : Oxford university press. 1997

ادیان عالم میں بین المذاہب روابط:

(Interfaith Relations Between the World Religion)

یہ کورس اسلام کے غیر سامی مذاہب کے ساتھ تعلقات کو متعارف کرواتا ہے اور دنیا کے مختلف مذاہب کے ساتھ مسلمانوں کے بین المذاہب تعلقات کے بارے میں آگاہی فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں، اس کورس میں موضوع سے متعلق تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس میں، ابراہیمی اور غیر ابراہیمی مذاہب کے درمیان مکالمے اور ثقافتی ہم آہنگی کی روایت کو بعد از جدیدیت (post-modern) کے تناظر میں تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔⁸⁹ ان کے درمیان تنازعات اور مشترکہ اقدار کی درست تفہیم، عالمی سطح پر پائیدار امن، سماجی ہم آہنگی، اور باہمی رواداری کے قیام میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ کورس اسکالرز کو سماجی و ثقافتی روابط کی راہ متعین کرنے کے لیے رہنما اصول بھی فراہم کرتا ہے۔

کورس میں شامل اہم موضوعات:

مندرجہ ذیل ایم موضوعات شامل ہیں: جن میں،

19. ابراہیمی مذاہب کا تعارف اور ان کے درمیان مشترکہ تعلیمات

20. ابراہیمی مذاہب میں بین المذاہب کا مثنی مطالعہ

21. ابراہیمی مذاہب کے درمیان مکالمے کے روایت

22. تاریخی تناظر میں یہودیت اور اسلام کے درمیان تعلقات

23. تاریخی تناظر میں عیسائیت اور اسلام کے درمیان تعلقات

⁸⁹ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، خاکہ برائے شعبہ انٹرفیتھ سٹڈیز، اسلام آباد۔

کتاب:

اس کورس میں جو کتب شامل کی گئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

9. A special issue on Islam and Buddhism. The Muslim World 100, no,2-3(2010)
10. Abdur Rauf .H, (2012). Theological Approach to Quranic Exegesis: A practical comparative – Contrastive Analysis, New York, Routledge.
11. Baron Salo, (1976). A social and religious History of the Jews, Colombia University press, New York.

پی۔ ایچ۔ ڈی سے متعلق کورسز:

مندرجہ ذیل کورسز شامل ہیں جن میں؛

مطالعات بین المذاہب، قیام، امن، اور تصفیہ تنازعات:

(Peacebuilding, Conflict Resoluiution and interfaith Studies)

اس کورس کا کورس کے ذریعے سے معاشرتی اور بین الاقوامی سطح پر پیدا ہونے والے تنازعات کو ختم کرنا ہے، ان وجوہات کی گہرائی کو سمجھنا ہے جسے سے ایسے مسائل جنم لیتے ہوں۔ اس سے طلبہ کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ جو اختلافات انسانوں کے درمیان فطری ہوتے ہیں لہذا انہیں پر امن طریقے سے ہی حل کیا جانا چاہیے۔ مزید اس بارے میں بھی آگاہی دی جاتی ہے کہ دیگر مذاہب، ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو کیسے روحانی اقدار کی روشنی میں ایک دوسرے کے قریب لایا جاسکتا ہے۔ طلبہ میں مذہبی اداروں اور امن سازی جیسی تنظیموں میں شمولیت کو اجاگر کرنے کی طرف رہنمائی بھی دی جاتی ہے اور اس بات کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ بین المذاہب مکالمہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والے افراد نہ صرف ایک دوسرے کو برداشت کریں پر امن بقائے باہمی کے ذریعے سے امن کے سفیر بھی بنیں اس سے ایک مربوط اور بامقصد معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

اس کے علاوہ اس کورس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے مذہبی رہنما، اسکالرز، طلبہ اور مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے افرادوں کے نظریات اور تجربات سامنے آتے ہیں جس سے یہ تمام لوگ مل کر معاشرے میں مختلف طرح کے پیدا ہونے والے مسائل کا حل تلاش کر سکیں۔

اہم موضوعات:

اس کورس میں مختلف طرح کے موضوعات کو پڑھایا جاتا ہے جن میں تصوف اور قیام امن کے صوفی طریقے، اسلامی فریم ورک کے تحت قیام امن کو سمجھنا، بین المذاہب مکالمے میں امن کے فروغ کے ابھرتے ہوئے رجحانات، مذہب اور امن سازی کا

عمل، پاکستانی مذہبی قائدین کے لیے امن سازی کی ورکشاپس، عالمی معاملات میں مذہب کا کردار وغیرہ اس طرح کے موضوعات کو زیر بحث لیا گیا ہے تاکہ طلبہ کو ہر طرح سے آگاہی فراہم کی جاسکے۔

۳۔ فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی

اس جامعہ میں انٹرفیتھ سٹڈیز کے حوالے سے بی۔ ایس لیول میں دو سے تین مضمون پڑھائے جاتے ہیں اور ایم۔ فل کی سطح پر دو کورسز پڑھائے جاتے ہیں۔ جو کہ ذیل میں بی۔ ایس، ایم۔ فل کے نصاب کے حوالے سے تفصیل پیش کی گئی ہے۔ اور جو انٹرویو کے ذریعے نصاب کے بارے میں معلومات لی گئی ہے اسے بھی شامل کیا گیا ہے۔

نصاب:

غیر سامی مذاہب سے متعلق جو فاطمہ جناح یونیورسٹی میں نصاب پڑھایا جا رہا ہے، ذیل میں تمام کورسز کی تفصیل کو ذکر کیا گیا ہے؛

عالمی مذاہب: (world Religions)

یہ کورس بی۔ ایس کی سطح پر پڑھایا جا رہا ہے۔ میجر کورسز میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس میں عالمی مذاہب کا تعارف اور ہر مذہب کے بارے میں اہم موضوعات پڑھائے جاتے ہیں۔ اس میں ہندومت، بدھ مت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام وغیرہ کے بارے میں بنیادی تعلیمات، ان کے عقائد، اہم تہوار، اہم شخصیات، عبادات وغیرہ کے بارے میں معلومات فراہم کی جاتی ہے۔⁹⁰ سٹوڈنٹس اس سے دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے بارے میں مماثلتیں اور اختلافات کے بارے میں آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کورس سے مذہبی ہم آہنگی، امن اور عدم برداشت جیسے اقدار کو فروغ ملتا ہے جو کہ آج کے معاشرے کی اہم ضرورت بھی ہے۔

دنیا کے غیر سامی مذاہب: (world Religion- Non Semitic)

دنیا میں کئی غیر سامی مذاہب ہیں جن میں ہندومت، بدھ مت، جین مت، سکھ مت، کیمیٹزم، پاکیزم، وغیرہ اس کے علاوہ چین کی اگر بات کی جائے تو وہ بھی کثیر المذاہب ملک رہا ہے جس میں کنفیوشس مت کو یہاں کی ثقافت کی روح سمجھا جاتا ہے۔ ان تمام تر مذاہب کو اس ایک مضمون میں پڑھایا جاتا ہے، جس کا مقصد طلبہ میں دنیا کے مذاہب کے بارے میں آگاہی دینے کے ساتھ ساتھ مختلف مذاہب کے تصورات کے ساتھ سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے، مذہبی برداشت اور قبولیت کو فروغ دینا بھی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے طلبہ ان مذاہب کے بارے میں بنیادی نظریات کو بھی جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے مذہبی خیالات کو برداشت کرنے ساتھ ساتھ انہیں قبول کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔

⁹⁰ فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، خاکہ برائے شعبہ علوم اسلامیہ، راولپنڈی۔

کورس کی تقسیم:

اگر اس مضمون کی تقسیم کی بات کی جائے تو پہلے دو ہفتوں میں یہاں اس کورس میں پڑھائے جانے والے تمام تر مذاہب کی تاریخی حیثیت کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے اور پھر زمانے کے اعتبار سے غیر سامی مذاہب کا تعارف بتایا جاتا ہے۔ تیسرے اور چوتھے ہفتے میں پھر چینی مذاہب، کنفیو شس مت، تاوازم کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے، پانچویں اور چھٹے ہفتے میں بدھ مت، جین مت کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے، بدھ مت میں ان کے عقائد، اس مذہب کے بانی اسے طرح سے تمام تر مذاہب کی بنیادی معلومات اور تعلیمات کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔ اسی طرح سے ہندو مت کو ساتویں اور آٹھویں ہفتے میں پڑھایا جاتا ہے جس میں ان کے عقائد، برہما، وشنو، شیو، رام کرشن وغیرہ کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔ اسی طرح سے سکھ مت، مندائیت اور کیمیٹزم وغیرہ کی مذہبی روایات کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔

پی۔ ایچ۔ ڈی کورسز:

مندرجہ ذیل دو کورسز کو پی۔ ایچ۔ ڈی فرسٹ سمسٹر میں غیر سامی مذاہب میں شامل کیا گیا ہے۔ جن میں،

کورسز کی تفصیل:

پی۔ ایچ۔ ڈی کے پہلے سمسٹر میں تین مضامین شامل کیے گئے ہیں اور دوسرے سمسٹر میں بھی تین ہی کورسز پڑھائے جاتے ہیں۔ ذیل میں تمام کورسز کے نام اور تفصیل شامل کی گئی ہے؛

پہلے سمسٹر کے کورسز:

1. مطالعہ المذاہب کے اطلاقی مناہج
2. مطالعات بین المذاہب کے نقطہ ہائے نظر
3. عالمی بین المذاہب تنظیمات اور ادارے

مطالعہ المذاہب کے اطلاقی مناہج: (Applied Method in the Study of Religion)

اس کورس میں طلبہ کو مختلف عملی تحقیقاتی طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ تاکہ طلبہ میں یہ طریقے علم و فہم پیدا کر سکیں۔ ان طریقوں میں موازنہ، مواد کا تجزیہ کرتا، دستاویزی تجزیہ، تفسیری طریقہ جسے انگریزی میں (Hermeneutics)، کہتے ہیں، تاریخی طریقہ، انٹرویو اور سروے، تحقیقی اخلاقیات، علمیات (Epistemology)، نظریاتی خاکہ (Theoretical)

(Framework، تحقیق کی ترتیب، وغیرہ سے آگاہی فراہم کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اسلامیات میں استعمال ہونے والے روایتی تحقیقی طریقوں کے بارے میں بھی سکھایا جاتا ہے۔⁹¹

کتب:

5. Carl Olson, Religious studies, The key concepts (New york: Routledge, 2011)
6. John R Hinnels, ed, The Routledge companion to the study of Religion (New york Rutledgw, 2005)
7. Michael Stausberg and steven Engler, eds, The Routledge Handbook of Research, Methods in the study of Religion (New york : Routledge. 2011)
8. William E. Deal, Timothy kandler Beal, Theory for Religious studies, Psychology press, 2004)

مطالعات بین المذاہب کے نقطہ ہائے نظر: (Approaches to the Interfaith studies)

اس کورس میں طلبہ کو مختلف نظریاتی اور عملی زاویوں سے روشناس کیا جاتا ہے۔ مذہب کو سمجھنے کے لیے مختلف طریقوں جن میں سائنسی، سماجی اور نفسیاتی وغیرہ کے بارے میں بھی بتایا جاتا ہے۔ موجودہ دور کے مختلف چیلنجز اور مسائل سے کیسے نمٹا جائے اس سے متعلق بھی سکالرز کو رہنمائی دی جاتی ہے۔⁹²

اہم موضوعات:

اہم موضوعات میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

7. تاریخی تناظر میں مذاہب کا مطالعہ

8. مذہب سے متعلق اہم نظریات

9. مذہب کا سماجی تجزیہ

10. نفسیاتی تجزیہ

11. تقابلی مذاہب

⁹¹ فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، خاکہ برائے شعبہ علوم اسلامیہ، راولپنڈی۔

⁹² علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، خاکہ برائے شعبہ انٹرفیتھ سٹڈیز، اسلام آباد۔

12. مذہب کے مطالعہ سے متعلق کلیدی مسائل، جن میں اندرونی اور بیرونی نقطہ نظر، الہیات بمقابلہ مذہبی مطالعات، مذہب اور سیاست، مذہب اور سائنس، مستشرقیت، مقدس متوں کی فکری تعبیر وغیرہ کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔

کتب:

5. Tarif khalidi , ed, The Muslims Jesus, Saying and stories in Lslamic Literature . Cambridge , MA : (Harvard University press,2011)
6. Robert A.Segal, The Blackwell Companion to the study of Religion (Oxford Blackwell ,2006)
7. Carl Olson,Religious studies, The key concepts (New york: Routledge ,2011)

۴۔ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد:

اس جامعہ غیر سامی مذاہب کے نصاب کے حوالے سے بی۔ ایس لیول، ایم۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی میں جو جو مضامین پڑھائے جارہے ہیں ان کی تفصیل ذیل میں پیش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ جو انٹرویو کے ذریعے نصاب کے بارے میں معلومات لی گئی ہے اسے بھی شامل کیا گیا ہے۔

بی۔ ایس:

بی۔ ایس کی سطح پر غیر سامی مذاہب سے متعلق ایک کورس پڑھایا جاتا ہے جو کہ مطالعہ مذاہب کے نام سے ہے۔
کورس کی تفصیل:

اس کورس کی دو حصے ہیں ایک میں سامی مذاہب کے حوالے سے موضوعات کو شامل کیا گیا ہے اور ایک حصے میں غیر سامی مذاہب کے حوالے سے پڑھایا جاتا ہے۔ غیر سامی مذاہب کے حوالے سے ہندو مت، بدھ مت، زرتشت اور دیگر مذاہب کو شامل کیا گیا ہے۔ اگر کتب کی بات کی جائے تو اردو اور انگریزی کتب سے طلبہ زیادہ تر استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ موضوعات کو اسائنمنٹ کی شکل میں مکمل کیے جاتے ہیں۔

ایم۔ فل کورسز کی تفصیل:

ایم۔ فل کی سطح پر دو کورسز نصاب میں شامل ہیں۔ جن میں

1. مطالعہ استشراق

2. پاکستان میں غیر مسلم اقلیتیں

کورسز کی تفصیل:

ذیل میں ان کورسز سے متعلق تفصیلاً جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتیں

یہ کورس برائے راست کسی ایک مذہب سے وابستہ نہیں ہے جس سے یہ کہا جاسکے کہ غیر سامی مذاہب باقائدہ طور اس میں پر شامل ہیں۔ عمومی طور پر اس کورس کو غیر سامی مذاہب کا حصہ کہا جاسکتا ہے اور اس کورس کے تعارف کی بات کی جائے تو پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کا جائزہ اسلامی اور دینی مطالعات کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کورس کو اس مقصد کے تحت مرتب کیا گیا ہے کہ پاکستان میں رہنے والی مذہبی اقلیتوں کو درپیش حقوق، مسائل کو جانا جاسکے۔ اس مطالعے میں تاریخی تسلسل، قانونی ڈھانچے، سماجی ساخت اور سیاسی محرکات کو تنقیدی انداز میں پرکھا جاتا ہے، تاکہ ان چیلنجز کے حل کے امکانات واضح کیے جاسکیں اور ملک میں مذہبی رواداری، افہام و تفہیم، اور پر امن بقائے باہمی کو فروغ ملے۔ لہذا یہ کورس بھی غیر سامی مذاہب کے حوالے سے ایم۔ فل کی سطح میں پڑھایا جا رہا ہے۔

کورس کے مقاصد:

اس کورس کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں جن سے اس کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

- پاکستان میں معاشرتی و مذہبی سیاق و سباق میں مذہبی تنوع اور کثرتِ مذاہب کے مفہیم کو سمجھنا۔
- پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی تاریخی پس منظر کا تجزیاتی مطالعہ کرنا۔
- اقلیتوں کو درپیش مسائل اور چیلنجز کی نشاندہی کر کے ان کے حل تجویز کرنا۔
- بین المذاہب مکالمے، روابط اور ہم آہنگی کو فروغ دینے والی کوششوں کا تنقیدی جائزہ لینا۔
- اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے انسانی حقوق کے عالمی اصولوں کو پاکستانی تناظر میں لاگو کرنا

کتاب:

- Abdul Karim Zaidan, Ahkam ul Dhimiyyin wal Must'amīn Fi Darussalam, Damascus: Dar alfikar, 1988
- Abdul Majid, RELIGIOUS MINORITIES IN PAKISTAN, Journal of the Punjab University Historical Society , vol. 27, no. 1, (2014) :1-10 .
- Ali Raza Shah & Dr. Bela Nawaz, (2021) Issues and State of Religious Minorities in Pakistan: A Systematic Literature Review, Pakistan Social Sciences Review, Vol. 5, No. 3[70-88]

پی۔ ایچ۔ ڈی کورسز کی تفصیل:

پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح میں جن مضامین کو شامل کیا گیا ہے ذیل میں ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

1. مطالعہ مذاہب کے معاصر مناج

کورسز کی تفصیل:

مطالعہ مذاہب کے معاصر مناج " یہ ایک کورس پی-ایچ-ڈی کی سطح پر نصاب کا حصہ ہے۔ اس کورس میں مختلف غیر سامی مذاہب جن میں سکھ مت، جین مت، بدھ مت، ہندو مت، وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی کورس ایسا نہیں ہے جو برائے راست غیر سامی مذاہب سے متعلق ہو۔

فصل سوم:

پاکستانی جامعات میں اقلیتوں سے متعلق نصابات

اعلیٰ تعلیم ہر معاشرے کی فکری اور سماجی ساخت کو مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جامعات میں پڑھایا جانے والے نصاب نہ صرف علم کی ترسیل کا ذریعہ ہے بلکہ یہ طلبہ کی شخصیت، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت، اور سماجی رویوں پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ ایسے معاشرے جہاں مختلف مذاہب اور عقیدوں کے ماننے والے لوگ بستے ہوں وہاں نصاب کی تشکیل کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ ملک پاکستان میں تقریباً چار فی صد کے قریب اقلیتی کمیونٹیز بستی ہیں اور اقلیتیں معاشرتی تنوع کا حصہ ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ایسا نصاب جامعات میں پڑھایا جائے جو نہ صرف ان کے حقوق کی عکاسی کرے بلکہ طلبہ کو مذہبی رواداری اور سماجی ہم آہنگی کے عملی اصولوں سے بھی روشناس کرائے۔ آج کی جامعات کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ طلبہ میں معاشرتی شعور اور فکری رویوں کو اجاگر کرتی ہیں۔ لہذا، اسی لیے آج یہ سوال بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ اقلیتوں سے متعلق نصاب کس حد تک ان کے مسائل، شناخت اور حقوق کی ترجمانی کرتا ہے۔ اگر نصاب میں مذہبی تنوع، برداشت اور رواداری کو مؤثر انداز میں شامل کیا جائے تو طلبہ میں مثبت رویے پروان چڑھتے ہیں اور وہ عملی زندگی میں انتہا پسندی اور تعصب جیسے مسائل کا بہتر طور پر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لہذا اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ جامعات میں اقلیتوں سے متعلق مضامین کا جائزہ لیا جاسکے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ یہ نصاب کس حد تک دورِ حاضر کے تقاضوں اور عالمی معیار سے ہم آہنگ ہے اور پاکستان کے آئین اور قانون کی کتنی عکاسی اس میں موجود ہے۔

لہذا، اسی حوالے سے پاکستان کی چار جامعات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد میں، بی۔ ایس، ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر جو نصاب پڑھایا جا رہا ہے ان میں اقلیتوں کے حوالے سے کون کون سے مضامین شامل کیے گئے ہیں اور طریقہ تدریس کیا اختیار کیا جاتا ہے، کن کتب سے استفادہ کیا جاتا ہے اور پاکستان میں اقلیتیں کب سے آباد ہیں اسے حوالے سے اس فصل میں تفصیلاً بتایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان کے کن کن علاقوں میں کون کون سے کمیونٹیز آباد ہیں اور کب سے ہیں، قیام پاکستان کے وقت اقلیتوں کی کیا صورت حال تھی اور قائد اعظم محمد علی جناح نے اقلیتوں کے بارے میں کیا کہا تھا ان تمام پہلوؤں پر بات کی گئی ہے۔

لغت کے مطابق اقلیت:

اقلیت عربی زبان کے لفظ "قلیل" سے ماخوذ ہے۔ اس کا مادہ "ق، ل، ل" ہے، جس کے معنی "تھوڑا" یا "کم" ہونے کے ہیں۔
قلیل "قلل" کی جمع ہے۔⁹³

انگریزی زبان میں اقلیت کے لیے "Minority" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جس کی تعریف "Gorge Percy Badger" نے ان الفاظ میں کی ہے:

"The state of being under the smaller number"⁹⁴

ترجمہ: کسی کے ماتحت ہونا، تعداد کا کم ہونا۔

اصطلاحی تعریف:

اقلیت سے مراد کسی ریاست، ملک یا خطے میں بسنے والے افراد کا وہ چھوٹا گروہ یا طبقہ جو رنگ، نسل، زبان، لباس، عادات، رسم و رواج اور مذہب کے اعتبار سے اس خطے کے بڑے گروہ سے منفرد ہوں۔

Spencer D. Albright کے مطابق اقلیت سے مراد:

"Some sociologists have referred to minority groups of distinctive national and culture characteristics, While others have given greater emphasis to the subjective elements of national consciousness which might characterize the rest of the population by obvious features of language dress, habits, or physiques."⁹⁵

ترجمہ: کسی خطے میں بسنے والے لوگوں کا ایسا چھوٹا گروہ جو نہ صرف مذہبی، لسانی، اور نسلی اعتبار سے اکثریت سے مختلف ہو، بلکہ اپنے مذہب، عقائد اور نسل کی حفاظت بھی کر سکیں تاکہ اکثریت اس پر اثر انداز نہ ہوں۔

⁹³ معجم تہذیب الغتہ، الازہری، ابو منصور محمد بن احمد سنہ ۳۷۰، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۱، ج ۳، ص ۳۰۳۶

⁹⁴ English Arabic Lexicon, Badger Gerge Percy, Library, Lebanon, Beirut, 1967, p. 631

⁹⁵ Encyclopedia Americana: The International Reference Work, vol. 19 (New York: Americana Corporation, 1961), 20.

اسپنسر ڈی۔ البرائٹ (Spencer D. Albright) بیسویں صدی کے امریکی سیاسی سائنس، سماجی علوم کے محقق اور اکیڈمک تھے جو مختلف امریکی جامعات میں تدریس اور تحقیق کے میدان میں کردار ادا کرتے رہے اور ان کے عوامی انتظام، عدلیہ اور عدالتی عمل پر ادوار ماضی میں تحقیقی مقالے شائع کیے گئے ہیں۔ ان کا سب سے معروف تحقیقی مضمون

"Judicia Personnel" شائع کیا جاتا ہے۔ (Rodney L. Mott, Spencer D. Albright, and Helen R. Semmerling, "Judicial Personnel,"

(Annals of the merican Academy of Political and Social Science 167 (1933): 143-55.)

پاکستان میں اقلیتوں کی آبادی:

پاکستان میں ۲۰۲۳ء کی مردم شماری کے مطابق اقلیتوں کی تعداد ۸۷ لاکھ ۱۷ ہزار ۳۸۰ ہے۔ جو کہ مجموعی آبادی میں 96.35 فی صد مسلم اور مجموعی آبادی میں اقلیتی آبادی 3.65 فی صد ہے۔ پاکستان بھر میں بسنے والی اقلیتوں میں ہندو سب سے زیادہ ہیں جو کہ 38 لاکھ 76 ہزار 729 ہیں۔ دوسرے نمبر پر عیسائی جو کہ 33 لاکھ 788 ہیں اور تیسرے نمبر پر 13 لاکھ 49 ہزار 487 شیڈول کا سٹ مقیم ہیں۔ 15998 سکھ، 2384 پارسی، اور 72 ہزار سے زائد دوسری اقلیتیں موجود ہیں۔ پاکستان کے چاروں صوبوں میں سے سب سے زیادہ اقلیتی آبادی صوبہ سندھ میں مقیم ہے۔ تعداد میں ہندو کمیونٹی سب سے زیادہ ہے۔ صوبہ سندھ کی کل آبادی پانچ کروڑ سے زائد ہے جس میں سے 9.91 فی صد اقلیتی آبادی جو کہ 55 لاکھ 11 ہزار 981 بنتی ہے۔ اس کے علاوہ پارسی اور سکھ بھی اسے صوبے میں آباد ہیں۔ صوبہ سندھ کے ایک ڈسٹرکٹ عمرکوٹ میں اقلیتی آبادی مسلم آبادی سے زیادہ ہے۔ ضلع عمرکوٹ کی کل آبادی 11 لاکھ 58 ہزار ہے جس میں سے 6 لاکھ 39 ہزار ہندو اور شیڈول مقیم ہیں۔ پنجاب کی کل آبادی 12 کروڑ 73 لاکھ میں سے اقلیتوں کی مجموعی آبادی 28 لاکھ 70 ہزار 408 ہے۔ صوبہ پنجاب کی کل آبادی کا 2.25 فی صد اقلیتی آبادی ہے۔ خیبر پختونخوا کی اقلیتی آبادی 0.38 فی صد ہے۔ بلوچستان میں اقلیتی آبادی 0.91 فی صد ایک لاکھ 32 ہزار ہے۔ اسلام آباد میں ایک لاکھ سے زائد اقلیتوں کی تعداد ہے۔⁹⁶

امریکہ کی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی بین الاقوامی 2002ء کی رپورٹ برائے مذہبی آزادی کے مطابق مسیحی تعداد میں زیادہ ہیں جن کی تعداد تقریباً 2.09 ملین ہے۔ ہندو 1.03 ملین، اسماعیلی 900000، احمدی، 28600، بہائی، 10000-50000، پارسی 20000، سکھ، 20000، بدھ مت، 20000 تھی۔⁹⁷

قیام پاکستان اور غیر مسلم اقلیتیں:

۱۹۴۰ء کا سال برعظم کے مسلمانوں کی سیاسی و قومی زندگی میں نہایت اہم اور انقلاب آفریں ثابت ہوا۔ اس سال مسلم لیگ نے ہندوستان میں ایک آزاد مسلم مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے ایک عظیم الشان سالانہ اجلاس میں پیش کیا گیا۔ اس وقت تک مسلمانوں میں ایک آزاد اسلامی ملک کا تصور عام ہو چکا تھا۔ اب وہ اسے قومی و سیاسی مسائل کا واحد حل سمجھنے لگے تھے۔ قرارداد پاکستان کے پیش کیے جانے سے کچھ دن پہلے لندن کے ایک جریدے میں

⁷⁷ <https://www.urduvoa.com/a/digital-census-report-release-21jul2024/7706617.html>

⁹⁷ Hashim Raza, The Education Policy And Religious Minorities, Published by: South Asia Partnership – Pakistan, 2020, p.05

قائد اعظم کا ایک اہم مضمون شائع ہوا۔ جس کے آخری حصے میں انہوں نے لکھا تھا کہ ہندوستان کے لیے ایک ایسا آئین وضع کرنا چاہیے جو اس حقیقت پر مبنی ہو کہ ہندوستان میں دو قومیں بستی ہیں جس کی رو کے مطابق دونوں قومیں حکومت میں برابر کی حصہ دار ہوں۔ انہوں نے لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی جس میں وہ تاریخی مطالبہ پیش کیا گیا جو بعد میں پاکستان کے نام مشہور ہوا۔ اس کے علاوہ اس اجلاس میں جن مسیحی نمائندوں نے لاہور کے اجلاس میں شرکت کی ان میں ستیا پرکاش سنگھا، سی ای گبن و آراے گو مز، ایس ایسا البرٹ، فضل الہی، اجکاری امرت گور شامل تھے۔ قائد اعظم محمد علی جناح جنہوں نے اپنے چودہ نکات میں صوبوں میں اقلیتوں کی نمائندگی اور ان کی مکمل مذہبی آزادی کے حق کو تسلیم کیا تھا اس کے علاوہ قرارداد لاہور میں بھی اقلیتوں کے مسئلے کو نظر انداز نہ کیا۔

قرارداد لاہور میں غیر مسلم اقلیتوں کے بارے میں جو الفاظ آپ نے کہے وہ یہ ہیں:

"یہ کہ ان وحدتوں میں اور ان علاقوں میں غیر مسلموں کے لیے ان کی مذہبی، ثقافتی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق و مفاد کے لیے ان مشورے سے بقدر ضرورت موثر اور وجہ التعمیل تحفظات ان کے اور دوسری اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے ان کے مشورے سے معین طور پر دستور کے اندر رکھے جائیں

98۔"

پاکستان کے ساتھ غیر مسلم اقلیتوں کی شمولیت اور وابستگی:

پاکستانی غیر مسلم اقلیتوں کی پاکستان کے ساتھ شمولیت یا وابستگی مخصوص تاریخی حالات کا نتیجہ تھی۔ تمام اقلیتیں پاکستان کی وفادار اور حب الوطنی کے جذبے سے پورے طور پر سرشار تھیں۔ مشرقی پاکستان، سندھ، سرحد اور بلوچستان، حتیٰ کہ پنجاب میں رہ جانے والے گنتی کے چند ہندوؤں نے بھی پاکستان کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر کے اپنی محبت اور وفاداری کا ثبوت دیا۔ بلوچستان میں رہنے والے ہندو اور سکھوں نے بھی پاکستان کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا۔ بہائی فرقے کے لوگ جو کہ انتہائی قلیل تعداد میں آباد تھے انہوں نے بھی تعمیر پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسیحیوں اور پارسیوں نے بھی نہ صرف اس نئی مملکت کو اپنا حقیقی وطن تسلیم کیا بلکہ آزمائش اور مشکل کے ابتدائی دنوں میں مہاجرین کا ساتھ دیا۔ کاروباری، صحت، اور تعلیم، روزگار کے سلسلے میں مہاجرین کے لیے اپنے گھروں، تعلیمی اداروں اور مراکز کے دروازے بھی کھولے۔ اسی طرح سے مسیحی آبادی کا پاکستان میں قیام نہ صرف رضاکارانہ تھا بلکہ انہوں نے اس ملک کے قیام کے لیے بہت ساری قربانیاں بھی دی۔ باونڈری کمیشن جو جسٹس دین محمد، سر ظفر اللہ اور ممبر دفاع سردار بلدیو سنگھ پر مشتمل تھا۔ مسیحی منتخب نمائندوں، ای گبن، فضل الہی، نے

98 عشرت حسین بھری، پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن و سنت کی روشنی میں، بہاولدین ذکر یا یونیورسٹی لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۲۴۹

منجانب کے مسیحیوں کی آبادی کو پاکستان میں شامل کیے جانے کا موقف ریکارڈ کروایا۔ چودہویں صدی کے فرائض کے علاوہ پٹھان کورٹ علاقوں کا خود دورہ کر کے مسیحیوں کی آبادی کو پاکستان میں شامل کیے جانے کے بارے میں قراردادیں منظور کروا کر باؤنڈری کمیشن کے سامنے پیش کیا۔ جس پر کانگریس نے اس کی خلاف ورزی کی اور مسیحیوں کی آبادی کو بھارت میں شامل کروانے کا نعرہ لگوانے کی کوشش کی آخر کا وہ ناکام ہو گے اور مسیحیوں نے مسلم لیگ کے ساتھ پاکستان میں شامل ہونے دلیرانہ فیصلہ کیا جو کہ پاکستان کے حق میں ان کا ووٹ کھلایا۔⁹⁹

پاکستان کے ساتھ اقلیتوں کی شمولیت مخصوص تاریخی، جغرافیائی اور سیاسی عوامل کا نتیجہ تھی۔ جب پاکستان کا قیام وجود میں آیا اس وقت جو علاقے پاکستان میں شامل ہوئے ان علاقوں میں بسنے والی اقلیتیں خود بخود پاکستان کا حصہ بن گئی۔ جیسے پنجاب، سند، خیبر پختونخوا، بلوچستان وغیرہ میں پہلے سے ہی غیر مسلم اقلیتیں آباد تھیں جن میں ہندو، سکھ، بہائی، پارسی، مسیحی وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے اپنی مرضی سے پاکستان کے ساتھ نہ صرف شمولیت اختیار کی بلکہ کئی قربانیاں بھی دی۔

قرارداد مقاصد:

۲۵ فروری ۱۹۴۹ء کو مسلم لیگ کی پارلیمانی پارٹی کا ایک اجلاس منعقد ہوا، اس قرارداد میں کہا گیا کہ وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاقیہ (federation) بنائیں۔ جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اور متعینہ اختیارات کے ماتحت خود مختار ہوں۔ جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون و اخلاق عامہ کے ماتحت حیثیت و مواقع (Opportunity)، مساوات، قانون کی نظر میں برابری (Equality before law)، عمرانی، اقتصادی اور سیاسی عدل (social, economical and political)،

(justice، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادات اور ارتباط کی آزادی (Freedom of expression, creed, Religion, worship, and Association) شامل ہوں۔ جس کی رو سے اقلیتوں اور پسماندہ اور پست طبقوں کے جائز حقوق کا تحفظ کیا جاسکے۔ جس کی رو سے نظام عدل آزادی کامل طور پر محفوظ ہو۔¹⁰⁰

جس کی رو سے وفاقیہ کے علاقوں کی حفاظت اور اس کی آزادی اور جملہ حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ تاکہ اہل پاکستان فلاح و خوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں۔ اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوح انسان کی ترقی و قیام میں اضافہ کر سکیں۔ اس قرارداد کی مشرقی پاکستان کے ہندو اور اکیں اسمبلی نے مخالفت کی اور اس بات کا مطالبہ کیا کہ

⁹⁹ عشرت حسین بھری، مقالہ، پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن و سنت کی روشنی میں، ص ۲۵۸

¹⁰⁰ ایضاً، ص ۲۵۱

چونکہ پاکستان کا قیام عمل میں آگیا ہے۔ لہذا مذہب پر اصرار کرنے کی ضرورت نہیں تاہم اکثریت نے اس قرارداد کو منظور کر لیا۔

اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں قائد اعظم محمد علی جناح کے نظریات:

قائد اعظم نے اپنے مختلف خطبات میں اقلیتوں کے حقوق اور کردار کی تفصیلاً وضاحت فرمائی۔ قائد اعظم اقلیتوں کے حقوق کے حامی تھے۔ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد فرمایا تھا کہ تمام شہری چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں مساوی حقوق کے حامل ہوں گے۔

۱۲ جولائی ۱۹۴۷ء کو نئی دہلی میں ایک کانفرنس کے دوران قائد اعظم نے فرمایا:

"پاکستان میں اقلیتوں کی پوری حفاظت کی جائے گی۔ خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتی ہوں۔ ان کا مذہب، عقیدہ اور ایمان پاکستان میں بالکل محفوظ رہے گا۔ ان کی عبادت کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ ان کے مذہب، عقیدے، جان و مال اور ان کی ثقافت کا مناسب تحفظ کیا جائے گا۔ وہ بلا لحاظ رنگ و نسل، ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہوں گے۔" ¹⁰¹

اسی طرح سے قیام پاکستان کے تھوڑے عرصے بعد ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کراچی میں متعین مرکزی انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں، صوبہ سندھ کی انتظامیہ کت راکین اور افواج پاکستان کے افسروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"میں بار بار نجی اور عوامی مجلسوں میں اس بات کی وضاحت کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ انصاف برتنا چاہیے۔ یہ بات ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں کی ہم انہیں ملک سے نکال دیں۔ ہم ہر گز نہیں چاہتے کہ وہ پاکستان سے چلے جائیں۔ جب تک اس ریاست کے ساتھ وہ وفادار رہیں گئے اس وقت تک ان کا حق ہے کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو دوسرے شہریوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔" ¹⁰²

تاریخ پاکستان کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عظیم رہنما قائد اعظم نے فرمایا:

پاکستان ایک ایسی امت کی آرزو کا ملک ہے جسے حالات نے ہندوستان میں اقلیت بن کر رہنے پر مجبور کیا تھا اس لیے پاکستان اپنی ان غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق سے بے خبر نہیں رہ سکتا نہ ہی رہے گا جو اس کی حدود کے اندر بستی ہیں۔

¹⁰¹ سردار مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، جلی میڈیا پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۵۳

¹⁰² بریگیڈر گلزار، ارشادات قائد اعظم، قومی کمیٹی برائے صد سالہ تقریبات پیدائش قائد اعظم محمد علی جناح، ص ۸۷

"اس طرح سے کراچی میں پارسی مذہب کے ماننے والوں سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم نے منطقی استدلال کے ذریعے سامعین کو یقین دلایا کہ تمام حقوق محفوظ رہیں گے بلکہ انہیں تیرہ سو سالہ اسلامی تاریخ کے حقائق کے حوالے سے بھی باور کرایا کہ پاکستان میں ان پر کسی بھی طرح آنچ نہیں آسکتی کیونکہ یہ مسلمانوں کی سرشت میں ہے کہ وہ اقلیتوں کو مکمل تحفظ دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں"۔¹⁰³

اسی طرح سے قائد اعظم نے پاکستان میں بسنے والے تمام لوگوں مثلاً مسلمان، عیسائی، پارسی، اور ہندو وغیرہ کو تجارت، صنعت و حرفت، قابلیت اور ذہانت کے جوہر دکھانے کے یکساں مواقع دیے جائیں گے۔ اقلیتوں سے کہا کہ کوئی بھی ڈرو خوف اگر دل میں ہو تو وہ مکمل طور پر نکال دیں۔ آپ کی جان و مال، عزت و آبرو مکمل طور پر محفوظ رہے گی، جیسے مسلمانوں کو ترقی کے مواقع ملیں گے ویسے ہی آپ کو بھی ملیں گے۔ پاکستان کی حکومت کسی قسم کا فرق نہیں رکھے گی۔ لیکن یہ سب اس وقت تک محفوظ رہے گا جب تک آپ اس ملک سے وفادار ہیں گے۔

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

قائد اعظم کے ذہن میں اقلیتوں کے بارے میں ایک واضح اور مکمل تصور پایا جاتا تھا۔ بار بار ان کے بارے میں بات کرنا وہ اس بات کی دلیل ہے کہ زندگی کے بنیادی حقوق کا حاصل ہونا ہر انسان کے لیے ضروری ہے چاہے وہ کسی بھی عقیدے کے ماننے والے ہوں۔ لہذا انہوں نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ آزاد ہیں۔ آپ آزاد ہیں کہ آپ اپنے مندروں میں جائیں۔ آپ آزاد ہیں کہ اپنی مسجدوں میں جائیں۔ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب، عقیدے یا کسی بھی ذات سے ہو، اس کا مملکت کے مسائل سے کوئی تعلق نہیں، میرا خیال ہے کہ ہمیں یہ بات بطور نسب عین اپنے سامنے رکھنی چاہیے اور آپ دیکھیں گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ ہندو، ہندو رہے گا نہ مسلمان، مسلمان۔ مذہبی مفہوم میں نہیں کیونکہ ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی مفہوم میں، اس مملکت کے ایک شہری کی حیثیت سے۔۔۔"¹⁰⁴

یہ الفاظ اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں قائد اعظم پاکستان کو ایک ایسی ریاست بنا چاہتے تھے جہاں مذہبی امتیاز کی بنیاد پر کسی کے ساتھ تفریق نہ اور سب کو مساوی حقوق ملیں اور اسی لیے انہوں نے کہا تھا کہ ریاستی یا مذہبی سطح پر کسی کے عقیدے یا

¹⁰³ عشرت حسین بصری، پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن و سنت کی روشنی میں، ص ۲۴۶

¹⁰⁴ سردار مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، تجلی میڈیا پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۲۴۱

مذہب کی بنیاد پر کوئی فرق نہیں آئے گا۔ مذہب چونکہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے لیکن ریاستی یا شہری معاملات میں تمام افراد برابر ہوتے ہیں۔ یعنی تمام اقلیتیں اور مسلمان اپنی مذہبی شناخت برقرار رکھیں گی لیکن، قانون، حقوق اور اپنے قومی معاملات میں ان کی پہچان ایک شہری کے طور ہو گئی نہ کہ کسی خاص مذہب کے پیروکار کے طور پر۔

اقلیتوں سے متعلق نصاب کا جائزہ:

سب سے پہلے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، پھر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی، اور آخر میں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، میں پرچائے جانے والے نصاب پر بات کی گئی ہے۔

۱۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں اقلیتوں سے متعلق نصاب:

اقلیتوں کے حوالے سے جو مضامین و کورسز نصاب میں شامل ہیں ان کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

بی۔ ایس کے کورسز کی تفصیل:

جو مواد لیا گیا ہے اسے مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات سامنے آئی ہے کہ بی ایس کی سطح پر اقلیتوں کے حوالے سے کوئی مضمون نہیں جو ان کے مسائل یا ان کے حقوق سے متعلق ہو۔

ایم۔ فل کورسز کی تفصیل:

ایم۔ فل فرسٹ اور سکینڈ میں (Core courses) ہیں ان میں بھی ایسا کوئی کورس نہیں شامل جو باقاعدہ سے اقلیتوں کے نام سے منسلک ہو۔ سامی اور غیر سامی مذاہب سے متعلق کورسز کی زیادہ تفصیل پائی گئی ہے۔ مخصوص پاکستان میں بسنے والی اقلیتوں کے نام سے کوئی مضمون نہیں پایا گیا۔

پی۔ ایچ۔ ڈی کورسز کی تفصیل:

پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر کل چھ (Core courses) کورسز شامل ہیں۔ جن میں ایک کورس "مطالعات بین المذاہب کے نقطہ ہائے نظر کے نام سے ہے جس کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

مطالعات بین المذاہب کے نقطہ ہائے نظر کورس کا تعارف:

یہ کورس طلبہ کو مذہب کے مطالعے کے مختلف سائنسی، سماجی اور فکری پہلوؤں سے روشناس کراتا ہے۔ اس میں مذہب کو تاریخی، سماجی، نفسیاتی، بشریاتی اور فلسفیانہ تناظرات میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ طلبہ نہ صرف مختلف نظریات مذہب اور

مکاتب فکر کا مطالعہ کرتے ہیں بلکہ یہ بھی سیکھتے ہیں کہ مذہب اور سیاست، مذہب اور سائنس، مذہب اور جنس (Gender)، اور مذہب و معاشرت کے تعلقات کس طرح انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ **Orientalism**، **Insider/ Outsider Perspective** اور موازنہ ادیان جیسے موضوعات طلبہ میں تنقیدی سوچ، علمی برداشت اور تحقیقی صلاحیت کو پروان چڑھاتے ہیں۔

مقاصد کورس:

مندرجہ ذیل مقاصد کو شامل ہیں؛

1. اس کورس کے ذریعے سے مختلف علمی اور سائنسی طریقہ ہائے کار سے طلبہ کو آگاہ کیا جاتا ہے۔
2. یہ کورس طلبہ کو مختلف مذاہب کی تاریخی، سماجی، نفسیاتی اور بشریاتی تناظر میں سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔
3. اس کورس کے ذریعے مختلف مذاہب کے مابین ہم آہنگی، مکالمہ اور رواداری کو فروغ دیا جاتا ہے۔
4. یہ کورس طلبہ میں مذہب اور معاشرے کے تعلق کو عالمی تناظر میں دیکھنے کی صلاحیت بھی بیدار کرتا ہے۔
5. مذہب کے مطالعے میں **Insider/ Outsider** نقطہ نظر اور **Orientalism** کے اثرات کو سمجھنے میں بھی مدد کرتا ہے۔
6. اس کے علاوہ اس کورس سے مذہبی مطالعات کو عصری فکری اور سماجی چیلنجز کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔

اس کورس میں مذہب کو محض ایک عقیدہ نہیں سمجھا جاتا، بلکہ ایک سماجی و علمی مظہر (Phenomenon) کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ یہ مختلف مذاہب کے تقابلی مطالعے کے ذریعے برداشت، ہم آہنگی اور رواداری کو بھی فروغ دیتا ہے۔ اقلیتی طلبہ کے لیے یہ کورس نہ صرف نصاب میں علمی وسعت پیدا کرتا ہے بلکہ انہیں یہ موقع بھی دیتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو سائنسی، سماجی اور تاریخی تناظر میں سمجھ سکیں۔ یہ کورس انتہا پسندی، تعصب اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے ایک مؤثر علمی و تدریسی ذریعہ ہے۔

۳۔ فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی میں اقلیتوں سے متعلق نصاب

اس جامعہ میں بی۔ اے، ایس، ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر اقلیتوں کے حوالے سے جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں ذیل میں ان کی تفصیل بتائی گئی ہے۔

ادیان عالم میں بین المذاہب روابط: (Interfaith Relations Between the World Religions)

یہ نہ صرف یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے درمیان مکالمے سے نہ صرف واقف کرتا ہے بلکہ ان مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان مختلف تنازعات کو عصری ضروریات کے مطابق حل کرنے کی تربیت بھی کرتا ہے۔¹⁰⁵ اس کورس میں موضوع سے متعلق تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس میں الہامہ اور غیر الہامی دونوں مذاہب کے درمیان مکالمے اور ثقافتی ہم آہنگی کی روایت کو بعد از جدیدیت (post-modern) کے تناظر میں تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ تاکہ مختلف مذاہب کے درمیان تنازعات اور مشترکہ اقدار کی درست تفہیم، عالمی سطح پر پائیدار امن، سماجی ہم آہنگی، اور باہمی رواداری کے قیام میں بہتری آسکے۔ اس کے علاوہ یہ کورس اسکالرز کو سماجی و ثقافتی روابط کی راہ متعین کرنے کے لیے رہنما اصول بھی فراہم کرتا ہے۔

کورس میں شامل اہم موضوعات:

مندرجہ ذیل ایم موضوعات شامل ہیں: جن میں،

24. ابراہیمی مذاہب کا تعارف اور ان کے درمیان مشترکہ تعلیمات

25. ابراہیمی مذاہب میں بین المذاہب کا مٹی مطالعہ

26. ابراہیمی مذاہب کے درمیان مکالمے کے روایت

27. تاریخی تناظر میں یہودیت اور اسلام کے درمیان تعلقات

28. تاریخی تناظر میں عیسائیت اور اسلام کے درمیان تعلقات

29. تاریخی تناظر میں ہندومت اور اسلام کے درمیان تعلقات

30. تاریخی تناظر میں بدھ مت اور اسلام کے درمیان تعلقات

31. مسلمانوں کا بین المذاہب روابط پر ردِ عمل: چینی مذاہب کا مطالعہ

32. ابراہیمی مذاہب کے درمیان باہمی تعلقات کے موجودہ امکانات

¹⁰⁵ فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، شعبہ علوم اسلامیہ، راولپنڈی۔

کتاب:

اس کورس میں جو کتاب شامل کی گئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

12. A special issue on Islam and Buddhism. The Muslim World 100, no, 2-3 (2010)
13. Abdur Rauf .H, (2012). Theological Approach to Quranic Exegesis: A practical comparative – Contrastive Analysis, New York, Routledge.
14. Baron Salo, (1976). A social and religious History of the Jews, Colombia University press, New York.

مطالعہ بین المذاہب اور پاکستان میں تکثیریت: نظریہ اور عملی صورتیں:

دورِ جدید میں معاشرہ مذہبی، ثقافتی، عدم برداشت جیسے مسائل سے دوچار ہے۔ اس طرح کے حالات میں ایک پر امن اور باہمی احترام پر مبنی معاشرے کی تشکیل کے لیے بین الاقوامی تعاون اور کوششیں اہم ضرورت بن چکی ہیں۔

کورس کی تفصیل:

یہ کورس طلبہ کی سوچ و فکر کو اس طرف دھکیلتا ہے کہ اختلافات کے باوجود باہمی تعاون اور مکالمہ ہی وہ راستہ ہے جو انسان کو پر امن معاشرے کی طرف لے جاسکتا ہے۔ پاکستان میں بسنے والی مختلف کمیونٹیز جو کہ تقریباً پوری آبادی کا چار سے پانچ فی صد ہیں ان کے لیے اس مسئلے کو حل کر کے ایسا معاشرہ تشکیل دینا ضروری ہے جو تکثیری اقدار پر مبنی ہو۔ اس کورس کے ذریعے سے نوجوان انسانی حقوق کی پامالی، نفرت انگیز تقریر اور تعصبانہ رویوں سے دور رہ کر اس طرح کے مسائل پیدا کرنے والوں کے خلاف آواز بلند کر سکتا ہے۔ جس سے پاکستان میں مذہبی آزادی اور تکثیری معاشرے کی بنیاد مضبوط ہو۔

اہم موضوعات:

اس کورس میں معاشرے کی عکاسی کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اہم موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔

پاکستان میں انسانی حقوق اور مذہبی تکثیریت کا فروغ

مذہبی ہم آہنگی اور تکثیریت

صوفی ازم: پر امن بقائے باہمی کے زاویے

پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی، امکانات، چیلنجز اور نظریات

تکثیری معاشرہ اور بین المذاہب ہم آہنگی

پاکستان میں مذہبی برادریوں کے تعلیمی نظام کے ذریعے بین المذاہب ہم آہنگی
مذہبی ہم آہنگی کے لیے اقدامات اور موثر تکثیرت کے امکانات۔

تجویز کردہ کتب:

1. Ashley Rogers Berner and John Scherch , Pluralism and American public education, 2018
2. Bruce Gordon Epperl , The Elephant is Running: Process and open and Rational Theologies and Religious Pluralism , 2022.

۴۔ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد میں اقلیتوں سے متعلق نصاب

اقلیتوں سے متعلق اس یونیورسٹی میں بی۔ ایس۔ لیول، ایم۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی میں جو مضامین پڑھائے جارہے ہیں ان کی تفصیل
ذیل میں پیش کی گئی ہے۔

بی۔ ایس:

بی۔ ایس کی سطح پر اقلیتوں سے متعلق باقاعدہ سے کوئی بھی کورس نصاب میں شامل نہیں ہے۔

ایم۔ فل کورسز کی تفصیل:

ایم۔ فل سطح پر ایک کورس پڑھایا جاتا ہے جو کہ "پاکستان میں غیر مسلم اقلیتیں" ہے

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں سے متعلق کورس کی تفصیل:

پاکستانی میں مذہبی اقلیتوں کا جائزہ اسلامی اور دینی مطالعات کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کورس کو اس مقصد کے
تحت مرتب کیا گیا ہے کہ پاکستان میں رہنے والی مذہبی اقلیتوں کو درپیش حقوق، مسائل کو جانا جاسکے۔ اس مطالعے میں تاریخی
تسلسل، قانونی ڈھانچے، سماجی ساخت اور سیاسی محرکات کو تنقیدی انداز میں پرکھا جاتا ہے، تاکہ ان چیلنجز کے حل کے امکانات
واضح کیے جاسکیں اور ملک میں مذہبی رواداری، افہام و تفہیم، اور پر امن بقائے باہمی کو فروغ ملے۔

کورس کے مقاصد:

اس کورس کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں جن سے اس کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

- پاکستان میں معاشرتی و مذہبی سیاق و سباق میں مذہبی تنوع اور کثرتِ مذاہب کے مفاہیم کو سمجھنا۔
- پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی تاریخی پس منظر کا تجزیاتی مطالعہ کرنا۔
- اقلیتوں کو درپیش مسائل اور چیلنجز کی نشاندہی کر کے ان کے حل تجویز کرنا۔
- بین المذاہب مکالمے، روابط اور ہم آہنگی کو فروغ دینے والی کوششوں کا تنقیدی جائزہ لینا۔

- اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے انسانی حقوق کے عالمی اصولوں کو پاکستانی تناظر میں لاگو کرنا۔¹⁰⁶
- کتب:

- Abdul Karim Zaidan, Ahkam ul Dhimiyyin wal Must'amīn Fi Darussalam, Damascus: Dar al-fikar, 1988
- Abdul Majid, RELIGIOUS MINORITIES IN PAKISTAN, Journal of the Punjab University Historical Society , vol. 27, no. 1, (2014) :1-10 .
- Ali Raza Shah & Dr. Bela Nawaz, (2021) Issues and State of Religious Minorities in Pakistan: A Systematic Literature Review, Pakistan Social Sciences Review, Vol. 5, No. 3[70-88]
- Ali, H., ed. Religious Minorities in Pakistan: Historical Context and Contemporary Challenges. Cambridge Scholars Publishing, 2018.
- Al-Qardawi, Muhammad Yousaf. Rights and Duties of Non-Muslims in Muslim Society, (Islamabad, IRI, 2011.
- Ambreen, Q. Representation of Religious Minorities in Pakistani Print Media: A study of Daily Dawn, The News and The Nation. American Journal of Contemporary Research, 2014.
- Ashraf, Muhammad Azeem, and Rashid Amjad. Rights and Realities: Religious Minorities in Pakistan. The Lahore Journal of Economics, Vol. 20, Special Edition, 2015.
- Asma Jabeen, "Rights of Hindu Minority in Pakistan: A Review in the Light of Islamic Teachings and Constitution of Pakistan," (MPHIL, NUML, Islamabad 2020).

پی-ایچ-ڈی کورسز کی تفصیل:

پی-ایچ-ڈی لیول پر اقلیتوں سے متعلق دو کورسز نصاب میں شامل ہیں۔ جن میں "مسلم اقلیتوں کے معاصر مسائل، عصر حاضر میں سیاسی نظریات اور اسلام، یہ دو شامل ہیں۔ لیکن دوسرے نمبر کا کورس باقاعدہ سے اقلیتوں کے حوالے سے نہیں ہے، بنیادی طور پر یہ سیاسی نظریات اور اسلامی زوایے پر مبنی ہے، لیکن اسمیں اقلیتوں کے حقوق، مذہبی آزادی، اور ان کے مسائل کے بارے میں موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔

ذیل میں باب دوم سے متعلق تفصیلاً تجزیہ پیش کیا گیا ہے جو کے سامی مذاہب، غیر سامی مذاہب اور اقلیتوں سے متعلق مضامین کے حوالے سے ہے اور یہ تجزیہ مختلف اساتذہ اکرام سے لیے گئے انٹرویو کو سامنے رکھتے ہوئے بھی لکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ان عوامل کو بھی سامنے لایا گیا ہے جو نصاب کی بہتری میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ یا ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر مطالعہ مذاہب

¹⁰⁶ شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، کورس آف لائسنز، اسلام آباد۔

سے متعلق مضامین بہتر طور پر پیش کیے بھی جاتے ہیں لیکن دیگر مسائل ایسے ہیں جو جامعات کو مزید بہتر کرنے کی ضرورت ہے اس پر بھی بات کی گئی ہے۔

تجزیہ:

مختلف جامعات سے لی گئی آؤٹ لائنز اور اساتذہ اکرام سے کیے گئے انٹرویوز کی روشنی میں یہ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ جن اساتذہ سے انٹرویو لیا گیا ان میں دس سے زیادہ اساتذہ اکرام شامل ہیں جن میں، ڈاکٹر منزہ بتول، ڈاکٹر پاکیزہ شہزادی، ڈاکٹر قاسم، ڈاکٹر ریاض احمد سعید، ڈاکٹر غلام شمس الرحمان، ڈاکٹر ریاض محمود، ڈاکٹر حبیب الرحمان، ڈاکٹر سجاد، ڈاکٹر مالک، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، ڈاکٹر طیب علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی وغیرہ شامل ہیں۔

اسلامک یونیورسٹی ۱۹۸۵ء میں جب سے انٹرنیشنل بنایا گیا تھا تب سے ہی یہاں ریلیجن سٹڈیز کی طرف فوکس رہا ہے۔ یہاں مسلسل ہر تین یا چار سال بعد کورسز کو اپڈیٹ کیا جاتا رہا ہے ان تمام تر گہرائیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپڈیٹ کیا جاتا ہے جو اس وقت کی ضرورت ہوں۔ چونکہ پوری دنیا سے اساتذہ اکرام یہاں پڑھانے آتے ہیں لہذا نصاب کو اپڈیٹ کرتے وقت تمام ضروری پہلوؤں کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ اس وقت جو یہاں سکیم آف سٹڈی پڑھائی جا رہی ہے بی ایس، ایم، ایس، پی ایچ ڈی تینوں سطح کا نصاب روایتی، اسلامی اور ماڈرن رجحانات کے مطابق بنایا گیا ہے۔ ڈاکٹر منزہ بتول نے انٹرویو کے دوران بتایا کہ جب جب بھی کوئی نیا رجحان یا فکر آتی ہے تو اساتذہ اور طالبہ نہ صرف اسے موضوعات کا حصہ بناتے ہیں بلکہ اس میں تحقیقی کام بھی کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ یہاں نصاب میں مختلف مذاہب کے حوالے سے جامع معلومات کے بارے میں کہا گیا کہ اس شعبہ میں جتنے دنیا کے عالمی ادیان نصاب میں ہیں جنہیں ورلڈ ریلیجن کہا جاتا ہے ان میں ہر ایک کے حوالے سے ایک ایک بنیادی کورس بی۔ ایس کی سطح پر پہلے پڑھایا جاتا ہے۔ ایک تو عمومی تعریفی کورس ہوتا ہے جس میں ادیان عالم کے نام سے ایک کورس پڑھایا جاتا ہے جو کہ سمسٹر چہارم میں ہوتا ہے جو جنرل کورسز میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد سکھ سمسٹر میں ایک کورس پڑھایا جاتا ہے جس پہ صرف مسلمان علماء کا مطالعہ ادیان میں کردار اس کے بارے میں ہے۔ پھر قرآن مجید میں جن ادیان کے حوالے سے ذکر ہے اس حوالے سے بھی ایک کورس نصاب کا حصہ ہے اور جو سپیشلائزیشن میں کورسز آتے ہیں۔ ان ادیان میں مسیحیت، یہودیت، بدھ مت، ہندو مت، ان تمام مذاہب کا الگ الگ ایک کورس آفر کیا جاتا ہے اور ہر کورس میں اس مذاہب کے حوالے سے تمام تر پہلوؤں، عبادات، عقائد، معاملات، تہوار، تمام چیزیں تفصیل سے شامل ہوتی ہیں۔ ایک کورس مشرق وسطیٰ یعنی چین کے مذاہب جسے ایسٹ ایشین ریلیجن کے نام سے بھی یہاں پڑھایا جاتا ہے جس میں مشرق وسطیٰ کے جو ادیان ہیں کنفیو شس، تاو مت وغیرہ یہ شامل ہیں۔ ان کے ساتھ ہی ایک اور کورس ہے جس میں چھوٹے مذاہب، یعنی کہ ایسے مذاہب جن کے ماننے والے دنیا میں کم رہ گئے ہیں اس کورس کو مائنر ریلیجن کے نام سے یعنی وہ ادیان جنکی تعداد دنیا میں کم ہے

جس میں بہت سارے قدیم مذاہب بھی شامل ہیں جیسے جین مت، زرتشت، سکھ مت، یہ کورس بھی یہاں کے نصاب کا حصہ ہے۔ یہ تمام تر کورسز بی۔ ایس کی سطح پر تفصیل سے پڑھائے جاتے ہیں۔¹⁰⁷

ایم۔ ایس کی سطح پر ان تمام مذاہب کے تعلقات پر زیادہ فوکس کیا جاتا ہے۔ جیسے اسلام اور یہودیت، اسلام اور مسیحیت، اسلام اور بدھ مت، اور ساتھ ساتھ ان مذاہب کے اندر نئی تحریکیں، نئے فرقے جو پائے جاتے ہیں اس کے اوپر بات کی جاتی ہے۔ ان چاروں مذاہب کے جو جدید مسائل اور چیلنجز آپسی اختلافات ہیں انہیں ایم۔ ایس کی سطح پر پڑھایا جاتا ہے۔ ماڈرن ایشوز میں، سائنس اور ریلیجن، فیمنزم، وغیرہ کو بھی پڑھایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سطح پر ان تمام افکار کا جائزہ لینا اس وجہ سے زیادہ ضروری ہوتا ہے کیونکہ، سٹوڈنٹس نے آگے تحقیقی مقالہ لکھنا ہوتا ہے۔

پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر زیادہ تر (Comprehensive) نوعیت کے کورسز شامل کیے گئے ہیں جن میں دین، فلسفہ اور سائنس کے باہمی تعلقات، جیسے موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔ پاکستان میں موجود اقلیات انکی موجودہ صورتحال، ایک یہ کورس بھی پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں ایک سیمینار کیا جاتا ہے اس کا مقصد طلبہ سوالات کے ذریعے کسی بھی مذاہب کے نمائندہ سے پوچھتے ہیں اس طرح یہ مذاکرات کے ذریعے سے طلبہ کو آگاہی دی جاتی ہے۔ ایک مضمون ایسا بھی پڑھایا جاتا ہے جس کا تعلق (InterFaith Dialogue) سے ہے۔ اس میں مکالمہ بین المذاہب مختلف مذاہب کے درمیان اس طرح کی تمام جہات کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں باقاعدہ مطالعہ مذاہب سے حوالے سے شعبہ موجود جات موجود ہیں اور باقاعدہ سے سامی اور غیر سامی مذاہب کے حوالے سے مضامین کو نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ وقت کی ضرورت کے مطابق مضامین کو نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ پاکستان میں جتنے بھی مذاہب کے بسنے والے ہیں ان کے مسائل کے حوالے سے ایم۔ فل یا پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح میں ایک مضمون کو شامل کیا گیا ہے جبکہ بی۔ ایس کی سطح میں چند مضمون مضامین شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے حقوق، ان کی مذہبی آزادی اس حوالے سے جو کہ آئین پاکستان میں تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیے گئے ہیں نصاب میں بھی کچھ موضوعات ایسے ہیں جو ان حقوق کی پاسداری کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ تحقیقی میدان میں آسانی کے لیے اور مختلف مذاہب کو ان کی مقدس کتب یا پرائمری سورسز سے سمجھنے کے لیے ان دو جامعات میں بی۔ ایس کی سطح پر کسی ایک زبان کا کورس کمپلری نصاب کا حصہ قرار دیا گیا ہے تاکہ طلبہ اصل متون سے استفادہ حاصل کر کے کسی بھی مذہب کے بارے میں اصل معلوم کر سکیں، اس کی خوبیاں اور خامیاں واضح کر سکیں۔ علامہ اقبال یونیورسٹی میں پڑھائے جانے والے نصاب کی اگر بات کی جائے تو یہاں زیادہ تر بین المذاہب تعلقات کے حوالے سے ہے ایک سطح پر تھیولوجیکل، اور

¹⁰⁷ ڈاکٹر، منزہ ہتول، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

دور سری بین المذاہب تعلقات کے حوالے سے بنایا گیا ہے اور یہاں تھیوری اور پریکٹس دونوں کو نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ بی۔ ایس اسلامک سٹڈیز کروایا جاتا ہے اور سپیشلائزیشن انٹرفیتھ سٹڈیز میں کروائی جاتی ہے۔ ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر پہلے تحقیق کے بنیادی مصادر پر فوکس کرنے کے بعد بین المذاہب مطالعات کے حوالے سے ان کی (Application) کیسے کی جاسکتی ہے اس طرف توجہ دی جاتی ہے۔ بی۔ ایس کی سطح دو کورسز ایسے ہیں جو بین المذاہب مکالمہ کی ضرورت، معاشرتی ہم آہنگی پر فوکس کرتے ہیں۔ ایمفل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر تکثیری معاشرے کے حوالے سے کورسز شامل کیے گئے ہیں۔ باقی کچھ طلبہ کو فلیڈورک کے ذریعے سے ایسے موضوعات کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔¹⁰⁸ (Human Rights) کے حوالے سے بھی یہاں کورسز آفر کیے جاتے ہیں اس کے علاوہ (Islamic Ethics and Morals) کے حوالے سے بھی کورسز کو نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔

نمل یونیورسٹی اور فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی ان دونوں جامعات میں مطالعہ مذاہب کے حوالے سے باقاعدہ سے شعبہ جات تو موجود نہیں ہیں لیکن ان جامعات میں پڑھائے جانے والے نصاب میں مختلف مذاہب سے متعلق موضوعات کو نصاب کا حصہ بنا یا گیا ہے۔ سامی مذاہب سے متعلق بی۔ ایس، ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی تینوں سطح میں مضامین شامل کیے گئے ہیں اور تحقیق بھی کروائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اقلیتوں سے متعلق ایم۔ فل کی سطح میں پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے نام سے ایک کورس کورس پڑھایا جا رہا ہے۔ اگر بات کی جائے زبان کے حوالے سے تو اس جامعہ میں کسی بھی زبان کو لازمی نہیں قرار دیا جاتا۔ انگریزی، عربی اور اردو میں اگر طلبہ تحقیق کرنا چاہیں تو وہ کر سکتے ہیں جبکہ جن جامعات میں باقاعدہ سے شعبہ جات موجود ہیں وہاں کسی ایک زبان پر عبور حاصل ہونا لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی میں ڈاکٹر پاکیزہ شہزادی جو کہ شعبہ علوم اسلامیہ کی ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ یہاں کے نصاب کی بات کی جائے تو بی۔ ایس۔ لیول پر ولڈریلیجن کا مضمون پڑھایا جاتا ہے اور سامی اور غیر سامی مذاہب کو کس پڑھایا جاتا ہے، اور ایم۔ فل کی سطح پر صرف غیر سامی مذاہب پر فوکس کیا جاتا ہے، علم الکلام کا مضمون بھی پڑھایا جاتا ہے اور تقریباً تین کے قریب مضامین انٹرفیتھ کے حوالے سے پڑھائے جاتے ہیں۔ اس ادارے میں پڑھایا جانے والا نصاب میں تھیوری اور پریکٹس دونوں چیزوں کو شامل کیا گیا ہے اور طلبہ کو بنیادی تعلیمات، جیسے عبادات، عقائد، اور فیسٹیول کے حوالے بنیادی معلومات کے بارے بتایا جاتا ہے۔ نصاب میں بین المذاہب ہم آہنگی اور وواداری کی شمولیت کی بات کی جائے تو نصاب میں ایسے مضامین شامل کیے جاتے ہیں اور بچوں کو لیکچرز کے ذریعے آگاہی دی جاتی ہے امن اور تنوع پر فوکس کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام و اور استشراف یہ مضمون بھی پڑھایا جاتا ہے

(Inter faith and intra-

¹⁰⁸ ڈاکٹر غلام شمس الرحمان، ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

(faith) اس پر بھی آگاہی بچوں کو دی جاتی جو کہ آج کے دور کی ضرورت بھی ہے۔ یہاں جو نصاب پڑھایا جاتا ان کے سوز کا استعمال کے بارے میں بتایا گیا کہ اگر یہودیت کو پڑھا رہے ہوں تو مغربی مصنفین کی کتب کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بچوں کے لیے کانفرنسز وغیرہ بھی کروائی جاتی ہیں۔ ۲۰۱۹ سے پہلی انٹرنیشنل کانفرنس جو کروائی گئی وہ بھی انٹرفیتھ کے حوالے سے ہی تھی۔ جس میں مختلف کمیونٹیز کے نمائندے بھی بلائے گئے لیکن باقاعدگی یہ یہ سلسلہ قائم نہیں ہے۔ مختلف موضوعات پر کانفرنسز تو کروائی جاتی ہیں لیکن انٹرفیتھ کے حوالے سے باقاعدہ طور پر نہیں کروائی جاتی۔ ہر مضمون کے حوالے سے یہ کمپلری ہونی چاہیے کیونکہ کچھ اساتذہ تو کلاس روم میں مختلف مذاہب کے بارے میں پڑھاتے ہیں مختلف سرگرمیاں کرواتے ہیں لیکن زیادہ تر پڑھانے تک ہی محدود رہتے ہیں۔ جیسے اسلام امن اور رواداری کا درس دیتا ہے اور آپ صلی علیہ وسلم کی زندگی سے مثال دی ایک دفعہ مسجد نبوی میں کر سچن بھی آئے تو آپ صلی علیہ وسلم نے وہاں اندر اپنے طریقے سے انہیں عبادت کرنے کی اجازت دے دی تھی، ایک کسی غیر مسلم نے وہاں نجاست پھیلا دی تھی تو آپ صلی علیہ وسلم نے اسکو مارنے پٹینے کا حکم نہیں دیا بلکہ نجاست صاف کرنے کا حکم دیا تھا۔¹⁰⁹

یہاں نصاب میں وہ تمام مضامین تو پڑھائے جا رہے ہیں جو وقت کی ضرورت ہیں لیکن نصاب میں پریٹیکل ورک کی کمی جیسے باقی جامعات میں پائی جاتی ہے یہاں بھی یہ کمی پائی جاتی ہے۔ انٹرویو کے دوران یہ جو مسائل سامنے آئے ان میں ایک پریٹیکل بیس لرننگ کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ برائے راست بھی مسائل کے حل میں مدد کر سکیں اور معاشرے امن قائم ہو سکے۔ طلبہ کی لرننگ دو طرح سے تو ہو رہی ہے لیکن آج کے دور کے حساب سے جیسے کے مذہبی انتہا پسندی، مذہبی تنافر جیسے معاشرے میں کئی نئے مسائل جنم لے رہے ہیں اس کے لیے پریٹیکل لرننگ ضروری ہو گئی ہے کیونکہ طلبہ کا خود تو اس طرف رجحان کم ہے اور اساتذہ بھی اگر خاموشی اختیار کریں گئے تو ایسے مسائل کبھی حل نہیں ہو سکیں گئے۔ طلبہ کو مکالماتی سیشن میں حصہ لینے کی ترغیب دی جائے نہ کہ یہ کہہ کر بات کو ختم کر دیا جائے کہ یہ حساس موضوعات ہیں ان میں کا خاموشی بہتر ہے۔ نصاب کو مزید جامع بنانے کے لیے ایک تو دورانیہ میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ مزید تفصیلی مطالعہ کر سکیں، غیر جانبدار نصاب سے زیادہ انصاف پر مبنی نصاب ہمارے معاشرے میں کرا دیا دار کرنے میں مدد کر سکتا ہے۔ اس فلیڈ میں ریسرچ کی کمی پائی جاتی ہے ہر سٹوڈنٹ ریسرچ کے قابل نہیں ہوتا لہذا اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ جو سٹوڈنٹس ریسرچ کے قابل ہوں ان کو مزید حوصلہ افزائی کی جائے اس کے لیے ہریونیورسٹی کے شعبہ انٹرفیتھ سٹڈیز کو چاہیے کہ وہ ایک میگزین نکالے تاکہ پچاس فی صد سٹوڈنٹس اور پچاس فی صد اساتذہ کو لکھنے کی اجازت دی جائے تاکہ ریسرچ کے معیار کو بھی بہتر کیا جا سکے۔ سٹوڈنٹس کا ویزن کبھی بھی بند کمرے میں پڑھا کر نہیں بنایا جاسکتا اس کے لیے ضروری ہے کہ مختلف قسم کے عملی تجربات اور مشاہدات کو بھی نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ مذہبی توہین کے حوالے سے مضامین بھی شامل نہیں ہیں اس حوالے سے

¹⁰⁹ ڈاکٹر پاکیزہ شہزادی، شعبہ علوم اسلامیہ، ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی

لازمی مضامین میں کوئی مضمون شامل ہونا چاہیے کیونکہ اس طرح کے پروگرامز بچوں میں آگاہی فراہم کرتے ہیں کہ دوسروں کے مذہب کا کس طرح سے احترام کیا جائے اس بارے میں بھی سکھاتے ہیں۔

باب سوم: عصری تقاضوں کے مطابق مطالعہ مذاہب کے نصاب میں بہتری کیلئے تجاویز و سفارشات

- فصل اول: مطالعہ مذاہب کا نصاب اور عصری تقاضے
- فصل دوم: پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب میں درپیش چیلنجز
- فصل سوم: مطالعہ مذاہب کے نصاب میں بہتری کے لیے مجوزہ اقدامات

باب سوم:

عصری تقاضوں کے مطابق مطالعہ مذاہب کے نصاب میں بہتری

موجودہ دور میں تعلیم کا بنیادی مقصد صرف علمی معلومات فراہم کرنا نہیں بلکہ طلبہ کو ایسے فکری اور عملی اوزار دینا ہے جو انہیں بدلتی ہوئی دنیا کے ساتھ ہم آہنگ کر سکیں۔ لہذا، دنیا کا کوئی بھی ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک بدلتے ہوئے حالات اور مسائل سے نمٹنے کے لیے حل نہ فراہم کر سکے۔ اسی تناظر میں تعلیم ہی وہ بنیادی پہلو ہے جو شعور و آگاہی کے ذریعے سے انسان کو حالات سے نمٹنے اور جدید مسائل کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتی ہے۔ اسی حوالے سے مطالعہ مذاہب کا نصاب بھی نہایت اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ نہ صرف بین المذاہب فہم اور رواداری کو فروغ دیتا ہے بلکہ قومی و عالمی سطح پر امن، مکالمے اور تہذیبی تعلقات کو بھی مضبوط بناتا ہے۔ تاہم پاکستان کی جامعات میں پڑھایا جانے والا نصاب کئی حوالوں سے جدید تقاضوں اور عالمی معیار سے کافی پیچھے ہے، جس کی بنا پر اس میں اصلاحات اور بہتری کی بھی اشد ضرورت ہے۔

اس باب میں سب سے پہلے عالمی معیار یعنی دنیا کی قدیم ترین دو یونیورسٹیز، جن میں امریکہ اور برطانیہ کی جامعات کو شامل کیا گیا ہے۔ امریکہ (USA) کی ہارورڈ یونیورسٹی، (Harvard University)، برطانیہ میں یونیورسٹی آف آکسفورڈ (University Of Oxford) کے نصاب کا جائزہ لیا گیا ہے۔ امریکہ میں سٹڈی آف ریلیجن، جبکہ برطانیہ میں الہیات اور مذہب، کے نام سے مطالعہ مذاہب کے حوالے سے شعبہ جات موجود ہیں۔ لہذا، ان جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب کے حوالے سے اس طرح سے جائزہ لیا گیا ہے کہ یہ واضح ہو سکے کہ دنیا کی بڑی جامعات میں یہ مضامین کس انداز سے مرتب کیے جاتے ہیں اور وہ کن نئے موضوعات کو نصاب کا حصہ بنایا جاتا ہے۔ مزید اس بات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ پاکستانی جامعات کو مطالعہ مذاہب کے نصاب میں کن چینلجز کا سامنا ہے، مثلاً محدود تحقیقی وسائل، اساتذہ کی تربیت کا فقدان، جدید موضوعات کی کمی، اور نصاب کا محض نظریاتی پہلوؤں تک محدود ہونا، ان پہلوؤں پر بھی بات کی گئی ہے۔

آخر میں اس باب کا میں سب سے اہم بات یعنی مسائل کے حل بتائے گئے ہیں اور کون سے بنیادی پہلوؤں کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے اس پر بات کی گئی ہے اور نصاب میں بہتری کے لیے مجوزہ اقدامات تجویز کیے گئے ہیں، جیسے کہ جدید تعلیمی طریقوں کا استعمال، انسانی حقوق و سماجی علوم کے ساتھ ربط، بین المذاہب مکالمہ کے عملی پہلوؤں کی شمولیت، اور عالمی تجربات سے استفادہ کرنا شامل ہیں۔

فصل اول:

مطالعہ مذاہب کا نصاب اور عصری تقاضوں

مذہب انسانی زندگی کا ایسا عنصر جو نہ صرف کسی بھی فرد کی ذاتی زندگی میں اثر انداز ہوتا ہے بلکہ اس سے معاشرتی، ثقافتی اور تہذیبی سطح پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مختلف قوموں اور معاشروں میں اس نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسی سلسلے میں مطالعہ مذاہب ایک ایسا علمی میدان ہے جس سے مختلف مذاہب کے عقائد، عبادات، اخلاقی تعلیمات، ثقافتی اثرات، تاریخی ارتقاء وغیرہ پر غیر جانبدارانہ اور تحقیقی مطالعہ فراہم کرتا ہے۔

آج کی دنیا میں مطالعہ مذاہب کو آزاد اور بین الثقافتی مضمون کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے جس کا مقصد نہ صرف علمی فہم حاصل کرنا ہے بلکہ بین مذاہب رواداری، عالمی ہم آہنگی، اور انسانی اقدار کو مضبوط کرنا ہے۔ پوری دنیا میں چاہے ایشیائی ممالک ہوں یا مغربی مطالعہ مذاہب کے نصاب کو ترتیب دیتے وقت متعدد اصولوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے، جن میں مذہبی آزادی کا احترام، ثقافتی حساسیت، غیر جانبداری، انسانی حقوق، انصاف، مساوات اور علمی تنقید جیسے طریقہ کار کو شامل کیا جاتا ہے۔

اس فصل میں دنیا کی بڑی جامعات مسلم اور غیر مسلم ممالک میں سے تین جامعات کے نصاب اور تدریسی طریقہ کار کا جائزہ لیا گیا ہے کہ بین الاقوامی معیارات کے تحت مطالعہ مذاہب کے مضامین کی تدریس کن فکری و تعلیمی اصولوں پر مبنی ہے اور اس کے برعکس پاکستانی جامعات میں ان مضامین کو عالمی سطح کے کتنا ہم آہنگ کیا گیا ہے، تاکہ یہ بھی جانا جاسکے کہ ہمارے معاشرے میں آج کی دنیا کی مسائل سے نمٹنے کے لیے تدریس کس حد تک موثر، عصری، بین الاقوامی رجحانات سے ہم آہنگ ہے۔

ذیل میں مختلف ممالک میں سے دو دنیا کی قدیم جامعات، جن میں امریکہ اور برطانیہ کی جامعات کو شامل کیا گیا ہے جن میں امریکہ (USA) کی ہارورڈ یونیورسٹی، (Harvard University)، برطانیہ میں یونیورسٹی آف آکسفورڈ (University Of Oxford) کو شامل کیا گیا ہے۔ امریکہ میں سٹڈی آف ریلیجن، برطانیہ میں الہیات اور مذہب، اس میں مطالعہ مذاہب بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ مسلم دنیا میں سے انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی ملائیشیا کو شامل کیا گیا ہے۔

۱۔ یونیورسٹی آف آکسفورڈ کا تعارف: (University of Oxford Introduction)

آکسفورڈ یونیورسٹی دنیا کی قدیم ترین جامعات میں سے ہے۔ جو کہ انگلینڈ کے شہر آکسفورڈ میں واقع ہے۔ ۱۰۹۶ء میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ اعلیٰ تعلیم کا باقاعدہ سے آغاز ۱۱۶۷ء سے ہوا۔ اس یونیورسٹی کے ۳۹ کالجز ہیں۔ اس جامعہ نے فلسفہ،

قانون، مذہب، ادب وغیرہ کے میدان میں مفکرین، سائنسدان، علماء، اور سیاست دان پیدا کیے ہیں۔ یہ ادارہ، تدریس، تحقیق اور علمی معیار میں اپنی مثال آپ ہے۔ دنیا کے ہر ملک سے طلبہ یہاں پڑھنے آتے ہیں چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ اس میں ذہنی ترقی اور فکری زندگی کے لیے اظہار رائے کو نہایت اہمیت دی گئی ہے اس کے علاوہ یہ جامعہ علمی قابلیت، مہارت اور سچ کی تلاش کو بھی اہمیت دیتا ہے۔ سوالات، دلائل اور ثبوت کے ذریعے سے یہاں سچائی تک پہنچا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اسے دنیا میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ تقریباً ۳۰۰ سے زائد یہاں مختلف کورسز پڑھائے جاتے ہیں۔ بچلرز سطح میں ۵۰ کے قریب کورسز پڑھائے جاتے ہیں جن میں طب، قانون، فلسفہ، تاریخ، ادبیات، زبانیں، معاشیات، تھیالوجی اور مذہبیات، ریاضی و طبیعیات وغیرہ شامل ہیں۔ ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی سطح پر یہاں ۲۰۰ سے زیادہ کورسز پڑھائے جارہے ہیں۔ جن میں، ایم، فل، ایم۔ ایس۔ سی، ڈی۔ فل، بی، سی، ایل، ایم، بی، اے وغیرہ زیر فہرست ہیں۔¹¹⁰

شعبہ الہیات اور مذہب: (Theology and Religion)

یہ ڈیپارٹمنٹ قدیم ترین دیپارٹمنٹ میں سے ایک ہے۔ ۸۰۰ سال پہلے آکسفورڈ یونیورسٹی کے قدیم لیکچرز میں دیے جانے والے لیکچرز میں سے ایک تھیالوجی کا لیکچر تھا۔ ۱۱۹۳ء میں الیگزینڈر نیکم نے "زبور داؤد" اور "حکمت سلیمان" پر بائبل اور اخلاقی لیکچرز دیے تھے۔ ۱۴۲۳ء میں یونیورسٹی کی پہلی سب سے بڑی عمارت "دی ڈیونٹی اسکول" کو خاص طور پر تھیالوجی کے لیکچرز کے لیے تعمیر کیا گیا تھا، جو کہ آج تک موجود ہے اور اسے انگلینڈ کا سب سے خوبصورت کمرہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ اب اس ڈیپارٹمنٹ میں دنیا کے مختلف بڑے بڑے مذاہب اور سائنس کا مذہب کے ساتھ تعلق اسے بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ۴۵۰ کے قریب یہاں طلباء اور ۱۰۰ کے قریب انھیں پڑھانے والے اساتذہ موجود ہیں، جو کہ نہ صرف تعلیمی عہدوں پر فائز ہیں بلکہ تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق، نصاب کی تیاری، وغیرہ کو بھی دیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۳۳ ایسے افراد تعینات ہیں، جن میں پروفیسرز اور لیکچرز شامل ہیں جو کسی نہ کسی کالج سے جڑے ہوئے ہیں کچھ انڈرگریجویٹ طلبہ کی طرف فوکس کرتے ہیں اور کچھ گریجویٹ طلبہ کی طرف توجہ دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اگر اس ڈیپارٹمنٹ میں پڑھائے جانے والے نصاب کی بات کی جائے تو بی، اے تھیالوجی اور ریلیجن میں جو پروگرامز پڑھائے جارہے ہیں ان میں پہلے سال تین لازمی کورسز پڑھائے جاتے ہیں، جن میں بائبل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت صدیوں کی تناظر میں، مذہب اور مذاہب عالم شامل ہیں۔ اس کے علاوہ زبانیں جن میں سنسکرت، عبرانی، عربی، یونانی، لاطینی وغیرہ بھی سکھائی جاتیں ہیں۔ دوسرے اور تیسرے سال میں تحقیق، تخصیص، پر توجہ دی جاتی ہے، اس کے علاوہ آٹھ مضامین میں سے ایک مقالہ اور سات مضامین اپنی پسند اور ضرورت کے لحاظ سے طلبہ کو لینے ہوتے ہیں۔

¹¹⁰ <https://www.ox.ac.uk/>

بی۔ اے فلاسفی اور تھیالوجی میں پڑھائے جانے والے مضامین میں عمومی فلسفہ کا تعارف، اخلاقی فلسفہ اور تعارف، الہیات و مذہب، یہ تینوں لازمی پڑھائے جانے والے مضامین میں شامل ہیں اس کے علاوہ دوسرے اور تیسرے سال میں مذہبی فلسفہ، ابتدائی جدید فلسفہ، علم و حقیقت، ان تینوں میں سے ایک لینا ہوتا ہے۔ اسی طرح سے اخلاقیات، افلاطون کا جمہوریہ، ارسطو کا اخلاق، ان تینوں میں سے بھی ایک لینا ہوتا ہے۔ الہیات کی کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ پانچ مضامین شامل ہوتے ہیں اور تحقیقی مقالہ یا فلسفی یا تھیالوجی ان دونوں میں سے کسی ایک مضمون پر لکھا جاتا ہے نہ کہ دونوں پر۔

اس کے بعد ”Religion and Asian and Middle Eastern Studies“ کے انڈر گریجویٹ پروگرام کی بات کی جائے تو پہلے سال میں چار مضامین پڑھائے جاتے ہیں جو کہ لازمی مضامین میں شامل ہیں۔ ریلیجن اینڈ ریلیجنز کے نام سے مضمون میں مختلف مذاہب کے عقائد اور رسومات اور تعلیمات کے بارے میں، معلومات دی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف زبانوں میں سے بھی کوئی ایک زبان کا انتخاب بھی کرنا ہوتا ہے، دوسرے اور تیسرے سال میں آٹھ کورسز میں سے تین مذہب کے بارے میں اور تین ایشیائی و مشرق وسطیٰ مطالعات ایک تحقیقی مقالہ لکھا جاتا ہے۔ طلبہ کو کسی ایک مذہب میں تخصص کرنی ہوتی ہے۔ جن میں یا تو بدھ مت، ہندو مت، اسلام، یہودیت، مشرقی عیسائیت (آرمینائی، سریانی اور عبرانی کی بنیاد پر) وغیرہ شامل ہیں۔

ایم۔ فل اور ڈی فل، پروگرامز میں پڑھائے جانے والے مضامین میں ایم فل کا دورانیہ تقریباً اکیس ماہ کا ہوتا ہے اور تدریسی ماڈیولز میں کورس ورک اور تحقیقی مقالہ دونوں شامل ہوتے ہیں مقالہ تیس ہزار الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے، سیشنل انٹرنیشن کے لیے اسلام، ہندو مت، مسیحیت، بدھ مت، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، وغیرہ شامل ہیں۔ ایم۔ فل میں عہد نامہ قدیم اور جدید، مسیحی عقائد، چرچ ہسٹری، فلاسفی آف ریلیجن، بدھ مت، ہندو مت، سائنس اور مذہب، بین مذاہب مفاہمت، وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ پی۔ ایچ۔ دی میں بھی وہی تمام میدان ہوتے ہیں جو کہ ایم۔ فل میں دے جاتے ہیں، اس کا دورانیہ تین سے چار سال کا ہوتا ہے۔ اس میں طلبہ کو جس بھی میدان میں دلچسپی ہوتی ہے وہ اس میں آزادی سے اپنی پسند کے مطابق موضوع لے سکتے ہیں۔¹¹¹

میرے ذہن میں جو ایک اہم سوال ہے کہ کیا دنیا کی بڑی بڑی جامعات میں آج کے مسائل کے حل کے لحاظ سے طلبہ کو کوئی واضح طور پر آگاہی دی جاتی ہے کہ نہیں، میں نے جب ان کورسز کو دیکھا تو مجھے اس کے بارے میں یہ محسوس ہوا کہ یہاں پڑھائے جانے والے کورسز محض پرانی روایتی تعلیمات تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان میں آج کے انسان کی ذہنی، فکری، اور سماجی سوالات کے جوابات کو تلاش کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ آج کے دور کی عکاسی کرتے ہوئے ان مضامین کو دیکھا جائے تو

¹¹¹ <https://www.theology.ox.ac.uk/graduate-study>

ان کا نصاب صرف مذہب پڑھانے تک محدود نہیں جیسا کہ بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں مختلف اداروں میں صرف پڑھانے تک ہی محدود کیا جاتا ہے، اس ادارے میں مذاہب کو سمجھنے، معاشرت پر اس کے اثرات کو مرتب کرنے، اور مختلف مذاہب کے درمیان مکالمے کو فروغ دینے کے حوالے سے طلبہ میں شعور بیدار کیا جاتا ہے اور ایسی فکری سوچ پیدا کرنے اس جامعہ کا نام زیر فہرست ہے۔ جب عصر حاضر میں مذہبی فرقہ واریت، مختلف غلط فہمیوں، تصادمات کا سامنا کر رہے ہیں تو اسے وقت میں اس طرح کے مضامین ان مسائل کے حل میں مدد دیتے ہیں۔ جیسے کے مختلف زبانیں سیکھنے سے اس چیز کا پتہ چلتا ہے کہ اس کا انتخاب بذات خود بین الا دیان اور بین الثقافتی مطالعے میں تبدیل کر دیتا ہے۔ قرآن مجید، بائبل، وید، اور بدھ مت وغیرہ کے متون کو اسی کی اصل زبان میں سمجھنا ایک ایسا عمل ہے جو مختلف مذاہب میں آج کے دور میں تحقیق، مکالمہ اور بین المذاہب رواداری کے فروغ میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ بین المذاہب مطالعہ، لسانی تنوع اور مذہبی علوم، تحقیقی رجحان، تشکیل شخصیت، یہ تمام تر پہلو آج کے دور کے عین مطابق ہیں جو کہ اس ڈیپارٹمنٹ میں شامل ہیں، بین المذاہب مطالعہ آج کے دور کی اہم ضرورت کے مطابق ہے جس میں ادب اور فلسفہ ساتھ پڑھایا جاتا ہے، جو فکری ترقی، اخلاقی اقدار، معاشرتی پہلو کو سمجھنے اور مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ اگر پاکستانی جامعات میں پڑھائے جانے والے نصاب کی بات کی جائے تو یہاں زیادہ تر دیکھنے میں یہ ملتا ہے کہ عمومی طور پر اسلامی اور دینی تناظر میں زیادہ تر محدود انداز کو شامل کیا گیا ہے اور زبانوں میں عربی اردو انگریزی ہی زیادہ تر سکھائی جاتی ہیں اور کلاسیکی زبانوں کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ عبرانی، یونی، سنسکرت، سریانی، لاطینی، دنیا کی بڑی یونیورسٹیز میں اس طرح کی زبانوں پر بھی فوکس کیا جاتا ہے۔ سائنس و مذہب، ماحولیاتی اخلاقیات، صنفی امور سیاسی تھیالوجی وغیرہ جیسے موضوعات پاکستانی جامعات میں ایسے موضوعات کو نہ ہونے کے برابر شامل کیا گیا ہے، زیادہ تر غیر روایتی موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔

۲۔ ہارورڈ یونیورسٹی کا تعارف: (Harvard University)

ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ کی قدیم جامعات میں سے ہے۔ اکتوبر ۱۶۳۶ء میں اس یونیورسٹی کا پہلا سکول معارض وجود میں آیا۔ اس میں اعلیٰ سطح کی تعلیم کے لیے الگ سکول قائم کیے گئے ہیں اور ایم فل اور ڈی فل کے لیے الگ سے۔ اس قدیم جامعہ میں تقریباً ۱۴ سکول جو کے مختلف تعلیمی سطح کے لیے کام کر رہے ہیں اور مختلف پروگرامز یہاں پڑھائے جا رہے ہیں۔ مطالعہ مذاہب اور بین المذاہب مطالعہ کی اگر بات کی جائے تو یہاں دو اہم ادارے اس حوالے سے کام کر رہے ہیں، جن میں ہارورڈ ڈیوینیٹی سکول Harvard Divinity School، عالمی مذاہب کے مطالعہ کا مرکز، Center for the Study of the World Religions شامل ہیں۔

ہارورڈ ڈیوینیٹی سکول: (Harvard Divinity School)

۱۷۲۱ء میں مذہبی تعلیم کے لیے ملک کی قدیم ترین پروفیسر شپ "ہالیس پروفیسر آف ڈیوینیٹی" قائم کی گئی، جو آج تک موجود ہے۔ اس میں مختلف مذاہب کے حوالے سے تعلیم دی جانے لگی۔ ۱۸۱۱ء میں پہلا مذہبی گریجویٹ پروگرام تشکیل دیا گیا تھا۔ ۱۸۱۶ء میں باقاعدہ طور پر ہارورڈ سکول آف ڈیوینیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ یہ امریکہ کا پہلا غیر فرقہ ورانہ اور الہیات کا سکول اور ہارورڈ کا دوسرا پروفیشنل اسکول (میڈیکل اسکول کے بعد) تھا۔ یہ ادارہ نہ صرف تعلیمی مقصد کے لیے بلکہ مذہبی قیادت، سماجی خدمات، اور عالمی امن و انصاف کے فروغ کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اس میں نہ صرف کسی ایک مذہب پر توجہ دی جاتی ہے بلکہ مختلف مذاہب کے درمیان ماضی اور حال کے اہم مسائل پر بات چیت کرنے کا موقع بھی دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مذاہب کا مطالعہ کرتے ہوئے، طبقہ، جنس، صنف، مذہبی روایات، اور نظریات جیسے تنوع کے پہلوؤں پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اس ڈیپارٹمنٹ میں پڑھائے جانے والے نصاب کی اگر بات کی جائے تو یہاں مختلف ڈگری پروگرامز شامل ہیں، بچلر سطح پر مختلف کورسز شامل کیے گئے ہیں جن میں؛

- 1: Critical Issues in the Comparative study of religion
- 2: scriptures and classics
- 3: The children of Abraham, Ethnographies of religion
- 4: Text and Context, Judaism, Texts and Traditions, Religions and Archaeology
- 5: African and American Religions: An Introduction
- 6: The history of the study of religion, contemporary conversation in the study of religion.
- 7: secular Death.

اس کے علاوہ جنرل ایجوکیشن کے حوالے سے جو مضامین شامل کیے گئے ہیں ان میں؛

1. Pluralism: case studies in American Diversity
امریکی معاشرے میں مذہبی اور ثقافتی تنوع کے مطالعہ کے لیے کیس اسٹڈیز
2. Faith and Authenticity: Religion, Existentialism, and the Human condition,
مذہب، وجودیت اور انسانی حالت کے درمیان تعلقات کا تجزیہ
3. Islam and politics in the modern middle East

جدید مشرق وسطیٰ میں اسلام اور سیاست کے درمیان تعلقات کا مطالعہ¹¹²

¹¹² <https://www.hds.harvard.edu/academics>

جن میں ماسٹر آف ڈیونٹی، ماسٹر آف تھیالوجیکل سٹڈیز، ماسٹر آف ریلیجنز اینڈ پبلک لائف اور پی ایچ ڈی پروگرامز زیر فہرست ہیں۔ ماسٹر آف ڈیونٹی تین سالہ پروگرام ہے جس میں مذہبی قیادت اور خدمت کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور اس میں چوبیس کورسز شامل کیے گئے ہیں جن میں "Introduction to Ministry studies" اور "Theories and Methods in the study of religion" جیسے کورسز شامل کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ماسٹر آف تھیالوجیکل سٹڈیز دو سالہ پروگرام بھی ہے۔ جس میں بیس مختلف شعبوں میں طلبہ مہارت حاصل کر سکتے ہیں۔ افریکی، امریکی مذہبی مطالعات، بدھ مت، ہندو مت، تقابلی مطالعات، مشرقی ایشیائی مذاہب، عبرانی بائبل، عہد نامہ قدین، ہندو مت، عیسائیت اور اس کی تاریخ، مذہب کا فلسفہ، امریکہ کے مختلف مذاہب، اخلاقیات اور سیاست، ادب اور ثقافت، مذہب اور سماجی علوم، جنوبی ایشیائی مطالعات، تھیالوجی، وغیرہ کو شامل کیا گیا ہے۔ ڈی۔ فل پروگرامز کی بات کی جائے تو ہارورڈ ڈیونٹی اسکول اور گریجویٹ سکول آف آرٹس اینڈ سائنس کے اشتراک سے یہ پروگرام پیش کیا جاتا ہے اس میں قدیم زرتشتی روایت سے لیے کر جدید عیسائی تحریکیں اور اسلامی اور یہودی مطالعات کو شامل کیا گیا ہے۔¹¹³

عالمی سطح پر مطالعہ مذاہب کے نصاب چند اہم خصوصیات کے حامل ہیں جن میں سب سے نمایاں غیر جانبداری ہے، یعنی تمام مذاہب کو برابر حیثیت دیتے ہوئے ان کا مطالعہ خالصتاً علمی و تحقیقی زاویے سے کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ بین الثقافتی اور بین المذاہب نقطہ نظر اپنایا جاتا ہے جس کے ذریعے طلبہ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کو مکالمے اور ہم آہنگی کے تناظر میں سمجھنے کی صلاحیت حاصل کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ ان نصابات میں تنقیدی و تحقیقی پہلو پر زور دیا جاتا ہے تاکہ طلبہ موازنہ، تجزیہ اور تحقیق کی عملی مہارتیں سیکھ سکیں۔ عالمی معیار کے نصاب میں Human Rights، Tolerance، Pluralism اور Interfaith Dialogue (جیسے موضوعات کو شامل کر کے سماجی مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق اور عالمی امن کے فروغ کو بھی یقینی بنایا جاتا ہے۔ ساتھ ہی کثیر الجہتی طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے جس کے تحت سوشالوجی، فلسفہ، تاریخ، بشریات، پولیٹیکل سائنس اور ہیومنیز کے ساتھ نصاب کا ربط قائم کیا جاتا ہے۔ اس کی مثال آکسفورڈ یونیورسٹی ہے جہاں مذاہب کے بنیادی عقائد، تاریخ، رسومات اور فلسفہ مذاہب پر مشتمل کورسز موجود ہیں، جبکہ ہارورڈ یونیورسٹی میں World Religions، Religious Pluralism اور Interfaith Dialogue جیسے مضامین پڑھائے جاتے ہیں جو طلبہ کو مختلف مذاہب کو عالمی تناظر میں سمجھنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اسی طرح دیگر بین الاقوامی اداروں میں بھی مطالعہ مذاہب کے نصاب کو عالمی ہم آہنگی، تنقیدی سوچ اور تحقیق کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔

¹¹³ <https://www.hds.harvard.edu/academics>

۳۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ملائیشیا: (International Islamic University Malaysia)

یہ یونیورسٹی 1983ء میں قائم ہوئی۔ یہ نہ صرف ملائیشیا میں بلکہ پوری مسلم دنیا میں اپنی نوعیت کا ایک منفرد تعلیمی اور تحقیقی مرکز ہے۔ اس کا مقصد اسلام کو جدید دور کے علمی، سماجی، اور تحقیقی تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ہے۔ اس جامعہ کا بنیادی نظریہ چار پہلوؤں کے درمیان گھومتا ہے جن میں؛

Integration – Islamisation – Internationalisation – Comprehensive Excellence پر مبنی ہے، یعنی اسلامی تعلیمات کو معاصر علوم کے ساتھ جوڑنا، ان کی عملی تطبیق کرنا، بین الاقوامی سطح پر علمی مکالمے کو فروغ دینا، اور ہمہ جہتی تعلیمی و تحقیقی معیارات قائم کرنا۔ اس کے علاوہ ملائیشیا کے مختلف شہروں میں اس کے کیمپسز واقع ہیں اور یہاں تقریباً 120 سے زائد ممالک کے طلبہ زیر تعلیم ہیں، جو اسے ایک کثیر الثقافتی اور عالمی معیار کی یونیورسٹی بناتے ہیں۔ اس جامعہ کی تدریسی زبانیں انگریزی اور عربی ہیں، تاکہ طلبہ اسلامی علوم کو براہ راست بنیادی مصادر سے پڑھ سکیں اور جدید عالمی مکالمے میں مؤثر حصہ لے سکیں۔ یونیورسٹی کی مختلف (Faculties) میں اسلامی علوم، قانون، طب، انجینئرنگ، معیشت، انفارمیشن ٹیکنالوجی، سماجی علوم اور ہیومنٹیز سمیت کئی شعبے شامل ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں Kulliyah of Islamic Revealed Knowledge and Human Sciences (IRKHS) ہے۔ جو اسلامی علوم اور جدید ہیومنٹیز کو یکجا کر کے ایسا نصاب فراہم کرتا ہے جس میں مذہب، ثقافت، فلسفہ اور سماجیات کو باہم مربوط کیا جاتا ہے¹¹⁴۔ اس Kulliyah کے تحت (Department of Usul al-Din and Comparative Religion) اور International Institute of Islamic Thought and Civilization (ISTAC-IIUM) کام کر رہے ہیں، جو خاص طور پر اسلامی علم الکلام، اور بین المذاہب مکالمے پر زور دیتے ہیں۔ یہ ادارے نہ صرف طلبہ کو مختلف ڈگری پروگرامز (BS, MA, PhD) فراہم کرتے ہیں بلکہ انٹرنیشنل سطح پر تحقیقی سیمینارز، کانفرنسز اور علمی سرگرمیوں کے ذریعے مسلم اور غیر مسلم دنیا کے درمیان فکری و مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شعبہ علوم اسلامیہ اور تقابل ادیان کا تعارف: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ملائیشیا (IIUM) کے Kulliyah of Islamic Revealed Knowledge and Human Sciences (IRKHS) کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اس کا قیام 1997ء میں عمل میں آیا اور یہ شعبہ اسلامی علم الکلام کو جدید عالمی مکالمے اور Comparative Religion کے ساتھ جوڑنے کے لیے بنایا گیا۔

¹¹⁴ <https://www.iiu.edu.my>

اس شعبے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ طلبہ کو نہ صرف اسلامی عقائد و افکار کی گہرائی سے آگاہ کیا جائے بلکہ دیگر مذاہب (عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت وغیرہ) کے تاریخی، فکری اور سماجی پہلوؤں کا بھی تحقیقی مطالعہ کرایا جائے۔ یہ شعبہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ مطالعہ مذاہب کو تقابلی، تنقیدی اور غیر جانبدارانہ زاویے سے کیا جائے تاکہ طلبہ میں مکالمے، برداشت، بین المذاہب ہم آہنگی اور عالمی امن کے فروغ کی سوچ پروان چڑھے۔ اس شعبے میں پڑھائے جانے والے کورسز میں اسلامی وراثت (Islamic Heritage)، اصول عقائد اخلاقیات (Ethics)، فلسفہ دین (Philosophy of Religion)، اور دیگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ (Comparative Study of Religions) شامل ہیں۔ مزید یہ کہ کورسز میں تحقیق اور ریسرچ میٹھڈولوجی پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے تاکہ طلبہ تحقیقی سطح پر عالمی معیار کا کام کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس جامعہ کا یہ شعبہ بین الاقوامی سطح پر بھی پہچانا جاتا ہے اور اسے مسلم دنیا میں Interfaith Studies کے ایک مضبوط ماڈل کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

یہاں پڑھائے جانے والے نصاب کی بات کی جائے تو بی۔ ایس، ایم۔ فل اور پی۔ ایچ ڈی تینوں سطح میں مختلف مضامین پڑھائے جاتے ہیں اور تحقیق بھی ساتھ ساتھ کروائی جاتی ہے۔ بی۔ ایس پروگرام چار سالہ ہے اور اس کا مقصد طلبہ کو اسلامی عقائد اصول الدین اور دیگر مذاہب کے تقابلی مطالعے میں بنیادی و جامع علم فراہم کرنا ہے۔ نصاب میں اسلامی عقائد اور مذہبی فکر کے ساتھ ساتھ دنیا کے بڑے مذاہب (یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت وغیرہ) کے بنیادی اصولوں اور فلسفے کا مطالعہ بھی شامل ہے۔

(Core) کورسز کی تفصیل: مندرجہ ذیل کورسز شامل ہیں جن میں؛

اسلامی عقائد کا تعارف، قرآنی و حدیثی علوم، اسلامی فلسفہ اور کلام، دیگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ، اخلاقیات اور عصری مسائل، تحقیقی طریقہ کار۔

الیکٹو (Elective) کورسز کی تفصیل:

Abrahamic Religions: Judaism, Christianity, Islam ابراہیمی مذاہب کا مطالعہ، Eastern

Religion and Society مشرقی مذاہب کا مطالعہ، Religions: Hinduism, Buddhism, Sikhism

مذہب اور سماج، Religion and Society، مذہب اور سماج، Interfaith Dialogue and Global Peace
بین المذاہب مکالمہ اور عالمی امن وغیرہ شامل ہیں۔¹¹⁵

ماسٹر لیول کے مضامین کی بات کی جائے تو یہ پروگرام دو طریقوں سے کروایا جاتا ہے۔

1. کورس ورک اور ریسرچ

2. صرف ریسرچ

اس پروگرام میں طلبہ کو نہ صرف نظریاتی پہلوؤں پر عبور دیا جاتا ہے بلکہ ان کی تحقیق کو بھی جدید عالمی مسائل کے ساتھ مربوط شامل ہوتا ہے۔ جیسے مذہبی تنازعات، دہشت گردی، اسلاموفوبیا، اور بین المذاہب ہم آہنگی۔

- (Advanced Usul al-Din) اصول الدین کے اعلیٰ مباحث
- (Methodologies in Comparative Religion) مطالعہ مذاہب کے تحقیقی طریقہ کار
- (Philosophy of Religion) فلسفہ دین
- (Islam and Contemporary Challenges) اسلام اور عصر حاضر کے چیلنجز
- (Research Methodology) تحقیقی اصول و طریقے

الیکٹوکورسز میں مندرجہ ذیل شامل ہیں؛

- (Interfaith Dialogue: Theory and Practice) بین المذاہب مکالمہ: نظریہ و عمل
- (Pluralism and Religious Diversity) تکثیریت اور مذہبی تنوع
- (Religion and Human Rights) مذہب اور انسانی حقوق
- (Global Ethics and Religion) مذہب اور عالمی اخلاقیات¹¹⁶

¹¹⁵ [/https://www.iium.edu.my](https://www.iium.edu.my)

¹¹⁶ <https://academy.iium.edu.my/master-of-islamic-revealed-knowledge-heritage-in-usul-al-din-comparative-religion>

پی۔ ایچ۔ ڈی کورسز کی تفصیل:

یہ پروگرام تحقیقی نوعیت کا ہے جس میں طلبہ کو ایک جامع مقالہ (Thesis/ Dissertation) لکھنا ہوتا ہے۔ اس میں طلبہ کو اسلامی وراثت، علم الکلام اور تقابلی مذہبیات کو عالمی علمی مباحث کے ساتھ جوڑ کر نیا علمی و تحقیقی میدان سے روشناس کروایا جاتا ہے۔ تحقیق کے لیے موضوعات کی بات کی جائے تو ان میں Classical and Contemporary Islamic Though کلاسیکی و جدید اسلامی فکر، Comparative Studies of Islam and Other Religions اسلام اور دیگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ، Interfaith Dialogue and Conflict Resolution بین المذاہب مکالمہ اور تنازعات کا حل، Religion, Globalization, and Modernity مذہب، گلوبلائزیشن اور جدیدیت، Islamic Ethics and Philosophy of Religion اسلامی اخلاقیات اور فلسفہ دین اس طرح کے موضوعات پر تحقیق زیادہ تر کروائی جاتی ہے۔ (core) کورسز کی میں Advanced Research Methodologies اعلیٰ تحقیقی اصول، Critical Analysis of Religious Texts مذہبی متون کا تنقیدی مطالعہ، Dissertation / Thesis Writing پی ایچ ڈی مقالہ نویسی شامل ہیں۔¹¹⁷

خلاصہ

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ملائیشیا (IIUM) کا شعبہ Usul al-Din and Comparative Religion مسلم دنیا میں ایک مثالی ماڈل کے طور پر سامنے آتا ہے، جو روایتی اسلامی تعلیمات کو عصر حاضر کے تقابلی اور بین المذاہب مطالعے کے ساتھ جوڑتا ہے۔ پچھلے سطح پر یہ پروگرام طلبہ کو اسلامیات اور مختلف مذاہب کے بنیادی عقائد و افکار سے روشناس کراتا ہے، ماسٹر / ایم فل میں تنقیدی تجزیے اور تحقیقی مہارتوں کو فروغ دیا جاتا ہے، جبکہ پی ایچ ڈی سطح پر طلبہ کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ نئے علمی مباحث میں نمایاں کردار ادا کر سکیں۔ اس نصاب کے بنیادی کورسز طلبہ کے لیے ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کرتے ہیں اور Elective کورسز انہیں مذہب و معاشرہ، انسانی حقوق، تکثیریت اور بین المذاہب مکالمے جیسے معاصر موضوعات پر تحقیقی کرتے ہیں۔ اس طرح یہ نصاب نہ صرف بین المذاہب ہم آہنگی اور عالمی امن کو فروغ دیتا ہے بلکہ مسلم دنیا کے لیے ایک قابل تقلید تعلیمی و تحقیقی نمونہ بھی مہیا کرتا ہے۔ پاکستانی جامعات کے مطالعہ مذاہب کے نصابات کو بھی اسی طرز پر ترقی دے کر عالمی معیار کے قریب لایا جاسکتا ہے۔ عالمی سطح پر مطالعہ مذاہب کے نصابات غیر جانبداری، بین الثقافتی نقطہ نظر، تنقیدی تحقیق اور انسانی حقوق و عالمی امن کے فروغ پر مبنی ہوتے ہیں، جنہیں آکسفورڈ اور ہارورڈ جیسی جامعات کامیابی سے اپنا رہی ہیں۔ مسلم دنیا میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ملائیشیا (IIUM) اس کا ایک مثالی ماڈل ہے جو روایتی اسلامی تعلیمات کو عصر حاضر کے تقابلی اور بین المذاہب مطالعے کے ساتھ جوڑتا ہے۔ یہ نصاب طلبہ کو تحقیقی و تنقیدی مہارتیں فراہم کر کے عالمی ہم آہنگی اور مکالمے کو فروغ دیتا ہے۔ پاکستانی جامعات کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اس ماڈل سے رہنمائی لے کر اپنے نصابات کو عالمی معیار سے ہم آہنگ کریں۔

فصل دوم:

پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب میں درپیش چیلنجز

پاکستان میں مطالعہ مذاہب کا نصاب، رواداری، پر امن بقائے باہمی اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ وقت سے ساتھ ساتھ پاکستان میں ایسے بہت سے مسائل جنم لے رہے ہیں جو مذہبی انتہا پسندی، مذہبی تنافریا فرقہ واریت سے متعلق ہوں۔ ایسے مسائل کسی بھی معاشرے کی ترقی میں ہمیشہ رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ مذہبی انتہا پسندی سماجی تباہی کا آغاز ہوتا ہے جو تمام تر معاملات زندگی کو اپنی لپٹ میں لے سکتا ہے۔ لہذا، عصری دنیا میں جہاں اس طرح کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں وہاں نصاب کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے جو طلبہ کو مختلف مذاہب کے بارے میں علم و فہم اور احترام سکھا سکیں۔ پاکستان جیسے مذہبی اور ثقافتی تنوع رکھنے والے ملک میں مطالعہ مذاہب کا موثر اور مربوط نصاب وقت کی اہم ضرورت ہے۔ تاہم موجودہ نظام تعلیم میں نصاب کو کئی چیلنجز کا سامنا ہے جن کو ختم کیے بغیر معاشرے میں امن و سکون قائم کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گا۔

مطالعہ مذاہب ایک ایسا علمی میدان ہے جس میں مختلف مذاہب کے عقائد، تہوار، معاملات، عبادات، اخلاقیات کے فہم و تجزیہ شامل ہوتا ہے۔ پاکستان چونکہ ایک کثیر المذاہب ملک ہے اس لیے یہاں مختلف جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق کورسز پڑھائے جا رہے ہیں تاکہ طلبہ مذہبی تنوع، بین المذاہب ہم آہنگی جیسے مختلف پہلوؤں کو سمجھ کر معاشرے میں امن و سکون کی فضا قائم کرنے میں ملک و قوم کی مدد کر سکیں۔ تاہم، نصاب کی موثریت، آج کے دور میں طلبہ کی ضرورت سے ہم آہنگی، اور عصری ضروریات سے ہم آہنگی، ان تمام تر پہلوؤں کو جاننے کیلئے طلبہ کی آراء کو ایک سروے میں مرتب کیا گیا ہے، جو ان تمام اجزاء کی نمائندگی کرتا ہے۔ طلبہ کی رائے کی روشنی میں نصاب کا موجودہ ڈھانچہ، معاشرے میں اس کے اثرات پر بھی سوالات کیے گئے ہیں جن کی تفصیل کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

ذیل میں مطالعہ مذاہب کے نصاب میں پیش آنے والے مسائل کے بارے میں تفصیلاً بتایا گیا ہے۔

موثر کن اور مربوط نصاب کی عدم موجودگی:

ہماری جامعات میں مطالعہ مذاہب کے حوالے موثر کن اور مربوط نصاب کی کمی پائی جاتی ہے، مختلف مضامین پڑھائے تو جارہے ہیں لیکن ان میں مربوط فریم ورک کا فقدان واضح طور پر پایا جاتا ہے۔ ایسے مضامین بہت کم پڑھائے جا رہے ہیں جن سے باقاعدہ طور پر بین مذاہب ہم آہنگی، تنوع اور بین المذاہب مکالمے کے فروغ کی اہمیت کو اجاگر کیا جاسکے اور قومی سطح پر ان

تمام اہداف کو یکجا کیا جاسکے۔ مختلف جامعات اپنے اپنے دائرہ کار کے مطابق مضامین پیش کر رہی ہیں جس کے باعث انٹرفیتھ سٹڈیز کے طلبہ ایک جیسی فکری اور علمی سوچ سے محروم نظر آتے ہیں۔¹¹⁸

کیملہادی اور فرید بیجوانی نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ؛

"پاکستان میں ریاست اور مذہبی تعلیم کا جو ڈیزائن ہے، وہ کئی دہائیوں پر مشتمل ایک عمل کا نتیجہ ہے جس میں ریاست نے اسلام کو قومی شناخت بنانے کے لیے استعمال کیا۔ پاکستان کے قیام کو جائز قرار دینے اور ملک میں موجود لسانی، نسلی اور سماجی و معاشی تنوع کو سنبھالنے کے لیے اسلام کو ایک متحد عنصر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس رجحان کو "functionalisation" کہا گیا ہے، یعنی اسلام کو ریاستی مقاصد کے لیے ایک "کام کرنے والے آلے" کے طور پر استعمال کرنا۔ انھوں نے ایک مثال سے واضح کیا کہ، مصر میں ریاست نے مذہب کو تعلیم اور میڈیا کے ذریعے عوام تک پہنچایا تاکہ "ترقی" (اخلاقی اور مادی دونوں حوالوں سے) کے اہداف پورے کیے جاسکیں۔ اسی طرح برصغیر میں مولانا مودودی اور مصر میں سید قطب جیسے مفکرین نے اسلام کو ایک مکمل نظام اور ریاستی نظریہ کے طور پر پیش کیا، جو جدید مسائل کا حل دے سکتا ہے۔¹¹⁹ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کو صرف ذاتی یا روایتی مذہبی تجربے کے بجائے ایک "منظم اور مربوط نظام" کے طور پر دیکھا جانے لگا۔ مزید، اس بات کا ذکر بھی کیا کہ سنگل نیشنل کریکولم کی اصلاحات میں مذہبی، سماجی اور عالمی تقاضوں کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن ان میں پائے جانے والے تضادات کو حل کرنے پر توجہ نہیں دی گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستانی تعلیمی نظام (بشمول مطالعہ مذہب کے نصاب) کو مزید متوازن اور شمولیتی بنانے کی ضرورت ہے، تاکہ قومی شناخت کے ساتھ ساتھ لسانی، مذہبی اور ثقافتی تنوع بھی محفوظ رہ سکے۔¹²⁰

طریقہ تدریس کا فقدان:

جامعات میں ایک بڑا چیلنج طریقہ تدریس کا فقدان ہے۔ کسی بھی معاشرے کی ترقی اور فکری سوچ کی پختگی کے لیے نصاب میں محض مواد کی شمولیت ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ اس میں موثر کن تدریسی طریقے کار کی بھی اہمیت درکار ہوتی ہے۔ پاکستانی جامعات میں عمومی طور پر آج بھی روایتی طریقہ تدریس ہی رائج ہے۔ جو طلبہ میں تنقیدی سوچ، سوالات کرنے یا اظہار رائے، اور

¹¹⁸ Mohammad Amir Hayat, Tariq Ramzan, An Appraisal on curriculum of Islamic learning in Higher Education with perspective of pegham –e- pakistan, Journal of Religious and social studies, 2022, p, 72.

¹¹⁹ Camilla Hadi Chaudhary (university of cambridge), Farid panjwani (Agha khan university), Towards a rights based multi religious curriculum? The case of pakistan.. Human rights Education Review ISSN-2535-5406 Published on: 3 october 2022, P7-8

¹²⁰ ایضاً: ص 10

مکالمے وغیرہ کی صلاحیت بالکل بھی پیدا نہیں کرتا۔ اساتذہ کو بین المذاہب موضوعات اور مضامین پڑھانے کے تدریسی طریقوں پر تربیت ہی نہیں دی جاتی اور نہ ہی اساتذہ حساس بین المذاہب سوالات سے نمٹنے کے قابل ہوتے ہیں۔¹²¹

تعلیمی اصلاحات کے لیے تدریس کا معیار نہایت اہم ہے، لیکن اکثر اساتذہ کو نصاب کے مواد کا علم کم ہوتا ہے اور ان کی تدریسی حکمت عملی زیادہ تر امتحان کی تیاری پر مرکوز ہوتی ہے، بجائے اس کے کہ طلبہ کو جامع سیکھنے کے قابل بنایا جائے جو زندگی بھر کارآمد ہو۔ اساتذہ کی حوصلہ افزائی بھی ایک مسئلہ ہے اور ان کا معیار طلبہ کی کامیابی کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات عالمی تحقیق بھی ثابت کرتی ہے کہ تدریسی طریقے تعلیمی معیار میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔¹²²

بین مذاہب مکالمے کی عملی تربیت کا فقدان:

بین مذاہب مکالمے کی عملی تربیت کا فقدان یہ بھی ہمارے نصاب میں پایا جانے والا بڑا مسئلہ ہے۔ جس سے نمٹنا وقت کے ساتھ ساتھ مزید ضروری ہوتا جا رہا ہے۔ مطالعہ مذاہب جیسے حساس مضامین میں صرف نظریاتی مباحث ہی کافی نہیں ہوتیں، بلکہ طلبہ کو معاشرے میں موجود دوسرے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ بات چیت، مکالمے کرنا، امن و برداشت کے عملی مظاہرے کرنا، رواداری و ہمدردی وغیرہ سکھانے کی بھی ضرورت درکار ہوتی ہے۔¹²³ لیکن ہماری جامعات میں بد قسمتی سے اس طرح کے فیلڈ ورک یا کمیونٹی انگیجمنٹ کورسز کو بالکل شامل نہیں کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں طلبہ تھیوری تو سیکھ لیتے ہیں لیکن علمی طور پر کسی بھی مذہبی یا ثقافتی تنوع والے ماحول میں موثر کردار ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔

تحقیق:

پاکستان میں بسنے والی مذہبی اقلیتوں کے بارے میں جامعات میں مختلف سطح کی تحقیقات تو ہو رہی ہیں۔ لیکن عمومی طور پر یہ تحقیقی مقالات، تقابلی مطالعات، بین المذاہب تعلقات، اور اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق و فرائض جیسے نام پر مشتمل

¹²¹ An Appraisal on curriculum of Islamic learning in Higher Education with perspective of pegham –e-pakistan, p,73.

¹²² Towards a rights based multi religious curriculum? The case of pakistan..Human rights Education Review, P,14

¹²³ An Appraisal on curriculum of Islamic learning in Higher Education with perspective of pegham –e-pakistan, P,74

ہوتے ہیں¹²⁴۔ جس کے باعث مقالات کی تحقیقی معیارات کو بہتر کرنی بہت ضرورت ہے۔¹²⁵ انصاف، مذہبی رواداری، سماجی ہم آہنگی، جدید سماجی مسائل جیسے موضوعات، پر تحقیق کروانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس ضمن میں فلیڈ ریسرچ، کیس سٹڈیز اور سروے رپورٹس وغیرہ کو نصاب کا لازمی جز قرار دیا جانا چاہیے کیونکہ اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے¹²⁶۔ پریٹیکل لرننگ کی کمی بھی سب سے بڑا چیلنج پایا جاتا ہے۔

اساتذہ کی تربیت کا فقدان:

جامعات میں اساتذہ کی تربیت کے لیے عمومی طور پر دو مراحل ہوتے ہیں۔ ایک ملازمت میں آنے سے پہلے کا اور دوسرا ملازمت کے دوران کا۔ پاکستان میں جامعات کی سطح پر ملازمت میں آنے سے پہلے تربیت کا کوئی انتظام ہی نہیں کیا جاتا¹²⁷ جو کہ ایک بڑا مسئلہ ہے۔ لہذا اس کے حل کے لیے تربیتی ورکشاپس اور مختلف پروگرامز کے ذریعے سے ٹریننگ کو لازمی قرار دیا جانا چاہیے جس سے نظام تعلیم کے معیار کو بہتر کیا جاسکے۔ جو کہ ہمارے معاشرے کی اہم ضرورت ہے۔

طلبہ کے حوالے سے سروے:

ذیل میں منتخب جامعات کے طلبہ سے کئے گئے سروے کو پیش کیا گیا ہے اور اس میں یہ دیکھا گیا ہے کہ کیا طلبہ اس نصاب سے متفق ہیں؟ اور کیا جامعات میں اس حوالے سے کوئی باقاعدہ سے نصاب پڑھایا جا رہا ہے تو وہ کتنا عصری ضروریات سے ہم آہنگ ہے، کیا طلبہ کی سوچ میں اثر انداز ہو رہا ہے دوسرے مذاہب کے بارے میں مثبت سوچ پیدا کر رہا ہے یہ منفی۔ مذہبی انسانی حقوق اور سماجی انصاف پر مبنی ہے یا نہیں۔ جدید سماجی مسائل سے نمٹنے کے قابل ہے یا نہیں، اور اسی طرح سے کن پہلوؤں میں بہتری کی ضرورت ہے اس حوالے سے طلبہ کی مختلف آراء کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے جو کہ ذیل میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

¹²⁴ ڈاکٹر ریاض احمد سعید، ڈاکٹر سعید الرحمان، راؤف احمد، پاکستان میں سامی و غیر سامی مشترک عنوانات پر علوم اسلامیہ کے ایم فل اور پی ایچ ڈی مقالات (1985-2020) کا اشاریہ اور شماریاتی جائزہ، المیزان مجلہ، ج، ۲، شمارہ، ۱، جون ۲۰۲۰ء، ص ۱۰۸-۸۱

¹²⁵ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مضمون "پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کا تحفظ: اثرات و نتائج" پاکستان میں تعلیم و تدریس (مسائل و مشکلات اور ان کا حل) مرتبین: ڈاکٹر ابو سلیمان شاہ

جہاں پوری، ص: ۱۷۷

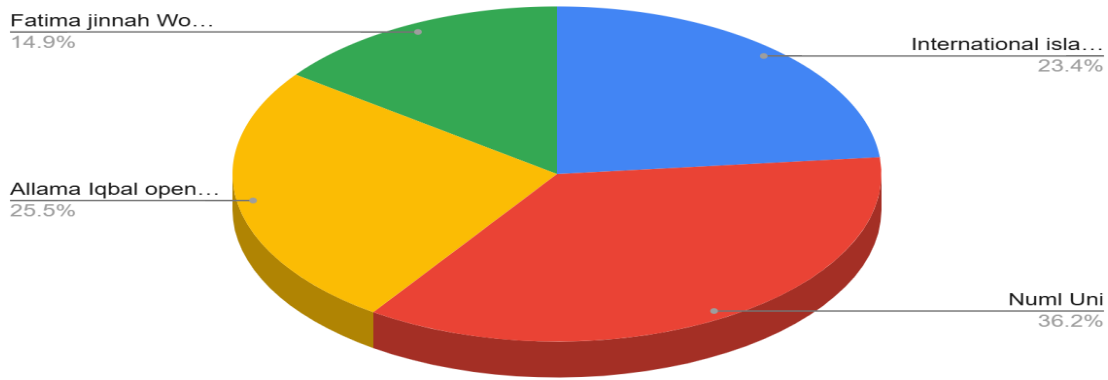
¹²⁶ Mark Tennant, Cathi McMullen and Dan Kaczynski, Teaching, Learning and Research in Higher Education: A Critical Approach, Routledge, New York, 2010, P:1-176

¹²⁷ Don Skinner, Get set for teacher training, Edinburgh University Press, Scotland, UK, 2005, P:1-160

سروے: (Survey)

۱۔ آپ کے ادارے کا نام کیا ہے؟

Institution Name	Frequency	Percentage	Valid Percentage	Cumulative percentage
Fatima Jinnah	7	14.9	14.9	14.9
Numl Uni	17	36.2	36.2	51.1
Islamic Uni	11	23.4	23.4	74.5
Allama Iqbal	12	25.5	25.5	100
Total	47	100	100	100

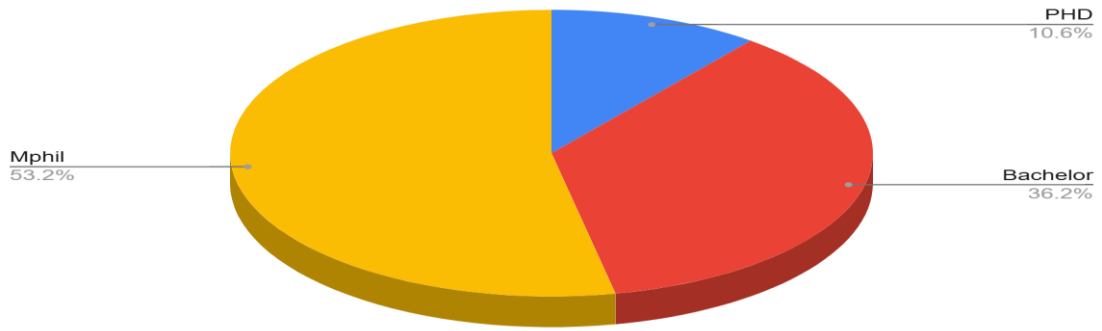


مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوا کہ اس سوال نامے کو انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد 23 فی صد طلبہ نے اسے حل کیا۔ جبکہ 14 فی صد فاطمہ جناح یونیورسٹی کے طلبہ نے حل کیا اور 25 فی صد علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے طلبہ نے اور 36 فی صد انٹرنیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کے طلبہ نے حل کیا۔

پس معلوم ہوا کہ 36 فی صد یعنی کے نمل یونیورسٹی کے طلبہ نے سب سے زیادہ اس سوال نامے کو حل کیا۔

سوال: آپ کی تعلیمی قابلیت کیا ہے؟

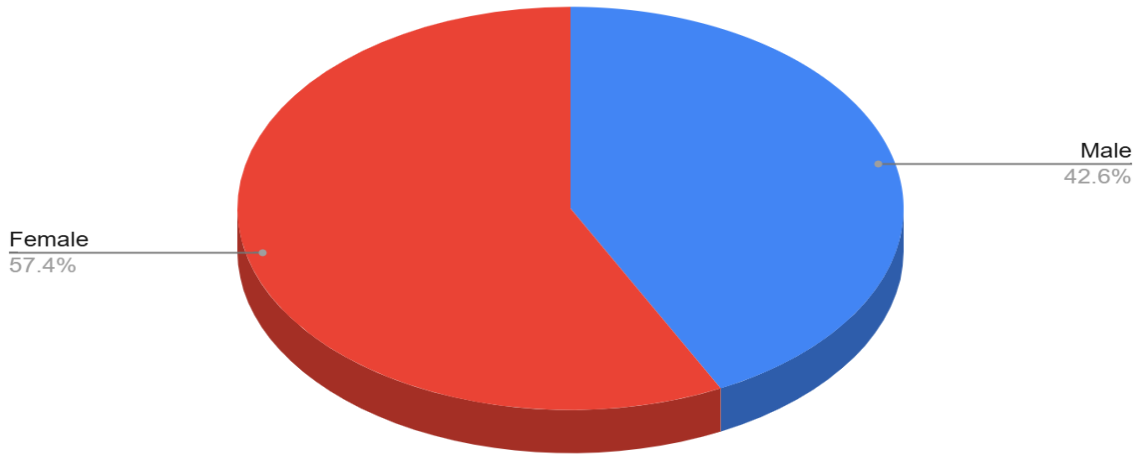
Responses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Bachelor	17	36.2	36.2	36.2
M-Phil	25	53.2	53.2	89.4
PHD	5	10.6	10.6	100
Total	47	100	100	100



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ کل 47 شرکاء نے اس سوالنامہ کو فل کیا ہے۔ جن میں سے 53.2% طلبہ ایم۔فل (MPhil) 36.2% طلبہ بیچلر (Bachelor) اور 10.6% طلبہ پی۔ایچ۔ڈی (PhD) سطح کی تعلیمی قابلیت رکھتے ہیں، لہذا، اس سے معلوم ہوا ہے کہ ایم۔فل سطح کہ تقریباً 53.2% جو کہ کل 25 طلبہ ہیں جنہوں نے اس سروے کو سب سے فل کیا ہے۔

سوال: آپ کی جنس کیا ہے؟

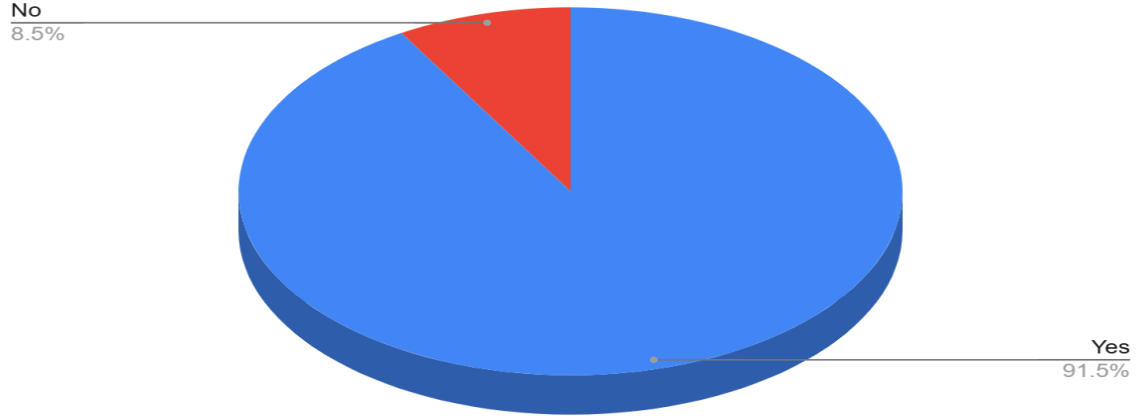
Responses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Male	20	42.6	42.6	42.6
Female	27	57.4	36.2	78.8
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ کل 47 طلبہ نے اس سوالنامہ کو مکمل کیا ہے۔ جن میں 27 جو کہ 57.4% خواتین (Female) شامل ہیں، اور 20 جو کہ 42.6% مرد (Male) جن کی کل تعداد 20 ہے۔ لہذا، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مردوں کی نسبت خواتین کی تعداد زیادہ ہے اور اس سروے کو زیادہ تر خواتین نے مکمل کیا ہے۔

سوال: کیا آپ کے جامعہ میں مطالعہ مذاہب کا کوئی باقاعدہ نصاب پڑھایا جاتا ہے؟

Responses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	43	91.5	91.5	91.5
No	4	8.5	8.5	100
Total	47	100	100	

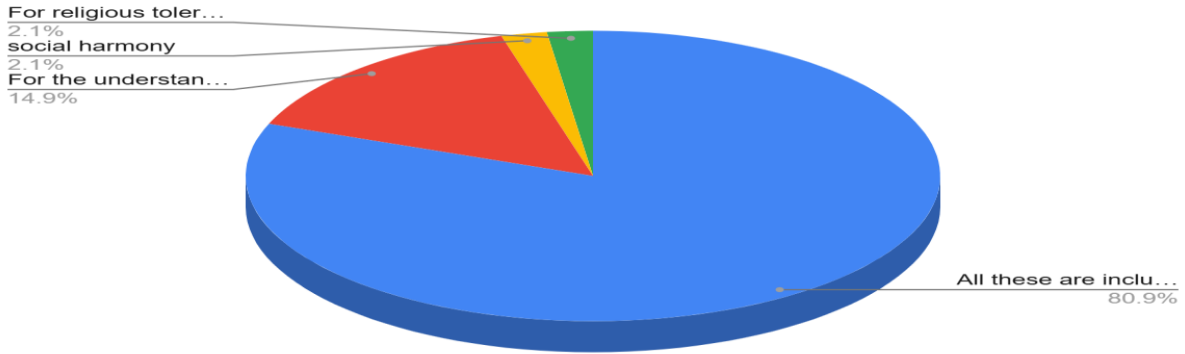


مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ مطالعہ مذاہب کے باقاعدہ طور پر نصاب پڑھائے جانے کے بارے میں 43 طلبہ جو کہ تقریباً 91.5% نے جی ہاں کہا ہے، جبکہ 4 طلبہ جو کہ 8.5% ہیں جنہوں نے نہیں کہا ہے۔

سب سے زیادہ جی ہاں کا آپشن سلیکٹ کیا گیا ہے جو 43 طلبہ نے کیا ہے، لہذا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مطالعہ مذاہب کا باقاعدہ نصاب ان جامعات میں پڑھایا جا رہا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں مطالعہ مذاہب کے باقاعدہ نصاب کی ضرورت کیوں ہے؟

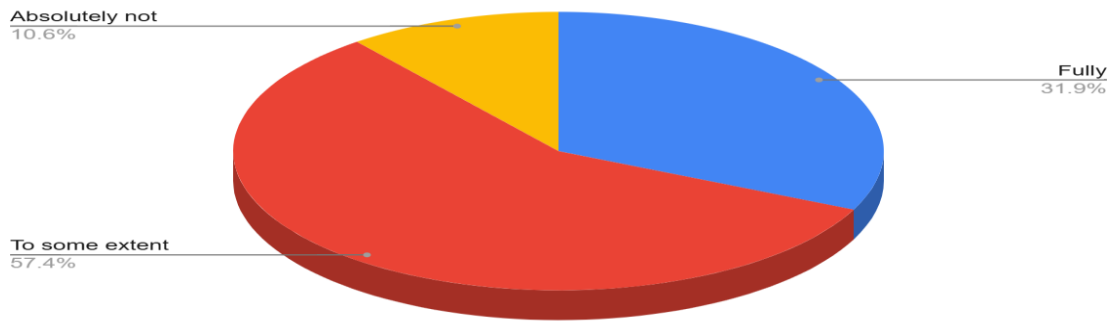
Responses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Social harmony	1	2.1	2.1	2.1
For the understanding of different religions	7	14.9	14.9	17
For religious tolerance	1	2.1	2.1	19.1
All these are included	38	80.9	80.9	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ مطالعہ مذاہب کے باقاعدہ طور پر نصاب کی ضرورت کیوں ہے اس بارے میں چار آپشن دیے گئے تھے۔ جن میں سے سماجی ہم آہنگی (social Harmony) ایک سٹونٹ نے اس آپشن کو سلکٹ کیا ہے، مختلف مذاہب کی سمجھ بوجھ، سات طلبہ جو کہ تقریباً 14.9% ہیں جنہوں نے اسے سلکٹ کیا ہے۔ جبکہ ایک نے جو کہ 2.1% نے مذہبی رواداری کو سلکٹ کیا ہے، اور 38 طلبہ نے آپشن نمبر چار جس میں یہ تمام شامل ہیں اسے سلکٹ کیا ہے۔ لہذا، اس سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ 38 طلبہ نے جو کہ 80.9% ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ باقاعدہ سے نصاب اس لیے ضروری ہے کہ تاکہ معاشرے میں سماجی ہم آہنگی، مختلف مذاہب کے بارے میں سمجھ بوجھ، مذہبی رواداری یہ تمام پہلو پیدا ہو سکیں۔

سوال: کیا موجودہ نصاب میں مختلف مذاہب کی بنیادی تعلیمات اور ان کی سماجی و ثقافتی اثرات کا احاطہ کیا گیا ہے؟

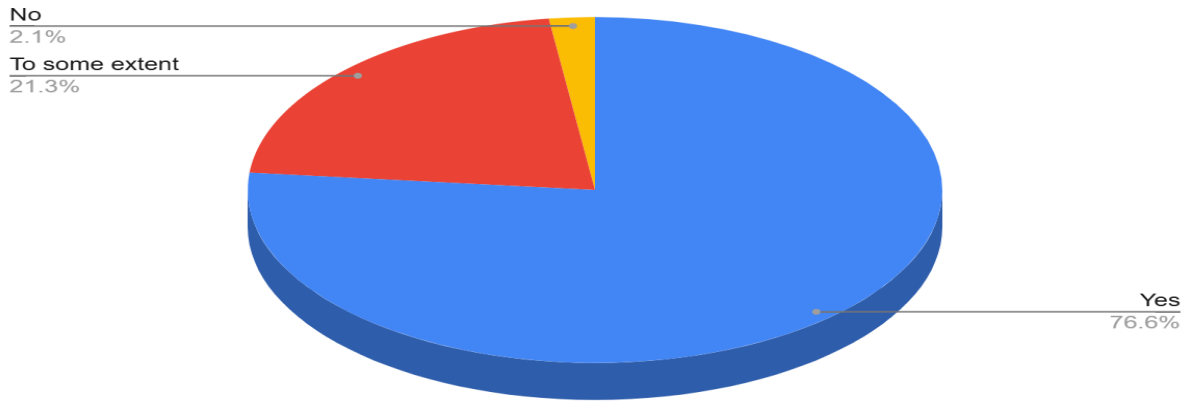
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Fully	15	31.9	31.9	31.9
To some extenet	27	57.4	57.4	89.4
Absolutely Not	5	10.7	10.7	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 31.9 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ نصاب میں مختلف مذاہب کی بنیادی تعلیمات اور ان کی سماجی اور ثقافتی ضروریات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جبکہ 57.4 فی صد کا کہنا ہے کہ کچھ حد تک احاطہ کیا گیا ہے۔ جبکہ 10.7 کا کہنا ہے کہ بالکل بھی نصاب میں ان پہلوؤں کو شامل نہیں کیا گیا۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے 57.4 فی صد سے زیادہ طلبہ نے کہا ہے کہ کچھ حد تک نصاب میں ان پہلوؤں کا خیال رکھا گیا ہے۔

سوال: کیا آپ کے ادراے کا نصاب طلبہ میں مختلف مذاہب کے بارے میں مثبت سوچ اور رواداری پیدا کر رہا ہے؟

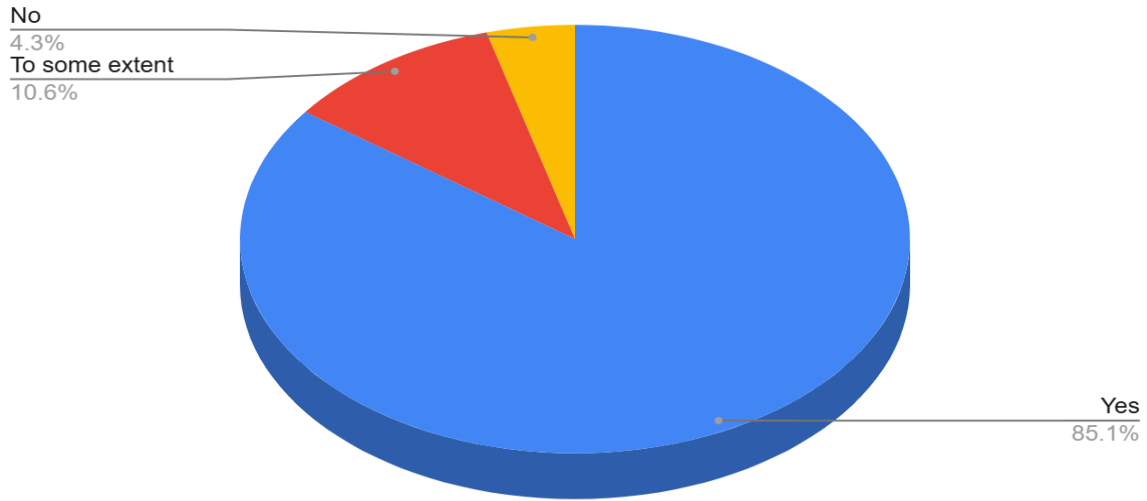
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	36	76.6	76.6	76.6
To some extenet	10	21.3	21.3	97.9
No	1	2.1	2.1	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 76.6 فی صد طلبہ کا کہنا ہے نصاب مختلف مذاہب کے بارے میں مثبت سوچ اور رواداری پیدا کر رہا ہے۔ 21.3 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ کچھ حد تک پیدا کر رہا ہے۔ 2.1 فی صد کا کہنا ہے کہ بالکل بھی موجودہ نصاب مثبت اور رواداری پیدا نہیں کر رہا۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے 76.6 فی صد سے زیادہ طلبہ نے کہا ہے مختلف جامعات میں پڑھایا جانے والا نصاب طلبہ میں مثبت سوچ اور رواداری پیدا کر رہا ہے۔۔

سوال: کیا نصاب میں عصر حاضر کے مسائل جیسے کہ مذہبی آزادی، انسانی حقوق، اور سماجی انصاف پر بحث کی جاتی ہے؟

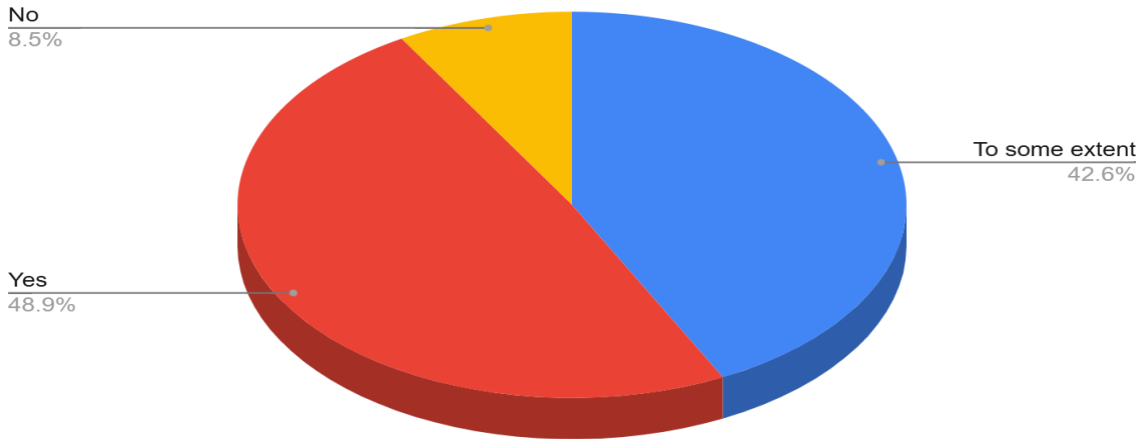
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	41	89.5	89.5	89.5
To some extenet	5	10.5	10.5	95.7
No	1	2.1	2.1	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 89.5 فی صد طلبہ کا کہنا ہے نصاب میں عصر حاضر کے مسائل جیسے کہ مذہبی آزادی، انسانی حقوق، اور سماجی انصاف ان پر بات کی جاتی ہے۔ جبکہ 10.5 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ کچھ حد تک بات کی جاتی ہے۔ 2.1 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ موجودہ نصاب میں ان مسائل پر بات نہیں کی جاتی۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے 89.5 فی صد سے زیادہ طلبہ نے کہا ہے جی ہاں، ان مسائل پر بات چیت کی جاتی ہے۔

سوال: کیا آپ کے خیال میں موجودہ نصاب مذہبی انتہا پسندی، عدم برداشت جیسے مسائل سے نمٹنے میں مددگار ثابت ہو رہا ہے؟

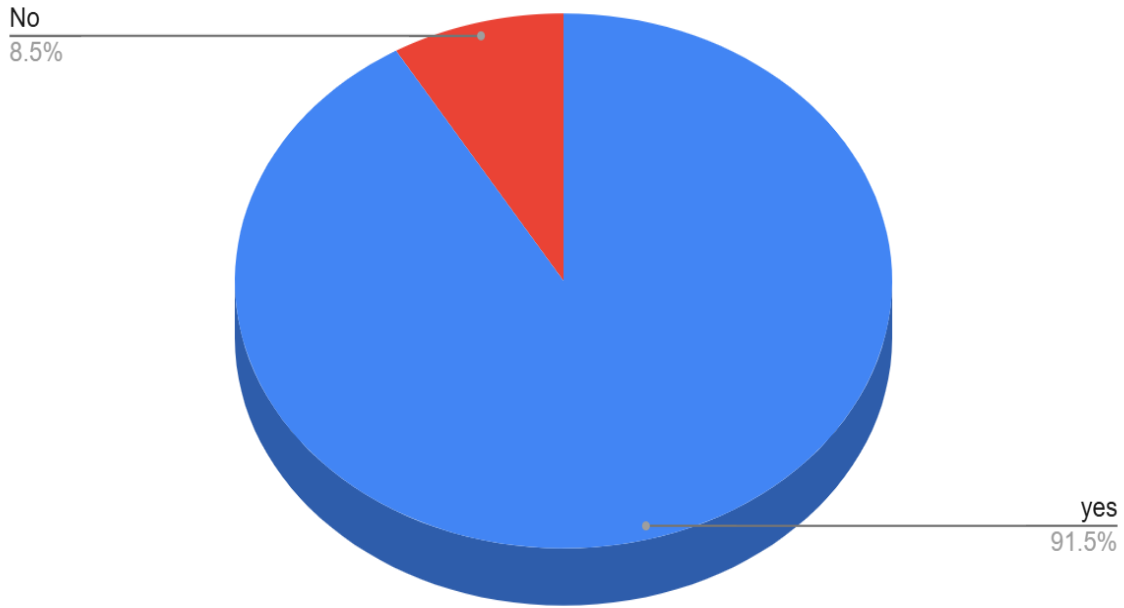
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	23	48.9	48.9	48.9
To some extenet	20	42.6	42.6	91.5
No	4	8.5	8.5	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 48.9 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ موجودہ نصاب مذہبی انتہا پسندی، عدم برداشت جیسے مسائل سے نمٹنے میں مددگار ثابت ہو رہا ہے۔ جبکہ 42.6 فی صد طلبہ کہنا ہے کہ کچھ حد تک ثابت ہو رہا ہے۔ 8.5 فی صد طلبہ کہنا ہے کہ بالکل بھی موجودہ نصاب ان مسائل سے نمٹنے کے لیے بالکل بھی مددگار ثابت نہیں ہو رہا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ 48.9 فی صد طلبہ نے کہا ہے جی ہاں، مددگار ثابت ہو رہا ہے۔

سوال: کیا آپ نے اپنے تعلیمی نصاب میں ایسا کوئی مضمون یا کورس پڑھا ہے جو بین المذاہب مکالمے کو فروغ دیتا ہو؟

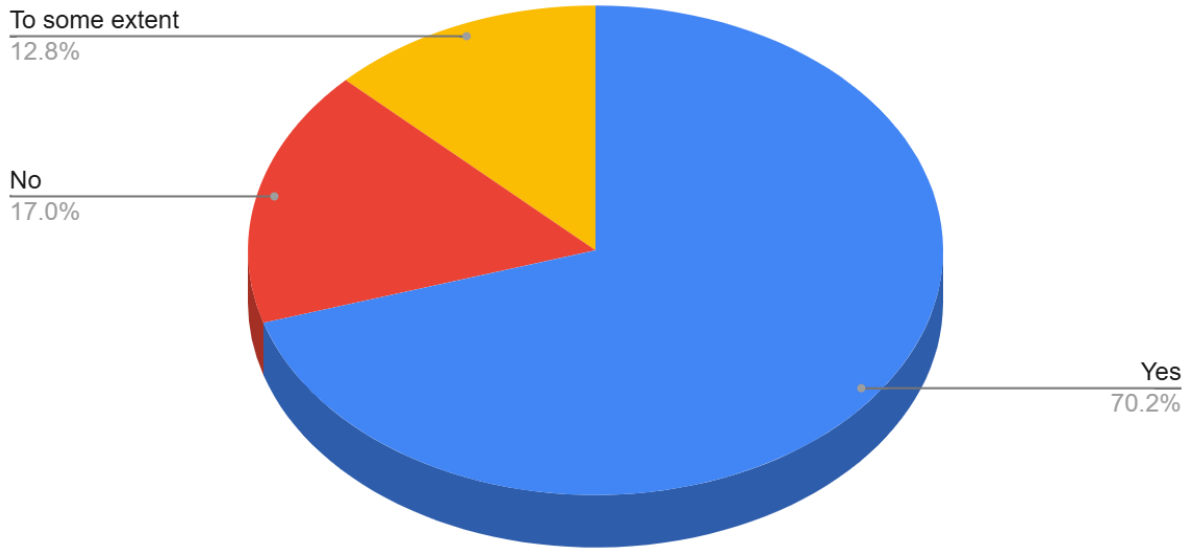
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	43	91.5	91.5	91.5
No	4	8.5	8.5	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 91.5 فی صد طلبہ ہکا کہنا ہے کہ جی ہاں بین المذاہب مکالمے کے فروغ سے متعلق کورس پڑھایا گیا ہے۔ جبکہ 8.5 فی صد طلبہ کہنا ہے کہ اس سے متعلق کوئی مضمون نہیں پڑھایا گیا۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ 91.5 فی صد طلبہ نے کہا ہے جی ہاں، بین المذاہب مکالمے کے فروغ سے متعلق کورسز پڑھائے جاتے ہیں۔

سوال: کیا آپ کے نصاب میں عملی سرگرمیاں (مثلاً مکالمہ سیشنز، مختلف مذاہب کے مراکز کے دورے) شامل ہیں؟

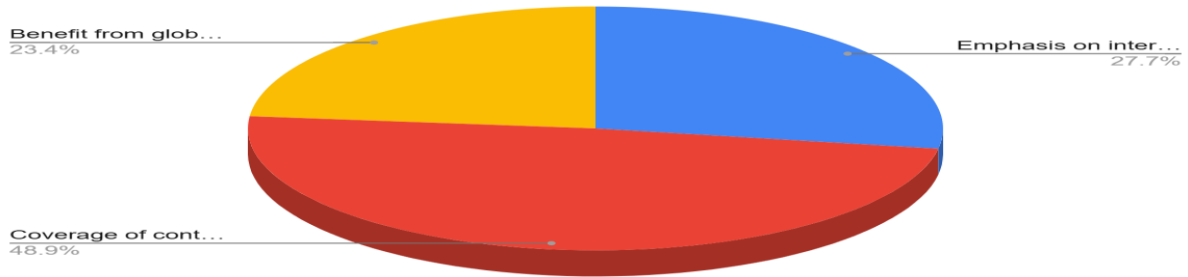
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	33	70.2	70.2	70.2
To some extenet	6	12.8	12.8	83
No	8	17	17	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 70.2 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ نصاب عملی سرگرمیاں بھی شامل کی گئی ہیں۔ جبکہ 12.8 فی صد طلبہ کہنا ہے کہ کچھ حد تک شامل ہیں۔ 17 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ بالکل بھی شامل نہیں کیے گئے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ 70.2 فی صد طلبہ نے کہا ہے جی ہاں، نصاب میں علمی سرگرمیوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں مطالعہ مذاہب کے نصاب میں کن پہلوؤں کو مزید بہتر کرنے کی ضرورت ہے؟

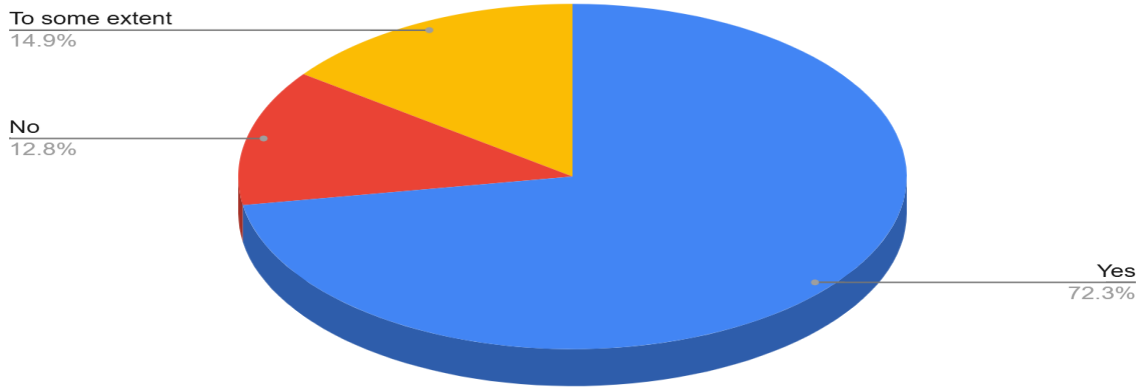
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Coverage of contemporary social issues	23	48.9	48.9	48.9
Benefit from global religious studies	11	23.4	23.4	72.3
Emphasis on interfaith dialogue	13	27.7	27.7	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ نصاب میں عصر حاضر کے سماجی مسائل کی شمولیت کے لیے 48.9 فی صد طلبہ نے کہا ہے۔ جبکہ 23.4 فی صد طلبہ نے عالمی سطح پر مذاہب کے مطالعہ سے فائدہ اٹھانے کا کہا ہے 27.7 فی صد کا کہنا ہے کہ مختلف مذاہب کے درمیان مکالمے کی اہمیت کو فروغ دینا نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے۔ لہذا، اس سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ 48.9 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ نصاب میں عصر حاضر کے سماجی مسائل کو شامل کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: کیا آپ کے خیال میں مطالعہ مذاہب کا نصاب بین الاقوامی نصاب کے مطابق ہونا چاہیے؟

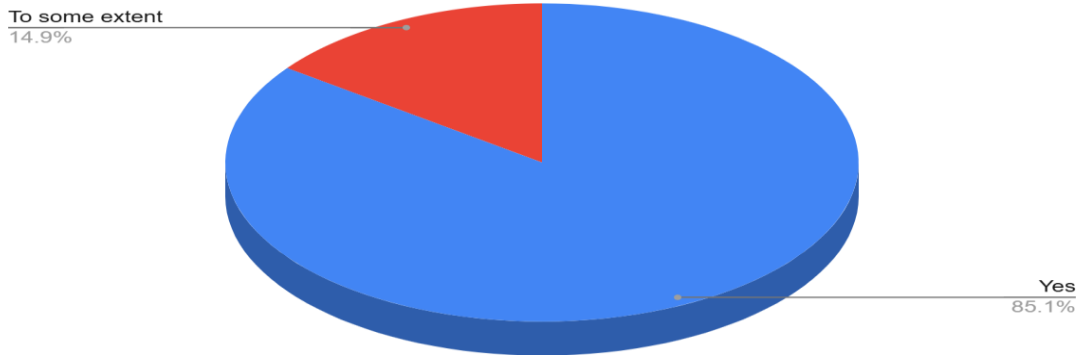
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	34	70.3	70.3	70.3
To some extenet	7	14.9	14.9	85.2
No	6	14.8	14.8	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 70.3 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ مطالعہ مذاہب کا نصاب بین الاقوامی نصاب کے مطابق ہونا چاہیے۔ جبکہ 14.9 فی صد کا کہنا ہے کہ کچھ حد تک ہونا چاہیے۔ 14.8 فی صد کا کہنا تھا کہ نصاب کو بین الاقوامی نصاب کے مطابق نہیں ہونا چاہیے۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ 70.3 فی صد طلبہ نے کہا ہے جی ہاں، نصاب بین الاقوامی نصاب کے مطابق ہونا چاہیے۔

سوال: آپ کے خیال میں اگر طلبہ کو دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے براہ راست مکالمے کے مواقع فراہم کیے جائیں تو کیا یہ نصاب زیادہ مؤثر ہو سکتا ہے؟

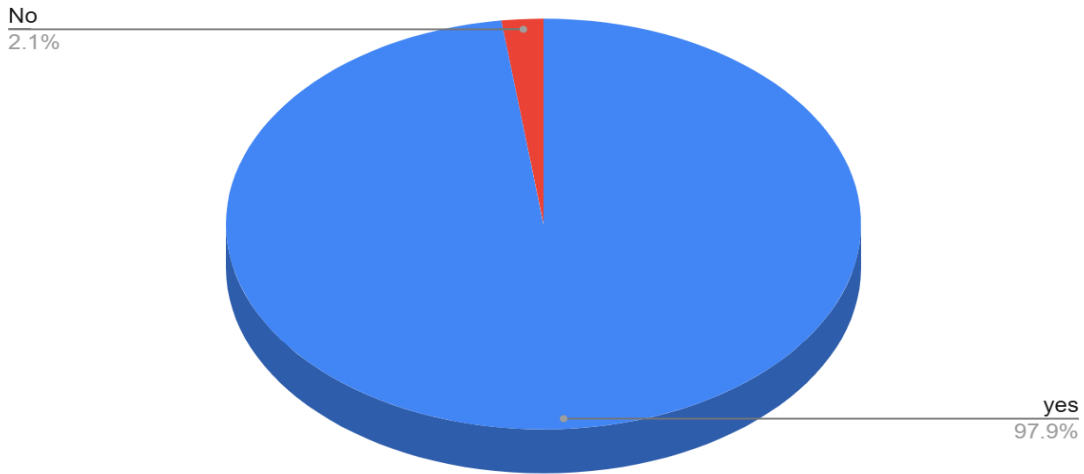
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	40	85.1	85.1	85.1
To some extenet	7	14.9	14.9	100
No	0	0	0	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 85.1 فی صد طلبہ کا کہنا ہے طلبہ کو دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے براہ راست مکالمے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ جبکہ 14.9 فی صد کہنا ہے کہ کچھ حد تک دیے جانے چاہیے۔ 0 فی صد کا کہنا ہے کہ نہیں دیے جانے چاہیے۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ 85.1 فی صد طلبہ نے کہا ہے کہ جی ہاں، مکالمے کے فروغ کے لیے برائے راست مواقع فراہم کیے جانے چاہیے اس سے نصاب میں مزید بہتری آئے گی۔

سوال: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جامعات میں مذہبی ہم آہنگی اور برداشت کے فروغ کے لیے خصوصی سیمینارز یا ورکشاپس کا انعقاد ہونا چاہیے؟

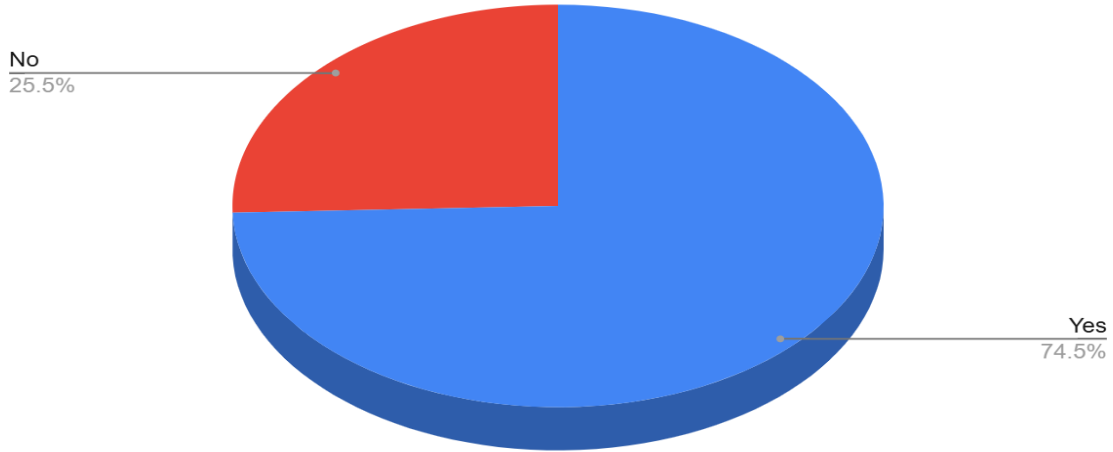
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	46	97.9	97.9	97.9
No	1	2.1	2.1	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 97.9 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ جامعات میں مذہبی ہم آہنگی اور برداشت کے فروغ کے لیے خصوصی سیمینارز یا ورکشاپس کا انعقاد ہونا چاہیے۔ جبکہ 2.1 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ نہیں ہونا چاہیے۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ 97.9 فی صد طلبہ نے کہا ہے جی ہاں، خصوصی سیمینارز یا ورکشاپس کا انعقاد ضروری ہے۔

سوال: کیا آپ نے کبھی مطالعہ مذاہب سے متعلق کوئی سیمینار اٹینڈ کیا ہے؟

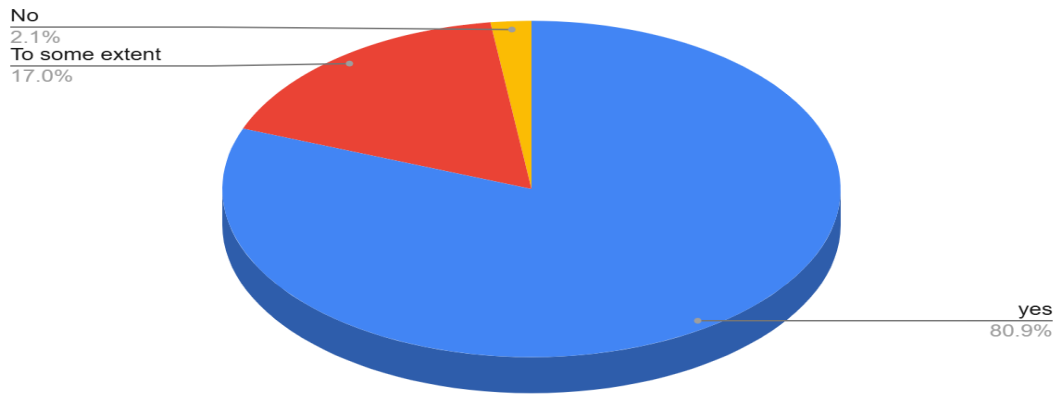
Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	35	74.5	74.5	74.5
No	12	25.5	25.5	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 74.5 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ مطالعہ مذاہب سے متعلق سیمینار اٹینڈ کیا ہے۔ جبکہ 25.5 فی صد طلبہ کہنا ہے کہ نہیں کیا۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ 74.5 فی صد طلبہ نے کہا ہے۔ جی ہاں، سیمینار اٹینڈ کیا ہے۔

سوال: آپکے ادارے میں مطالعہ مذاہب سے متعلق جو تعلیم دی جا رہی ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟

Reponses	Frequency تعداد	Percentage فیصد	Valid Percentage	Cumulative percentage
Yes	38	80.9	80.9	80.9
To some extenet	8	17	17	97.9
No	1	2.1	2.1	100
Total	47	100	100	



مندرجہ بالا ٹیبل کو مد نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا ہے کہ 80.9 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ مطالعہ مذاہب سے متعلق جو تعلیم دی جاتی ہے اس سے مطمئن ہیں۔ جبکہ 17 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ کچھ حد تک مطمئن ہیں۔ 2.1 فی صد طلبہ کا کہنا ہے کہ بالکل بھی نہیں مطمئن۔ پس اس سے معلوم ہوا ہے 80.9 فی صد سے زیادہ طلبہ نے کہا ہے جی ہاں، مطمئن ہیں۔

خلاصہ: پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے حوالے سے نصاب میں پیش آنے والے چیلنجز کئی ہیں جن کو باقاعدہ سے ذکر کیا گیا ہے مختلف اساتذہ اکرام اور جامعات میں شعبہ انٹرفیتھ کے چیئر پرسن سے انٹرویو کے ذریعے سے جو معلومات اکٹھی کی گئی اس سے بھی کچھ مزید مسائل سامنے آئے ہیں۔ جن میں ایک مثال اس طرح سے ہے کہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد۔ جہاں باقاعدہ سے مطالعہ مذاہب کے حوالے سے شعبہ موجود ہے۔ وہاں کے اساتذہ نے بتایا کہ اگر کسی ایسے موضوع پر بات کرنے یا کوئی کانفرنس کرنے کا کہا جائے جو کمیونٹیز کے حوالے سے ہوں تو ہر کوئی دور ہی رہنا چاہتا ہے اکثر کہا جاتا ہے ہمیں کہ یہ حساس موضوع ہیں برائے راست نہیں تو بلواسطہ طور پر ہمیں خاموش کروادیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مواد میں بھی آج کی ضروریات کے حوالے سے بہت ساری چیزوں میں کمی پائی جاتی ہیں، طلبہ کے لیے کلاس رومز میں جدید آلات کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے، وہی پرانا روایتی طریقہ تدریس ابھی تک جاری ہے۔ جس وجہ سے نہ تو مسائل ٹھیک ہو رہے ہیں اور نہ ہی ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ عملی بنیادوں پر تحقیق (Practical Base Study) نہ ہونے کے برابر ہے۔ مزید طلبہ کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو اظہار رائے کی اجازت طلبہ کو اس طرح سے نہیں دی جاتی جو کہ ان کا حق ہے۔ جیسے دنیا کی بڑی جامعات میں طلبہ خود سے تحقیق کرتے ہیں مسائل کو خود سے اخذ کرتے ہیں استاد صرف رہنمائی کے طور پر کام کرتے ہیں لیکن بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں اس کے برعکس ہو رہا ہے۔ جس وجہ سے بہت سارے مسائل جو طلبہ کے ذریعے معاشرے میں حل کیے جاسکتے ہیں وہ حل نہیں ہو پارہے ہیں۔ مزید مختلف جامعات میں طلبہ سے سروے کے ذریعے سے جو ڈیٹا اکٹھا کیا گیا ہے اس سے جو مسائل اخذ کیے گئے ہیں۔ اگر مجموعی طور پر ان کی بات کی جائے تو مختلف مذاہب کے حوالے سے تقریباً جامعات میں مضامین پڑھائے تو جارہے ہیں لیکن معلومات انتہائی محدود ہے۔ زیادہ تر طلبہ کا کہنا تھا کہ وہ اپنی جامعہ کے نصاب سے بالکل مطمئن ہیں۔ تمام طلبہ جامعات میں مذہبی ہم آہنگی اور برداشت کے فروغ کے لیے خصوصی سیمینارز یا ورکشاپس کے باقاعدگی سے انعقاد کے بارے ایک جیسی ہی رائے رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عملی بنیادوں پر مبنی تحقیق کے فروغ کی ضرورت ہے۔

فصل سوم:

مطالعہ مذاہب کے نصاب میں بہتری کے لیے مجوزہ اقدامات

اس تحقیق کے دوران پاکستانی جامعات میں پڑھائے جانے والے مطالعہ مذاہب کے نصاب کے حوالے سے یہ بات سامنے آئے ہے کہ مختلف جامعات میں جو نصاب پڑھایا جا رہا ہے وہ ابھی تک عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتا ہوا نظر نہیں آ رہا۔ نصاب میں تنوع اور بین الاقوامی معیار کی کمی پائی جاتی ہے۔ مجموعی طور پر نصاب میں ایسے مضامین کو شامل کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو مذہبی ہم آہنگی، امن اور رواداری، انسانی حقوق کی پاسداری اور مذہبی تنافر جیسے مسائل کے حل کے لیے مفید ہوں، یہ نہ صرف کتب کی حد تک طلبہ کو پڑھائے جانے کی ضرورت ہے بلکہ پریٹیکل لرننگ کی بھی اشد ضرورت ہے۔ جس سے معاشرے میں بڑھتے ہوئے ان مسائل کو روکا جانا ممکن ہے۔

اس فصل میں مطالعہ مذاہب کے نصاب میں بہتری کے لیے مجوزہ اقدامات کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح مزید نصاب کو بہتر کر کے ہم اپنے ملک اور معاشرے میں پیدا ہونے والے مختلف مسائل کا خاتمہ کر کے طلبہ بھی اپنے ملک کی خدمت بہتر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ چونکہ تعلیم ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو انسان کو شعور دیتی ہے اور انسان کی زندگی میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ نہ صرف فرد کی شخصیت کو نکھارتی ہے بلکہ معاشرتی ترقی اور بہتری میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے ذریعے انسان کو اپنے حقوق اور فرائض کے بارے میں شعور و آگاہی ملتی ہے۔

مختلف ایسے اقدامات کیے جاسکتے ہیں جو نصاب کی بہتری کے لیے اہم بھی ہیں اور ضرورت بھی۔ ذیل میں قابل ذکر ہیں۔

نصاب کی تجدید:

نصاب کو نئے عالمی معیارات کے مطابق اپڈیٹ کیا جائے۔ ایسے مضامین شامل کیے جائیں جو بین المذاہب ہم آہنگی، امن، برداشت، اور عصری چیلنجز پر روشنی ڈالیں۔ کورسز میں ”مطالعہ ادیان عالم (Religions of the World)“ جیسے مضامین کو لازمی قرار دیا جائے۔ پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب کو وقتاً فوقتاً تجدید کی ضرورت ہے جو کہ ہو بھی رہی ہے تاکہ یہ نصاب عصر حاضر کے سائنسی، سماجی اور فکری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو سکے۔ موجودہ نصاب میں بعض جگہوں پر یکسانیت اور قدامت پسندی غالب ہے جس کی وجہ سے طلبہ میں جدید دنیا کے بدلے ہوئے فکری، سماجی اور مذہبی مباحث کی سمجھ بوجھ نہ ہونے کے برابر پائی جاتی ہے۔ لہذا اس کمی کو پورا کرنے کے لیے نصاب کو ہر چند سال بعد از سر نو مرتب کر کے اس

میں بین الاقوامی معیار کو مد نظر رکھنا بھی ضروری ہو گیا ہے۔ نصاب تعلیم صرف علمی نہیں بلکہ سماجی اور اخلاقی ہم آہنگی پیدا کرنے کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ ایک متوازن اور منصفانہ نصاب ہی وہ ذریعہ ہے جو اقلیتوں کے مثبت تصور کو اجاگر کرے اور معاشرے میں پرامن بقائے باہمی کو فروغ دے۔¹²⁸ بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری سے متعلق نئے موضوعات شامل کیے جائیں تاکہ طلبہ مذہبی تنوع کو مثبت انداز میں سمجھ سکیں اور انسانی حقوق، امن، اور عالمی شہریت (Global Citizenship) جیسے موضوعات بھی شامل کیے جائیں تاکہ طلبہ نہ صرف ملکی سطح پر بلکہ بین الاقوامی سطح پر علمی اور سماجی کردار ادا کرنے میں موثر ثابت ہو سکیں۔ نصاب میں جدید تعلیمی ٹیکنالوجی اور آن لائن ذرائع سے استفادہ کرنے کے موضوعات بھی شامل ہوں تاکہ طلبہ ڈیجیٹل دور میں علم کی نئی جہات تک رسائی حاصل کر سکیں، مختلف مذاہب کی اصل مقدس کتب اور بنیادی متون کا تقابلی مطالعہ نصاب کا لازمی حصہ بنا کر علمی دیانت داری اور تحقیقی صلاحیت کو پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ نصاب کی تشکیل کے عمل میں اساتذہ، طلبہ، اور متعلقہ اسٹیک ہولڈرز کی آراء کو شامل کر کے نصاب کی تشکیل دی جائے تاکہ نصاب زمینی حقائق کے قریب ہو اور یکطرفہ نہ لگے۔ نصاب کی اس طرح کی باقاعدہ تجدید سے نہ صرف مطالعہ مذاہب کے علمی معیار میں بہتری آئے گی بلکہ یہ طلبہ کو جدید دنیا کے فکری، سماجی چیلنجز سے نمٹنے کے قابل بنائے میں بھی اہم کردار ادا کرے گا۔

مطالعہ مذاہب نصاب میں بہتری کا مقصد طلبہ کو یہ سکھانا ہے کہ مختلف مذاہب کے پیروکار ایک ہی پرامن خدا کے عبادت گزار ہیں، اور تمام انبیاء کا پیغام یکساں ہے۔ اس پہلو کو اگر پاکستانی جامعات کے نصاب میں موثر انداز سے شامل کیا جائے تو یہ نہ صرف طلبہ میں برداشت اور رواداری کو فروغ دے گا بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کے مقاصد کو بھی تقویت پہنچائے گا۔ نصاب میں تبدیلی اس لیے بھی ضروری ہوتی ہے کہ اس سے بقائے باہمی کے اصول اور رواداری کو فروغ دے کر کثیر الثقافتی معاشرے کا تصور راسخ کیا جاسکے۔ نصاب کی تشکیل جدید کے ذریعے سے مذہب کی تعبیر کرتے ہوئے ایسا انداز اختیار کیا جائے جس سے مذہبی تعصب پیدا نہ ہو۔ طلبہ کو لبرل اسلام سکھایا جائے، جس میں تمام مذاہب کا پیغام ایک ہی ہے اور تمام انسانیت کے لیے فائدہ مند بھی ہے۔¹²⁹

¹²⁸ Dr.Riaz Ahmad Saeed ,Irfan Saghir,Waqar Ahmad, Academic Research On Non Muslim Religious Minorities :content Analysis Of The Research Papers from a Pakistani Perspective,Journal of world religions and interfaith , publisher ,dept of world religion and inter faith Harmony ,The islamia University of Bahawalpur, Published on:(20 feb 2023)p,۱۳۳

¹²⁹ حبیب الرحمان، اصغر شہزاد، اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق اور پرامن بقائے باہمی: عدالت عظمیٰ کے فیصلے کا علمی جائزہ، فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، جلد 57، شمارہ 4، اپریل 2020ء، ص: ۲۱۳-۲۱۴

نصاب کی بہتری میں اقلیتوں کے نقطہ نظر کی شمولیت:

پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب کو مؤثر اور جامع بنانے کے لیے ضروری ہے کہ نصاب کی تشکیل کے وقت اقلیتوں کے نقطہ نظر کو بھی شامل کیا جائے۔ عام طور پر نصاب سازی کے عمل میں اکثریتی مذہب کی تشریحات اور تصورات غالب رہتے ہیں جس کے باعث طلبہ کو مختلف مذہبی تنوع کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ نصاب میں اقلیتی مذاہب کے عقائد اور تاریخی پس منظر کو متوازن انداز میں شامل کیا جائے۔ اقلیتی طلبہ کے لیے Elective Courses متعارف کرائے جائیں تاکہ وہ اپنی مذہبی شناخت برقرار رکھتے ہوئے مطالعہ مذاہب سے فائدہ اٹھا سکیں۔ چونکہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں مسیحی، ہندو، سکھ اور دیگر اقلیتی برادریاں بھی بستی ہیں اور ملکی تاریخ، معیشت، اور سماجی ترقی میں یہ نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ اقلیتوں کے نقطہ نظر کی شمولیت سے نصاب میں نہ صرف بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ ملے گا بلکہ طلبہ میں برداشت، تنوع کی قبولیت، اور سماجی انصاف جیسے اوصاف بھی پیدا ہوں گے۔ یہ اقدام اس بات کو یقینی بنائے گا کہ نصاب یکطرفہ، متعصبانہ یا محدود زاویہ نگاہ کا حامل نہیں ہے بلکہ زیادہ تر متوازن، جامع اور حقیقت پر مبنی نصاب پڑھایا جا رہا ہے۔ اس سے اقلیتوں کے تجربات، مسائل اور ان کی مذہبی اقدار کو شامل کر کے طلبہ بہتر انداز میں قومی و بین الاقوامی سطح پر مکالمہ کرنے کے قابل بھی بن سکیں گے۔ مزید یہ کہ اس شمولیت سے تحقیق کے نئے زاویے بھی سامنے آئیں گے اور نصاب محض اکثریتی نقطہ نظر کا ترجمان ہونے کے بجائے ایک کثیر الجہتی اور مکالماتی نصاب کی حیثیت اختیار کرے گا۔ یہی طرز عمل تعلیمی اداروں کو انتہا پسندی، عدم برداشت اور مذہبی تعصب جیسے مسائل کے تدارک میں بھی مددگار ثابت ہو گا۔

تدریسی طریقہ کار میں جدت:

پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے کے لیے تدریسی طریقہ کار میں جدت نہایت ضروری ہے۔ موجودہ تدریسی نظام زیادہ تر لیکچر اور رٹہ سسٹم پر مبنی ہے، جس سے محض نظریاتی معلومات ہی طلبہ حاصل کر پارہے ہیں اور اسکی وجہ سے طلبہ میں تنقیدی اور تحقیقی صلاحیتیں زیادہ فروغ نہیں پاتیں۔ اس کمی کو دور کرنے کے لیے ایسے تدریسی طریقے اپنانے چاہئیں جو طلبہ کو زیادہ فعال اور تخلیقی بنا سکیں۔ تدریسی طریقہ کار میں روایتی پن کو ختم کر کے نظام تعلیم میں ایسا طریقہ تدریس اپنانے کی ضرورت ہے جو صرف لیکچر میڈ نظام پر مبنی نہ ہو بلکہ بحث و مباحثہ، سیمینارز، گروپ ورک، اور پراجیکٹ میڈ لرننگ پر مشتمل ہو اور ایسی لرننگ کو کمپلری نصاب کا حصہ قرار دیا جائے۔ اس کے علاوہ طلبہ کو مختلف عبادت گاہوں، مذہبی مراکز اور بین المذاہب سیمینارز کے مطالعاتی دورے یعنی عملی تحقیق بنیاد پر مبنی تعلیم کی طرف لے جکر آنا انتہائی اہم ہے جس سے طلبہ دلچسپی اور لگن سے تحقیق کے میدان میں نئے پیدا ہونے والے معاشرتی مسائل اور

پڑانے مختلف مسائل کا حل نکال سکیں۔ ہر مذہب کا نصاب صرف اسی مذہب کے ماننے والے اساتذہ ہی پڑھائیں¹³⁰۔ کسی دوسرے مذہب کی تدریس تعلیمی طور پر درست انداز میں کرنے کے لیے استاد میں ہمدردی اور غیر جانبداری کی صلاحیت ہونا ضروری ہے۔ اساتذہ کی تربیت میں ان پہلوؤں کو خاص طور پر شامل کیا جانا چاہیے تاکہ وہ مختلف مذاہب کے بارے میں متوازن اور مثبت رویہ اپنا سکیں۔ تاہم، مذہبی تعلیم کے لیے اساتذہ کی غیر مساوی فراہمی تعلیمی نظام میں ایک بڑا مسئلہ ہے۔ یہ صورتحال امتحانات کے نظام پر بھی اثر ڈالتی ہے، خاص طور پر بڑے پیمانے پر منعقد ہونے والے امتحانات پر۔

نصاب کی بہتری میں عالمی ماڈلز سے رہنمائی:

عالمی دنیا میں مطالعہ مذاہب کو آزاد اور بین الثقافتی مضمون کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے جس کا مقصد نہ صرف علمی فہم حاصل کرنا ہے بلکہ بین مذاہب رواداری، عالمی ہم آہنگی، اور انسانی اقدار کو مضبوط کرنا ہے۔ پاکستانی جامعات کو چاہیے کہ دنیا کی قدیم جامعات آکسفورڈ، ہارورڈ، اور دیگر معروف اداروں کے نصاب کو دیکھ کر اپنے کورسز کو بہتر بنائیں۔ وہاں کے کامیاب مضامین (Religious Pluralism, Comparative Religion, Interfaith Dialogue) کو مقامی سیاق کے مطابق ڈھالا جائے۔ پوری دنیا میں چاہے ایشیائی ممالک ہوں یا مغربی ممالک مطالعہ مذاہب کے نصاب کو ترتیب دیتے وقت متعدد اصولوں مثلاً، مذہبی آزادی کا احترام، ثقافتی حساسیت، غیر جانبداری، انسانی حقوق، انصاف، مساوات اور علمی تنقید جیسے طریقہ کار کو شامل کیا جاتا ہے۔ جس سے طلبہ میں مختلف مذاہب کے بارے میں تمام تر صحیح معلومات جاننے اور سمجھنے کر فکر پیدا ہو سکے۔ تمام مذاہب کی اچھائی اور برائیاں کھل کر واضح ہو سکیں اور طلبہ میں مثبت انداز میں تنقیدی سوچ جیسے زاویے بھی پیدا ہو سکے۔

نصاب کی بہتری میں ڈیجیٹل اور آن لائن ذرائع کا استعمال:

عصر حاضر میں تعلیم و تحقیق کے میدان میں ڈیجیٹل اور آن لائن ذرائع کی بہت اہمیت ہے۔ پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب کو بہتر اور معیاری بنانے کے لیے انتہائی ضروری ہے تاکہ طلبہ ایسے جدید وسائل تک رسائی حاصل کر کہ عالمی علمی ذخائر سے جوڑ سکیں۔ اس مقصد کے لیے سب سے پہلے آن لائن لائبریریز اور ڈیجیٹل ڈیٹا بیسز جدید ذرائع ابلاغ مثلاً ویبینارز، آن لائن ورکشاپس اور عالمی ماہرین کے لیکچرز کو نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ طلبہ اپنی تعلیم کو عالمی معیارات کے مطابق ہم آہنگ کر سکیں۔ ڈیجیٹل ذرائع کا استعمال تحقیق میں نہ صرف شفافیت، بلکہ مختلف مذاہب کے متون تک براہ راست رسائی حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر پاکستانی جامعات اپنے نصاب میں ان سہولیات کو شامل کر لیں تو مطالعہ مذاہب

¹³⁰ Towards a rights based multi religious curriculum? The case of pakistan..Human rights Education Review، P,14

کے طلبہ نہ صرف قومی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر بھی اپنی تحقیق کو موثر اور معیاری بناسکیں گے¹³¹۔ لہذا، ڈیجیٹل اور آن لائن ذرائع کی عکاسی کرتا ہوا نصاب تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔

بین المذاہب مکالمہ اور ہم آہنگی:

پاکستانی جامعات کے مطالعہ مذاہب کے نصاب کی بہتری میں بین المذاہب مکالمہ اور مذہبی ہم آہنگی کو بنیادی جزو کے طور پر شمولیت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ دور حاضر میں مختلف مذاہب اور مکاتب فکر کے ماننے والوں کے مابین بڑھتی ہوئی خلیج اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے مکالمہ ایک موثر کن راستہ ہے۔ اگر جامعات اپنے نصاب میں بین المذاہب مکالمہ کو نظری اور عملی دونوں سطحوں پر جگہ دیں تو طلبہ کو نہ صرف علمی طور پر مختلف مذاہب کو سمجھ سیکھنے میں مدد ملے گی بلکہ ان کی عملی زندگی میں برداشت، رواداری اور بقائے باہمی جیسے مثبت رویے جنم لیں گے۔ لہذا، اس مقصد کے حصول کے لیے خصوصی کورسز، ورکشاپس اور سیمینارز کا انعقاد ہونا ضروری ہے جن میں مختلف مذاہب کے اسکالرز کو مدعو کر کے طلبہ کو مکالمے کی عملی مشق سے گزارا جائے۔ مزید برآں، بین المذاہب مطالعات کو تحقیقی منصوبوں، فیلڈ وزٹس اور مشترکہ تعلیمی سرگرمیوں کے ذریعے نصاب کا لازمی حصہ بنانا چاہیے تاکہ طلبہ ملکی اور بین عالمی دونوں سطح پر مذہبی ہم آہنگی کے تقاضوں کے مطابق صلاحیتیں پیدا ہوں اور ملکی ترقی میں کردار ادا کر سکیں اور پرانے پیدا ہونے والے مختلف مسائل کے حل سے نمٹنے کے بھی قابل ہو سکیں۔ نصاب میں مذہبی رواداری اور باہمی احترام کو فروغ دینے کے لیے ایسے مضامین اور مواد شامل کیا جائے جو طلبہ کو تنقیدی و تجزیاتی انداز میں مختلف مذاہب اور انسانی حقوق کے باہمی تعلق کو سمجھنے کا موقع دے سکیں۔ صرف نفرت انگیز تقریر کی روک تھام ہی کافی نہیں بلکہ نصاب کو اس سطح پر تیار کیا جائے کہ وہ اختلافی اور متنوع نقطہ نظر کو بھی مثبت انداز میں پیش کرے۔ اس مقصد کے لیے نصاب میں بین المذاہب مکالمہ، انسانی حقوق، اور سماجی انصاف سے متعلق مباحث شامل کیے جائیں¹³²۔ اس طرح مذہبی تعلیم کو محض ایک ”functional“ حیثیت دینے کے بجائے حقیقی معنوں میں ایک ایسا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے جو کثرت پسندی، سماجی ہم آہنگی اور انصاف پر مبنی معاشرے کے قیام میں مددگار ہو۔ اسی حوالے سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایک مقالہ تحریر کیا گیا جس میں مصنف نے لکھا ہے:

پاکستان چونکہ ایک مسلم اکثریتی ملک ہے اور دنیا بھر میں پھیلے لاکھوں پاکستانی مسلمانوں کا وطن ہے، اس لیے دنیا بھر کے مسلمان اسے اپنی شناخت اور فخر کا مرکز سمجھتے ہیں۔ انہی توقعات پر پورا اترنے کے لیے پاکستان میں مختلف اقلیتوں کے ساتھ

¹³¹ ڈاکٹر امت الرفیع، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ انٹرفیتھ سٹڈیز، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

¹³² ایضاً، ص: 16

مکالمہ اور حتیٰ کہ مسالک کے درمیان (intra-faith) مکالمہ بھی نہایت اہم ہے تاکہ عالمی امن اور ہم آہنگی کو فروغ دیا جاسکے۔ پاکستان اس سمت میں مختلف بین المذاہب سرگرمیوں میں دنیا بھر میں شامل ہو رہا ہے، لیکن ابھی بہت کام باقی ہے تاکہ اس مقصد اور ہدف کو پوری طرح حاصل کیا جاسکے۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان پر یہ دباؤ بھی ہے کہ وہ بین الاقوامی سطح پر بین المذاہب مکالمے کی اپیل کا جواب دے۔¹³³

اگر پاکستانی جامعات اپنے مطالعہ مذاہب کے نصاب میں بین المذاہب مکالمے، مذہبی رواداری، اور عالمی ہم آہنگی جیسے مضامین کو باضابطہ طور پر شامل کریں تو یہ نہ صرف اقلیتوں اور مختلف مسالک کے درمیان مکالمے کو فروغ دے گا بلکہ پاکستان کی عالمی سطح پر مثبت شناخت بنانے میں بھی مددگار ہو گا۔ اس طرح مطالعہ مذاہب کا نصاب محض ایک تعلیمی موضوع نہ رہ کر ایک ایسا پلیٹ فارم بن سکتا ہے جو عصر حاضر کے بڑے سماجی اور مذہبی چیلنجز، جیسے انتہا پسندی اور عدم برداشت، کا مؤثر جواب دے۔

اساتذہ کی تربیت:

پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب کی بہتری کے لیے ایک اور اہم پہلو اساتذہ کی تربیت بھی شامل ہے۔ جب تک اساتذہ کو جدید تدریسی طریقہ کار، تحقیقاتی رجحانات، اور بین المذاہب ہم آہنگی کے اصولوں کی تربیت نہیں دی جائے گی، تب تک ہم نصاب کے مقاصد کو مکمل طور پر حاصل نہیں کر سکیں گے۔ ایک ماہر اور تربیت یافتہ استاد نہ صرف طلبہ کو نصابی مواد مؤثر انداز میں سمجھا سکتا ہے بلکہ انہیں برداشت، رواداری، مکالمہ جیسے اقدار بھی منتقل کر سکتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اساتذہ کے لیے باقاعدہ تربیتی ورکشاپس، ریفریشر کورسز، اور بین الاقوامی کانفرنسز میں شمولیت کے مواقع زیادہ سے زیادہ فراہم کیے جانے چاہیے، تاکہ طلبہ جدید تعلیمی رجحانات اور جدید تحقیق سے روشناس ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ، نصاب کی تدریس کرنے والے اساتذہ کے لیے مختلف مذاہب کے بنیادی عقائد اور رسومات کی تربیت بھی لازمی ہونی چاہیے، تاکہ وہ طلبہ کو غیر جانبدارانہ اور معروضی انداز میں تعلیم دے سکیں۔¹³⁴ مزید برآں، جامعات کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو ڈیجیٹل ذرائع، تحقیقی ڈیٹا بیسز، اور آن لائن لرننگ پلیٹ فارمز کے استعمال کی تربیت دیں تاکہ تدریس زیادہ مؤثر، جدید اور تحقیقی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو سکے۔ لہذا، اساتذہ کو غیر جانبداری، تحقیقی دیانت داری، اور بین المذاہب حساسیت کی تربیت دینا نصاب کے اہم مراحل کے لیے ضروری عمل ہے۔

¹³³ Abdul yousouff Farjan, Perception of Interfaith Dialogue In Pakistan: A Study Of The Past Twenty Five Years. MS thesis, Faculty Of Usooldin (Is) Department Of Comparative Religion, International Islamic University ISB, Aug 2013, p:67

¹³⁴ ایضاً، ص: 8

خلاصہ

مطالعہ مذاہب سے متعلق نصاب ایک ایسا موضوع ہے جو نہ صرف طلبہ کے فکر و سوچ میں شعور کا ذریعہ ہے بلکہ اس سے جدید سماجی مسائل اور دیگر معاشرتی مسائل سے نمٹنے میں کردار ادا کرتا ہے۔ انسان چونکہ اس دنیا میں اکیلا زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ زندگی کو بہتر اور احسن طریقے سے گزارنے کے لیے انسان کو ہمیشہ دوسرے انسانوں کی ضرورت درکار رہتی ہے، لہذا پاکستان اگرچہ مسلمان ملک ہے لیکن یہاں مختلف مذاہب کے دیگر لوگ بھی آباد ہیں۔ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں لیکن ہر انسان کو بنیادی حقوق زندگی ملنا اس کا فرض ہے۔ معیارِ تعلیم معیارِ نصاب کی بہتری سے منسلک ہے لہذا، کوئی بھی معاشرہ ترقی تب تک نہیں کر سکتا جب تک کہ وہاں رہنے والے تمام شہریوں کو برابر کے حقوق نہ مل جائیں۔ جیسے کہ ہمارے آخری نبی صلی علیہ وسلم نے بھی ہمیشہ انصاف اور امن پر مبنی معاشرہ قائم کیا۔ جامعات میں پڑھائے جانے والے نصاب کو نہ صرف ملکی سطح کی عکاسی کرتے ہوئے نصاب کی تشکیل دینی چاہیے بلکہ عالمی سطح پر نظر رکھتے ہوئے نصاب کو مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ تعلیمی اداروں میں جدید ٹیکنالوجی کا استعمال اور اساتذہ کی تربیت اور جدید سماجی مسائل کی عکاسی کرتا ہوا نصاب بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ اساتذہ کو غیر جانبداری، تحقیقی دیانت داری، اور بین المذاہب حساسیت کی تربیت دینا بھی نصاب کے اہم مراحل میں شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ مذاہب کے نصاب میں مختلف مذاہب کی اصل کتب سے تعلیمات کا موازنہ پیش کیا جانا چاہیے۔ اس سے طلبہ کو یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ مختلف ادیان میں بنیادی اخلاقی و انسانی اقدار (جیسے رواداری، محبت اور احترام) مشترک ہیں۔ اس طرح نصاب زیادہ متوازن، اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے والا بن سکتا ہے۔

مطالعہ مذاہب آج کے دور میں ایک اہم علمی، فکری اور سماجی ضرورت بن چکا ہے، جو مختلف مذاہب کے درمیان رواداری، باہمی احترام اور مکالمے کو فروغ دیتا ہے۔ موجودہ دور میں جب دنیا ایک "عالمی گاؤں" میں تبدیل ہو چکی ہے، تو مختلف مذاہب کے ماننے والے افراد ایک دوسرے کے ساتھ رہنے اور باہمی تعلقات قائم کرنے پر مجبور ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے تعاون کے بھی محتاج ہیں۔ اسی بنا پر مطالعہ مذاہب کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ یہ نہ صرف ایک وقتی یا ثانوی ضرورت ہے بلکہ فکری، اخلاقی اور تہذیبی بقا کے لیے ناگزیر علمی شعبہ بن چکا ہے۔ مطالعہ مذاہب جہاں مذہبی رواداری، انسانی احترام اور امن کے قیام میں کردار ادا کرتا ہے، وہیں یہ انتہا پسندی، مذہبی تنافر اور فرقہ واریت جیسے مسائل کے سدباب میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس سے معاشرتی اعتماد سازی، تہذیبی تبادلوں، اور مشترکہ اخلاقی اقدار پر مبنی مضبوط معاشرے کی تشکیل ممکن بنتی ہے۔

پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے حوالے سے نصاب پر کی گئی اس تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر جامعات میں سامی اور غیر سامی دونوں اقسام کے مذاہب پر مبنی مضامین شامل ہیں۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اس میدان میں زیادہ فعال اور جامع نصاب پیش کر رہی ہیں۔ ان جامعات میں بی ایس، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی

سطح پر مطالعہ مذاہب کے مختلف پہلوؤں پر کورسز پڑھائے جاتے ہیں جن میں ادیان عالم، تقابلی مذاہب، اسلامی افکار اور جدید فکری مباحث شامل ہیں۔ ان کورسز میں طلبہ کو نہ صرف مختلف مذاہب کے عقائد، عبادات، اور اخلاقی اصولوں سے آگاہ کیا جاتا ہے بلکہ بین المذاہب مکالمے اور عالمی امن جیسے موضوعات پر بھی تربیت دی جاتی ہے۔ اگرچہ بیشتر جامعات میں نصاب علمی لحاظ سے قابل تعریف ہے، تاہم عملی پہلو (Practical Learning) کی کمی ایک نمایاں مسئلہ ہے۔ طلبہ کو مکالماتی سیشنز، فیلڈ ورک، یا عملی تحقیق کے مواقع محدود طور پر فراہم کیے جاتے ہیں، جس کے باعث ان کے اندر عملی بصیرت اور سماجی شعور کی کمی پائی جاتی ہے۔ اساتذہ کی آراء کے مطابق نصاب کو وقتاً فوقتاً اپڈیٹ تو کیا جاتا ہے لیکن جدید تعلیمی آلات اور تدریسی طریقوں کا استعمال بہت کم ہے۔ طلبہ کی اظہارِ رائے کی آزادی بھی محدود ہے جس کے باعث تحقیقی صلاحیتیں پوری طرح سے نکھر نہیں پاتیں۔

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں مطالعہ مذاہب کا شعبہ 1985ء سے فعال ہے۔ یہاں نصاب کو عالمی معیار کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے اور ہر تین یا چار سال بعد اس میں اصلاحات کی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر منزہ بتول، ڈاکٹر ریاض احمد سعید، اور دیگر اساتذہ کے مطابق یہاں بی ایس سطح پر ادیان عالم، یہودیت، مسیحیت، بدھ مت، اور دیگر مذاہب کے الگ الگ کورسز پڑھائے جاتے ہیں، جبکہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر بین المذاہب تعلقات، جدید فکری مباحث، اور انسانی حقوق جیسے مضامین شامل ہیں۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں بھی اسلامیات کے ساتھ ساتھ بین المذاہب تعلقات، انسانی حقوق، اور فیلڈ ورک پر مبنی کورسز موجود ہیں۔ نمل یونیورسٹی اور فاطمہ جناح یونین یونیورسٹی میں مطالعہ مذاہب کے باقاعدہ شعبے تو نہیں ہیں، مگر وہاں کے نصاب میں مختلف مذاہب سے متعلق موضوعات کو جزوی طور پر شامل کیا گیا ہے۔ فاطمہ جناح یونیورسٹی میں "ورلڈ ریلیجن" کا کورس بی ایس سطح پر لازمی مضمون کے طور پر پڑھایا جاتا ہے، جبکہ ایم فل سطح پر غیر سامی مذاہب پر فوکس کیا جاتا ہے۔ اساتذہ کے مطابق نصاب میں نظری اور عملی دونوں پہلوؤں کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاہم مکالماتی سیشنز اور فیلڈ ورک کی کمی بدستور محسوس کی جاتی ہے۔ پاکستانی جامعات میں مطالعہ مذاہب کے نصاب کو درپیش اہم چیلنجز میں حساس موضوعات پر گفتگو سے گریز، جدید تحقیقاتی ذرائع کی کمی، اور غیر جانبدارانہ علمی رویے کی قلت شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مذہبی توہین، اقلیتوں کے حقوق، اور مذہبی آزادی جیسے اہم موضوعات کو نصاب میں خاطر خواہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ نصاب میں پرائمری کورسز کے مطالعے، عملی تحقیق، اور مکالماتی سیشنز کو لازمی قرار دیا جائے۔

مطالعہ مذاہب کا نصاب نہ صرف تعلیمی اعتبار سے اہم ہے بلکہ یہ بین المذاہب رواداری، انسانی احترام، اور معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستانی جامعات کے نصاب کو جدید خطوط پر استوار

کرتے ہوئے بین الاقوامی معیار سے ہم آہنگ بنایا جائے، اساتذہ کی تربیت پر توجہ دی جائے، عملی تحقیق کو فروغ دیا جائے، اور ایسے پروگرامز شامل کیے جائیں جو طلبہ کو مذہبی برداشت، امن، اور عالمی بھائی چارے کی تعلیم دیں۔

نتائج:

اس علمی تحقیق کے دوران مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوئے:

1. مطالعہ مذاہب سے مختلف مذاہب کے بنیادی عقائد، عبادات اور رسوم کا ایسا ناقدانہ اور عادلانہ جائزہ لیا جاتا ہے۔ جس سے ہر ایک مذہب کی قدر و قیمت، خوبیاں اور خامیاں پوری طرح سے کھل کر سامنے آسکیں۔
2. مطالعہ مذاہب کے ذریعہ سے انسان کو مختلف مذاہب کے عقائد، نظریات اور ثقافتوں کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے اس کے علاوہ اپنے دین کی حقیقت کو بہتر طور پر جانچنے اور تقویت دینے کا موقع ملتا ہے، مزید برآں، مختلف مذاہب کی تعلیمات، لوگوں کے درمیان بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ ملنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی ہم آہنگی میں اضافہ ہوتا ہے۔
3. پاکستان ایک کثیر المذاہب اور متنوع ثقافتی ملک ہے۔ اس کے وجود آنے میں قائد اعظم محمد علی جناح نے مذہبی آزادی اور تمام شہریوں کے یکساں حقوق کی ضمانت دی تھی جو کہ آئین پاکستان کا آج بھی حصہ ہیں۔
4. ثقافتی اعتبار سے اقلیتوں کی زبان، روایات اور مذہبی تہوار، ملکی ثقافتی ورثے کا حصہ ہیں۔ جن کی حفاظت اور فروغ ملکی یکجہتی کے لیے ضروری ہے۔
5. زیادہ تر جامعات میں سامی مذاہب (یہودیت، عیسائیت، اسلام) کے بارے میں نصاب میں بنیادی معلومات دی گئی ہیں۔ مذہبی رواداری، تحمل، اور بین المذاہب افہام و تفہیم کی تربیت محدود سطح پر شامل ہے۔
6. نتیجتاً کہا جاسکتا ہے کہ جامعات میں مطالعہ مذاہب کا نصاب علمی و فکری سطح پر مثبت سمت میں گامزن ہے، لیکن اقلیتوں کے حقوق اور ان کے معاشرتی مسائل سے متعلق مضامین کو نصاب میں باقاعدہ اور واضح طور پر شامل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ میں عملی آگاہی اور رواداری پیدا کی جاسکے۔
7. جامعات میں غیر سامی مذاہب (ہندومت، بدھ مت، سکھ مت وغیرہ) پر نصاب میں معلومات عموماً محدود اور عمومی سطح کی ہیں۔ ثقافتی، تاریخی اور فلسفیانہ پہلوؤں پر کم توجہ دی گئی ہے۔
8. اقلیتوں کے حقوق اور مذہبی آزادی کے مضامین کو کورس آؤٹ لائنز میں جزوی طور پر شامل کیا گیا ہے۔ مثلاً "The Religions" اور "Human Rights and Islam" جیسے مضامین طلبہ کو مذہبی تنوع اور اقلیتوں کے مسائل سے آگاہ کرتے ہیں۔

9. علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے بین المذاہب مطالعات (Interfaith Studies Department) نے حالیہ برسوں میں اقلیتوں کے حقوق، امن، رواداری، اور بین المذاہب تعلقات کے حوالے سے قابل ذکر اقدامات کیے ہیں، جن میں “Peace, Interfaith Harmony Sufi Tradition and Interfaith Harmony Studies، اور Pluralism جیسے نئے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔
10. مجموعی طور پر نصاب کا مقصد اسلامی نقطہ نظر سے بین المذاہب تعلقات، فکری احترام، اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینا ظاہر ہوتا ہے، اقلیتوں کے معاشی، سماجی، اور قانونی حقوق پر تفصیلی بحث یا عملی تربیت کا فقدان پایا گیا ہے۔
11. نصاب عموماً مذہبی تعلیمات، کتابیں، اور تاریخی پس منظر پر مرکوز ہے، لیکن جدید سماجی تناظر یا بین المذاہب مکالمے پر کم زور دیا گیا ہے۔
12. سامی مذاہب پر زیادہ تفصیل ہے، جبکہ غیر سامی مذاہب اور اقلیتوں کے نصاب میں کم معلومات اور عملی تربیت شامل ہے۔
13. جامعات میں مطالعہ مذاہب سے متعلق نصاب زیادہ تر تاریخی اور مذہبی معلومات پر مرکوز ہیں۔ اقلیتوں کے مسائل، حقوق، اور ان کے مذہبی و ثقافتی پس منظر کا احاطہ محدود ہے۔
14. نصاب میں قرآن و سنت کی روشنی میں مذاہب کے تقابلی مطالعے پر زیادہ زور دیا گیا ہے، جبکہ مقامی اقلیتوں کے حقیقی مسائل کو جزوی حیثیت دی گئی ہے۔
15. جامعات میں ایک بڑا چیلنج طریقہ تدریس کا فقدان ہے۔ کسی بھی معاشرے کی ترقی اور فکری سوچ کی پختگی کے لیے نصاب میں محض مواد کی شمولیت ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ اس میں موثر کن تدریسی طریقے کار کی بھی اہمیت درکار ہوتی ہے۔
16. مطالعہ مذاہب جیسے حساس مضامین میں صرف نظریاتی مباحث ہی کافی نہیں ہوتیں، بلکہ طلبہ کو معاشرے میں موجود دوسرے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ بات چیت کرنا، مکالمے کرنا، امن و برداشت کے عملی مظاہرے کرنا، رواداری و ہمدردی وغیرہ سکھانے کی بھی ضرورت درکار ہوتی ہے۔
17. پاکستانی جامعات میں زیادہ تر تھیوری پر مبنی نصاب پڑھایا جا رہا ہے۔ جبکہ آج کے دور کے مطابق پریکٹیکل بیس لرننگ کی ضرورت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

سفارشات:

مندرجہ ذیل سفارشات شامل کی گئی ہیں جن میں؛

1. ایچ-ای-سی کو چاہیے کہ جامعات کی نصاب سازی میں عالمی معیارات اور بین الاقوامی رجحانات کو مد نظر رکھ کر نصاب کی تشکیل دی جائے۔
2. جامعات کی انتظامیہ کو چاہیے کہ Practical-based Learning کو نصاب کا لازمی حصہ بنا کر طلبہ میں برداشت، رواداری اور امن کے عملی رویے پروان چڑھائے۔
3. HEC اور جامعات کو باہمی تعاون سے مطالعہ مذہب کے لیے ایک یکساں (Uniform) نصاب تیار کرنا چاہیے تاکہ مختلف اداروں میں معیار اور یکسانیت قائم ہو سکے۔
4. ہائر ایجوکیشن کمیشن اور وزارت تعلیم کو چاہیے کہ اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت (Teacher Training) کے باقاعدہ پروگرامز ترتیب دیں تاکہ مطالعہ مذہب کے تدریسی معیار اور نصاب کی افادیت کو بہتر بنایا جاسکے۔
5. ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) پاکستان کو چاہیے کہ مطالعہ مذہب کے نصابات کو عالمی معیار سے ہم آہنگ کرنے کے لیے بین الثقافتی، غیر جانبدارانہ اور تحقیقی نقطہ نظر کو لازمی جز قرار دے، جیسا کہ آکسفورڈ اور ہارورڈ کے نصاب میں نظر آتا ہے۔
6. پاکستانی جامعات کے شعبہ ہائے تقابلی ادیان کو چاہیے کہ وہ IIUM جیسے ماڈلز سے رہنمائی لے کر اسلامی تعلیمات کو تقابلی و بین المذاہب مطالعات کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے عصری تقاضوں کے مطابق نصابات تشکیل دیں۔

فہارس

فہرستِ آیاتِ قرآنیہ

فہرستِ احادیثِ مبارکہ

فہرستِ اعلام

فہرستِ مصادر و مراجع

فهرست قرآنی آیات

نمبر شمار	آیات	سورت کا نام	آیت نمبر
1	﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ.....﴾	سورة البقره	186
2	﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ...﴾	سورة البقره	256
3	﴿قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ.....﴾	سورة البقره	38
4	﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ...﴾	آل عمران	64
5	﴿رُسُلًا مُبَشِّرِينَ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لَنَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ...﴾	سورة النساء	165
6	﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ...﴾	سورة المائد	77
7	﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ...﴾	سورة الانعام	11
8	﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ.....﴾	سورة الانعام	108
9	﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ-----﴾	النحل	36
10	﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ...﴾	سورة النحل	125
11	﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِهِمْ...﴾	سورة النحل	125
12	﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ...﴾	سورة العنكبوت	46
13	﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾	الذاريات	56
14	﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمْ-----﴾	سورة الحديد	25

فهرست احادیث نبوی صلی وعلیه وسلم

نمبر شمار	احادیث	کتب حدیث	حدیث نمبر
۱	رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ،.....“	سنن ابوداود	4324
2	”إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ“	مسند احمد	8951
3	”الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا مَنْ.....“	سنن الترمذی	1924
4	”الدِّينُ النَّصِيحَةُ“	سنن الترمذی	324
5	”الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ“	الجامع الصحیح	10
6	”أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ.....“	سنن ابوداود	3052
7	”أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنْ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ،.....“	مسند الإمام أحمد بن حنبل	34

فہرستِ اعلام

نمبر شمار	اعلام	صفحہ نمبر
۱	امانوئل کانٹ	۲۳
۲	امولیہ رنجن موہاپتر	۶۰
۳	اسپنسر۔ ڈی۔ البرائٹ	۱۱۲
۴	پنڈت جواہر لال نہرو	۹۶
۵	پروفیسر ولیم شمیٹ	۲۶
۶	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۵۵
۷	گرو نانک	۹۷
۸	کولن میکفرکار، اینڈریو بیل ولیم	۶۰
۹	مولانا وحید الدین خان	۴۵

مصادر ومراجع: (Bibliography)

مقدس کتب:

القرآن

احادیث مبارکہ

1. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دار طوق النجاة، الطبعة الاولى ۱۴۲۲ھ)۔
2. ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی (شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، الطبعة الثانية ۱۹۷۵ء)
3. سجستانی، ابو داود اور سلیمان بن اشعث، سنن ابن داود (دار الرسالة العالمية، الطبعة الأولى ۲۰۰۹ء)
4. شیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد (موسسة الرسالة، الطبعة الاولى ۲۰۰۹ء)
5. افریقی، ابن منظور، لسان العرب (دار صادر- بیروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۴)
6. معجم تہذیب الغتہ، الازہری، ابو منصور محمد بن احمد سنہ ۳۷۰ھ

اردو کتب:

- سید ابوالاعلیٰ، مودودیؒ، الجہاد فی السلام، ادارہ ترجمان القرآن اردو بازار، لاہور، جون ۱۹۸۸ء
- شیخ احمد دیدات، یہودیت، عیسائیت اور اسلام، مترجم، مصباح اکرام، کلاسک پرنٹرس، دہلی، ۲۰۱۲ء
- پروفیسر ساجد میر، عیسائیت تجزیہ و مطالعہ، دار السلام، لاہور ۲۰۱۳ء
- مذاہب عالم کی مشترکہ تعلیمات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، اے، آئی، آو، یو پرنٹنگ پرس اسلام آباد، ۲۰۲۳ء
- محمود الرشید حدوٹی، مطالعہ مذاہب، مکتبہ حیات، اشاعت اول: دسمبر ۲۰۲۵ء
- عبدالحکیم شرر، مطالعہ مذاہب عالم اور اس کے بنیادی اصول، جنوری، ۲۰۱۷ء
- پروفیسر، غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، چودھری غلام رسول اینڈ پبلشرز، ۲۰۱۲ء
- مولانا وحید الدین خان، اسلام اور عصر حاضر، نئی دہلی، مکتبہ الرسالہ، نظام الدین ویسٹ، ۲۰۰۰ء
- ڈاکٹر، طاہرہ بشارت، مذہب انسانی زندگی کی ناگزیر ضرورت، مایمنامہ، معلم افکار، مارچ ۲۰۰۰ء،
- انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا، جلد ۱۳، ایڈیشن، ۱۹۱۱ء

- امولیر رنجن مہاپتر، فلسفہ مذاہب، فلشن مذاہب، لاہور، ۲۰۰۱ء،
- مولوی محبوب عالم، اسلامی انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۴ء
- پنڈت جواہر لال نہرو، دی ڈسکوری آف انڈیا، دہلی آکسفورڈ یونیورسٹی پرس، آکسفورڈ نیویارک، ۱۹۵۶ء
- خلیل احمد یوسفی، محمد ابراہیم طاہر کیلانی، حافظ بابر حسین، سامی وغیرہ سامی مذاہب کے مقدسات اور انکی تعظیم اسلام کی نظر میں، جہان تحقیق، والیوم، ۲۰۲۲ء،
- عشرت حسین بصری، پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن و سنت کی روشنی میں، بہاء الدین ذکریا یونیورسٹی

لاہور، ۲۰۰۸ء

- سردار مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، تجلی میڈیا پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۳ء
- بریگیڈر گلزار، ارشادات قائد اعظم، قومی کمیٹی برائے صد سالہ تقریبات پیدائش قائد اعظم محمد علی جناح،
- محمد اولیس خٹک، وادی سندھ کی تہذیب، کثیر الجہتی معاشرہ اور شاہ ولی اللہ کے افکار، بصیرت افروز، ۱۱ جنوری

۲۰۲۵ء

- محمد اعظم چوہدری، سکھ مت: تخلیق و ارتقاء، معارف مجلہ تحقیق، دسمبر ۲۰۱۴ء
- عماد الحسن آزاد فاروقی، دنیا کے بڑے مذاہب، مکتبہ جدید پریس، لاہور، جون ۲۰۱۳ء
- عشرت حسین بصری، مقالہ، پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق قرآن و سنت کی روشنی میں، پی-ایچ-ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین ذکریا یونیورسٹی ملتان، ۲۰۰۸ء

- ڈاکٹر ریاض احمد سعید، ڈاکٹر سعید الرحمان، راوف احمد، پاکستان میں سامی و غیر سامی مشترک عنوانات پر علوم اسلامیہ کے ایم فل اور پی ایچ ڈی مقالات (1985-2020) کا اشاریہ اور شماریاتی جائزہ، المیزان مجلہ، ج، ۲، شمارہ، ۱، جون ۲۰۲۰ء

- ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مضمون "پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کا تحفظ: اثرات و نتائج" پاکستان میں تعلیم و تدریس (مسائل و مشکلات اور انکا حل) مرتبین: ڈاکٹر ابوسلیمان شاہ جہاں پوری، ۱۲ جنوری، ۲۰۱۳ء

- حبیب الرحمان، اصغر شہزاد، اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق اور پر امن بقائے باہمی: عدالت عظمیٰ کے فیصلے کا علمی جائزہ، فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، جلد، 57، شمارہ، 4، اپریل: ۲۰۲۰ء

English sources:

- Abdul yousouff Farjan, Perception of Interfaith Dialogue In Pakistan:A Study Of The Past Twenty Five Years.MS thesis,Faculty Of Usooldin (Is) Department Of Comparative Religion, International Islamic University ISB, Aug 2013)
- Dr.Riaz Ahmad Saeed ,Irfan Saghir ,Waqar Ahmad , Academic Research On Non Muslims Religious Minorities:Content Analysis Of The Research Paper From Pakistani Perspective,general of world religions and inter faith Harmony, 2:1(2023)
- Hashim Raza ,The Education Policy And Religious Minorities, Published by: South Asia Partnership – Pakistan. Anjum James Paul, Bised Pakistani Textbooks,publisher:Pakistan Minorities Associations,2014.
- Towards a rights based multi religious curriculum? The case of pakistan. Camilla Hadi Chaudhary(university of cambridge), Farid panjwani(Agha khan university).Human rights Education Review ISSN-2535-5406 Published on:(3 october 2022)
- Current Trends of Muslim Academia in Comparative Religions, Andleeb Gul Government College University Lahore,Gournal of Islamic Thought And Civilization,(V:7 Issue:1 spring:2017)
- Charles A.Kimball, Muslim-Christan Dialogue , in The Oxford Encyclopedia of the Islamic World . Ed,John L. Esposito, Oxford University press (2009)
- Course code,CRS202,Comparative study of religion,National university of NIGERIA,DR,P.A. Ojebode,(2020)
- Suresh Chandra,Encyclopedia of Hinduism Gods and Goddeness, New Delhi:sarup and Sons,(1998)
- English Arabic Lexicon, Badger Geroge Percy , Library , Lebanon, Beirut,(1967)
- Encyclopedia American, Americana Corporation, New Yourk, (vol,19 1961)
- Mohammad Amir Hayat , Tariq Ramzan ,An Appraisal on curriculum of Islamic learning in Higher Education with perspective of pegham –e-pakistan, Journal of Religious and social studies,(2022)
- Mark Tennant, Cathi McMullen and Dan Kaczynski, Teaching, Learning and Research in Higher Education: A Critical Approach, Routledge, New York, (2009)
- Don Skinner,Get set for teacher terning ,Edinburgh University Press, Scotland ,(UK 2005)

Digital sources:

- <https://www.aiou.edu.pk>
- <https://www.iiu.edu.pk/>
- <https://www.aiou.edu.pk>
- <https://www.fjwu.edu.pk/>
- <https://www.numl.edu.pk/>
- <https://www.urduvoa.com/>

- <https://www.ox.ac.uk/>
- <https://www.theology.ox.ac>
- <https://www.iium.edu.my/>